موجِ خیال

ماہرِ رضویات
ڈاکٹر محمد مسعود احمد دہلوی

16

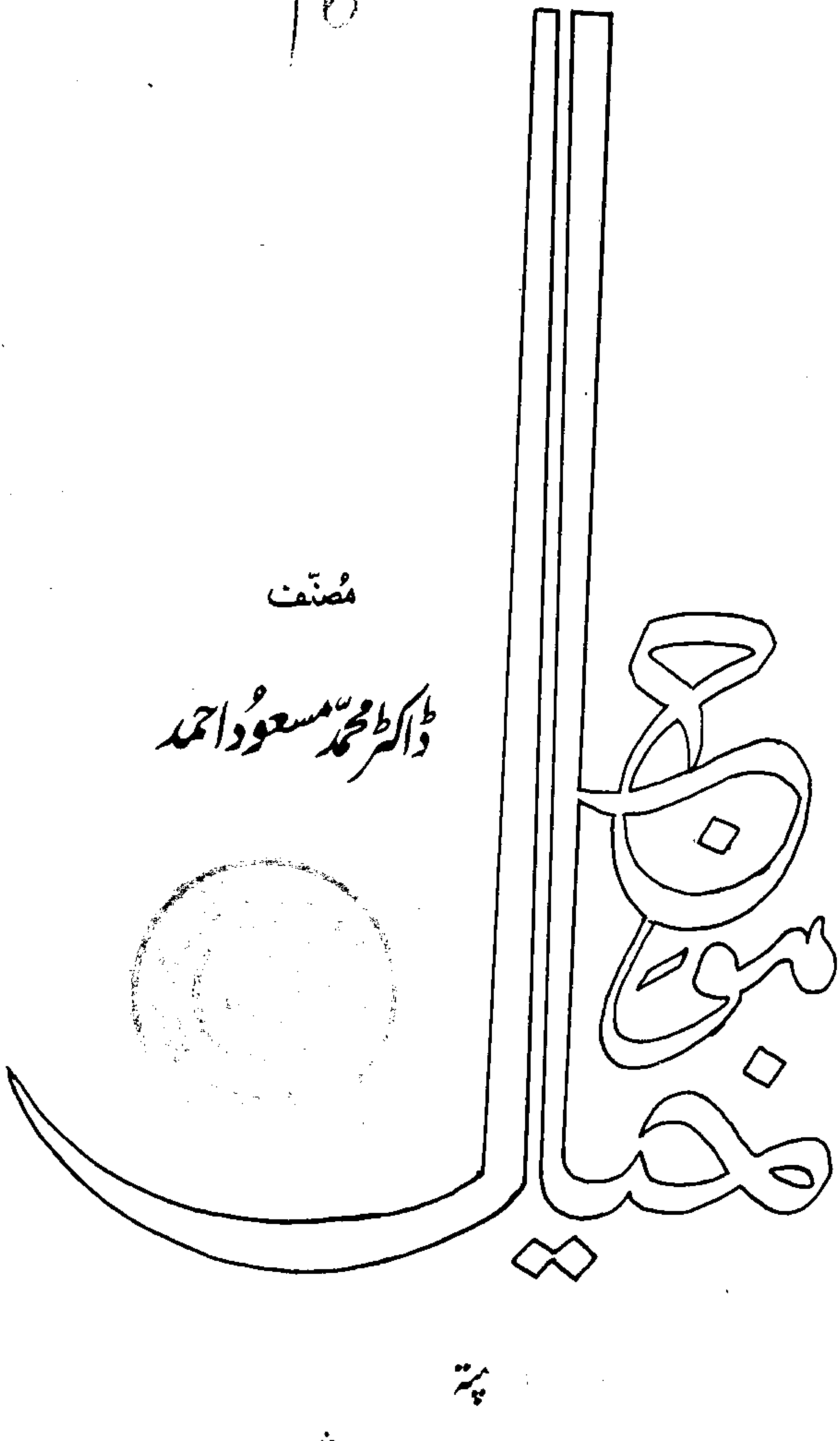

مصنّف

ڈاکٹر محمد مسعود احمد

پتہ

انجمن فیضان حافظ ملت۔ احمد جی منزل۔ آستانۂ شیخ مصری۔ انٹاپ ہل بمبئی ۳۷

1984

Marfat.com

84557

کتاب ——— موج خیال

مصنف ——— ماہر رضویات پروفیسر مسعود احمد دہلوی

کاتب ——— وجہہ القمر خاں رضوی

ناشر ——— انجمن فیضانِ حافظِ ملت۔ شیخ مصری۔ بمبئی ۳۷

مطبع ——— عکاظ پرنٹرس، فائن پیلس، پائیکلہ، بمبئی

طباعت ——— ۱۴۰۴ھ / ۱۹۸۴ء

صفحات ——— ۲۲۴

تعداد ——— دو ہزار

قیمت ——— تیس روپے 30/

Marfat.com

بسمہ تعالےٰ

کتاب اور صاحبِ کتاب

ماہر رضویات ڈاکٹر پروفیسر مسعود احمد صاحب دہلوی مدظلہ ایک ایسی عدیم النظیر، گراں قدر شخصیت کا نام ہے جو مجمع الصفات ہے، جہاں ڈاکٹر اور پروفیسر ہیں وہیں باوقار عالم و فاضل بھی۔ اگر ایک طرف علوم اسلامیہ اور فنونِ ادبیہ میں یدطولیٰ رکھتے ہیں تو دوسری طرف علوم جدیدہ کے اندر طرۂ امتیاز بھی۔ تحقیق و تبحیث کے میدان میں منفرد و بے مثال۔ کردار و عمل میں اسلاف کرام کے نمونہ اور شبستانِ رضا کے لعل شب زندہ چراغ ہیں۔

آپ کی شخصیت ایک ایسی واضح اور کھلی ہوئی کتاب ہے جس سے علم و ادب کے راز ہائے بستہ حل ہوتے چلے جاتے ہیں۔ مسائل کی موشگافیاں ہوتی ہیں۔ رموز و نکات اس طرح کھلتے ہیں جیسے عقل خود انھیں ناخنِ تدبیر سے سلجھا رہی ہو۔ علم و عمل اور حکمت و دانائی کا درس ملتا ہے۔ جب وہ قلم اٹھاتے ہیں تو علم و ادب کے دامن پر الفاظ و معانی کی ایسی گلکاریاں ہوتی ہیں جو آنکھ کے لئے وجہ بصیرت، دماغ کے لئے افزائشِ علم، ذہن کے لئے مشعلِ راہ۔ بلاشبہ ڈاکٹر صاحب کی عظیم شخصیت ایک ایسا مینارۂ نور ہے جس سے منزل کی طرف راہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ ایسے لوگ روز روز نہیں پیدا ہوتے ہیں صدیوں میں کسی قوم کی خوش نصیبی میں اضافہ کرتے ہیں.....

* * *

پروفیسر مسعود احمد صاحب مجددی مدظلہ العالی نے ایک دینی و علمی خانوادہ کے چشم و چراغ ہیں جو حضرت علامہ مفتی مظہر اللہ قدس سرہ (خطیب و امام شاہی مسجد فتحپوری دہلی) کے فرزند ارجمند ہیں۔ ابتدائی تعلیم والد ماجد سے حاصل کی اور اورنٹیل کالج مسجد فتحپوری میں داخلہ لے کر فارسی زبان و ادب کی تحصیل کی۔ ساتھ والدہ ماجدہ سے استفادہ کیا۔ ۱۹۴۸ء میں مشرقی پنجاب یونیورسٹی سے فاضل فارسی کا امتحان پاس کرکے اپنے بھائی حضرت مولانا منظور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عیادت

Marfat.com

کے سلسلہ میں پاکستان تشریف لے گئے اور پھر وہیں کے ہو کر رہ گئے۔

تعلیمی کامیابیوں کو خود پروفیسر صاحب ایک خواب کی تعبیر پیش کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:۔ ”طالب علمی کے زمانہ میں خواب دیکھا کہ ایک شاہراہ ہے جو اوپر کی طرف جا رہی ہے۔ جہاں ایک بڑا گنبد ہے اور گنبد پہ ایک کلس ——— میں اسی شاہراہ پر جا رہا ہوں حتیٰ کہ گنبد تک پہونچ گیا اور پھر گنبد پر چڑھ کر کلس کو ہاتھ لگایا ——— بظاہر علمی و دنیوی ترقی کے اسباب مسدود نظر آ رہے تھے ——— لیکن اللہ تعالیٰ جس کو نوازنا چاہتا ہے بغیر اسبابِ ظاہر کے نوازتا ہے ——— وقت گزرتا گیا ——— میٹرک سے ایم، اے تک پہونچا اور سندھ یونیورسٹی کے تمام امتحانات میں اوّل آیا ——— گولڈ میڈل اور سلور میڈل ملا ——— پھر پی، ایچ، ڈی کی ڈگری حاصل کی جو علوم جدیدہ میں آخری ڈگری تصوّر کی جاتی ہے ——— سرکاری ملازمت میں ترقیوں پر ترقیاں ملیں ——— یہ سب کچھ ماضی میں خواب دیکھنے کے بعد ظاہر ہوا ——— اس کو تعبیر ہی سمجھنا چاہیئے ——— مگر یہ دنیوی ترقیاں عارضی و فانی ہیں ——— مولیٰ تعالیٰ دینی ترقیوں سے نوازے، اور آخرت میں شرمندہ نہ کرے۔ آمین ———

ڈاکٹر مسعود صاحب نے پی، ایچ، ڈی کا مقالہ بعنوان ”قرآن پاک کے اردو تراجم و تفاسیر“ قلم بند کیا۔ یہ تحقیقی مقالہ ٹائپ شدہ فل اسکیپ سائز کے ایک ہزار صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ اس مقالہ کی تکمیل کے لئے موصوف نے پاک و ہند کے علاوہ دیگر ممالک کے تقریباً اکسٹھ کتب خانوں سے استفادہ کیا ہے۔

***

ڈاکٹر صاحب ۱۹۵۸ء میں گورنمنٹ کالج میرپور میں بحیثیت لیکچرر مقرر ہوئے ۱۹۶۲ء میں گورنمنٹ ڈگری کالج کوئٹہ (بلوچستان) میں پروفیسر کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ ۱۹۷۰ء میں گورنمنٹ کالج ٹنڈو محمد خان میں پرنسپل کا عہدہ سنبھالا اور آج تک اسی عہدہ پر فائز ہیں

Marfat.com

۱۹۷۰ء سے سال رواں ۱۹۸۱ء تک عہدہ و منصب یہی رہا جگہیں بدلتی رہیں۔ اور اب گورنمنٹ ڈگری کالج ٹھٹھہ میں پرنسپل ہیں۔ ؎

* * *

ڈاکٹر مسعود احمد صاحب سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں اپنے والد ماجد سے بیعت ہیں۔ اور حضرت مولانا مفتی محمد محمود الوری دامت برکاتہم العالیہ سے اجازت و خلافت حاصل کی۔ ڈاکٹر صاحب نہایت خوش طبع اور ظریف انسان ہیں۔ زندگی اور حرارت انکی مجلس کا طرۂ امتیاز ہے۔ اخلاق و اخلاص، علم و حلم، خدمت انسانیت، پاکیزگی کردار، بصیرت دینی، اصابت فکری، مستقبل شناسی، دور اندیشی، بالغ نظری، سرفرازی و ارجمندی، اعلیٰ ظرفی و بلند خیالی، صحابت امرائی، حق گوئی و بے باکی، اور حق آگاہی، وجاہت علمی، شرافت نسبی جذبۂ تعمیر و ترقی، صفت درویشی، علم نوازی، روشن دماغ اور حساس قلب کے مالک ہیں الحمدللہ دنیائے سنیت کے مطلع پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمک رہے ہیں اور پوری فضا کو علم وادب، شریعت و روحانیت سے معمور کر رہے ہیں۔

* * *

ڈاکٹر صاحب نے زمانہ طالب علمی ہی سے مضمون نگاری شروع کر دیا تھا۔ ہند و پاک کے رسائل و جرائد اخبارات میں مضامین لکھتے رہے اور اس وقت بھی مقبولیت کی نگاہ سے دیکھا جاتا رہا سندھ یونیورسٹی کے مضمون نگاری کے مقابلہ میں حصہ لیا اور پہلا انعام حاصل کیا۔ مختلف کتابوں کے ترجمے کئے اور ان پر مبسوط مقدمے بھی لکھے۔ آپ کے قلم سے نکلے ہوئے مضامین، مقدمے اور تبصرے دو سو سے متجاوز ہیں۔ ادب، تاریخ، سیرت و سوانح اور اسلامیات کے موضوعات پر آپ کی علمی و فنی کاوشیں ہیں۔ انداز نگارش اتنا دلنشیں، موثر، سائنٹفک اور پرکشش ہوتا ہے جس میں حسن و بیاں، پاکی و درخشانی انداز اسلوب بیجیم الفطرة

؎ علامہ افتخار احمد قادری۔ مقدمہ 'گناہ بے گناہی'۔ ص ۷، ۸

Marfat.com

طبع موشگاف کی عاشقانہ جولانی ایک ایک جملے اور ایک ایک حرف میں جھلمل جھلمل کرتی نظر آتی ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کی علمی وفنی انداز نگارش کا غلغلہ کراچی ولاہور اور دہلی ولکھنوٴ سے گذر کر دیار فرنگ اور ارض حجاز تک پہونچ گیا ہے۔ یہ اپنے وقت کا عظیم مصنف جب امام احمد رضا فاضل بریلوی کی عبقری شخصیت کا مطالعہ کرتا ہے تو اسی کا ہو کر رہ جاتا ہے۔ اغیار نے امام احمد رضا پر جو ظلم ڈھائے اس کا استغاثہ پوری دنیا میں پہنچانے کا عزم کر لیا ہے۔ انگریزی میں ایک مقالہ لکھا " ABT THE NEGLEETED GRENIS OF THE " (ایشیا کا ایک مظلوم عبقری) جس نے یورپ اور امریکہ کے محققین کو امام احمد رضا کی طرف متوجہ کر دیا۔

مختلف دینی وعلمی موضوعات کے علاوہ صرف " رضویات " پر آپ کی گراں قدر تصانیف و مقالات منظر عام پر ارباب علم و دانش سے خراجِ تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ اور پندرہ سال سے اسی موضوع پر لکھنے پڑھنے کا سلسلہ جاری ہے۔ یہ امام احمد رضا سے عقیدت و مودّت ہے۔ ؎

قدم اٹھتے نہیں اٹھائے جاتے ہیں

آپ نے حیات امام احمد رضا تین طرح پیش کرنے کا عزم کر لیا ہے اور کام جاری ہے۔

۱۔ حیات امام احمد رضا (مختصر) ۲۔ حیات امام احمد رضا (متوسّط)

۳۔ حیات امام احمد رضا (مبسوط)

ڈاکٹر صاحب نے ان کتابوں کے ماخذ و مراجع کے لئے پانچ سو سے زائد کتب و رسائل اور اخبارات دستیاب کر لیا ہے۔ حیات امام احمد رضا (مختصر) لکھنوٴ سے کثیر تعداد میں شائع ہونیوالا اخبار قومی آواز کے ضمیمہ میں ۱۹۸۳ء میں مکمل شائع ہوئی۔ متوسط کے بعض حصص امام احمد رضا کے عکسی مخطوط کے ساتھ شائع ہو چکے ہیں۔

* * *

حافظ مبشر صاحب[1] نے ڈاکٹر صاحب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ انھوں نے شروع سے اپنی نشست زمین ہی پر رکھا۔ زمین پر سوتے بھی ہیں۔ بستر کا کوئی اہتمام نہیں کرتے۔ سوتے

---

[1] یہ ڈاکٹر صاحب کے بھتیجے اور حضرت علامہ مفتی محمد احمد صاحب قدس سرہٗ کے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔

Marfat.com

وقت اپنے سرہانے مختلف موضوع کی متعدد کاپیاں رکھ لیتے ہیں۔ ایک گھنٹہ سوتے ہیں۔ پھر اس کے بعد ایک کاپی اٹھاتے ہیں اور لکھنے بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر ایک گھنٹہ سوئیں گے۔ اور دوسری کاپی اٹھاکر لکھنے لگیں گے۔ رات کو اسی انداز میں سوتے جاگتے ملتے ہیں۔ ایک گھنٹہ کے وقفہ میں معلوم نہیں سونے ہیں یا سوچتے ہیں۔ یہی ان کا ہمیشہ کا معمول ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنی زندگی کا مقصد صرف تصنیف و تالیف اور اشاعتِ دین ہی سمجھا ہے اور یہی چیز موجودہ دور میں بہتر بھی ہے۔ آج وہی جماعت جانی پہچانی جاتی ہے جس کے پاس زیادہ سے زیادہ صحت مند لٹریچر کا ذخیرہ ہوگا۔ آج کا انسان جلسے، جلوس اور کانفرنسوں سے بیزار آگیا ہے اور اسے اب افیون کی گولی تصور کرتا ہے۔

اسی بنیادی نظریہ کے تحت اس ادارہ سے جو بھی کتاب شائع ہوگی وہ صالح اور صحت مند نظریات کی حامل ہوگی۔ اس سلسلہ میں پہلی پیش رفت موج خیال ہے جو ہندستان میں پہلی بار مارکیٹ میں آئی ہے۔

★★★

زیرِ نظر کتاب "**موجِ خیال**" ایک سو نیئس عنوان پر مشتمل پروفیسر مسعود احمد صاحب کی ادبی، علمی اور اصلاحی دلنشیں تحریر کا مجموعہ، ان کے ذوق تحریر و ادب و شوقِ اصلاح کا ایک حسین مرقع ان کے اسلوب بیان کا ایک دلکش نمونہ اور ان کی عملی زندگی کا عکس ہے۔ ہر عنوان افادیت سے بھرا، انتہائی اہم، جاندار، پرمغز اور ایمان کو جلا بخشنے والا ہے۔ تحریر کا انداز کچھ اس طرح سنجیدہ اور میانہ رو ہے کہ غیر بھی داد و تحسین سے نوازتے ہیں۔ کتاب کے مطالعہ سے یہ حقیقت بھی آشکارہ ہوگی کہ ڈاکٹر صاحب ہر بات بہت سلیس اور ناصحانہ انداز میں فکر و فہم میں نقش کرنا چاہتے ہیں۔ ہر ہر جملے میں رشد و ہدایت کی ایسی شعاع نکلتی ہے جو دل و دماغ کے گوشوں کو منور و مجلی کر دیتی ہے۔ **موجِ خیال** سے آپ پر یہ حقیقت بھی واضح ہو جائے گی کہ ڈاکٹر صاحب نے ایسا پیارا شعور پیدا کیا تاکہ نسل نو کی عقل پرستی، جدیدیت نوازی تحقیقی و سائنسی وارفتگی، اسلام کی آفاقیت اور پیغمبر اسلام کی عبقریت کا تصور دھندلا کر رہ نہ جائے۔ آپ

Marfat.com

کو اس کتاب میں حالات حاضرہ کی صحیح نباضی ملے گی۔ خلف و سلف کے سرمائے کو نئی پود تک لے جانے کے لیے ڈاکٹر صاحب نے جو شعوری دھارا پیدا کیا ہے اس کی اثر آفرینی سے پوری قوم تیز روی کے ساتھ بہرہ مند ہو رہی ہے۔

میرا جہاں تک اپنا مطالعہ ہے اس کی روشنی میں کہہ سکتا ہوں کہ کم از کم اردو زبان میں ایسی کتاب اس موضوع پر آج تک کسی نے نہیں لکھا ہے۔ ہر مکتب فکر کے انصاف پسند حضرات نے اس کا اعتراف بھی کیا ہے۔ رب قدیر ڈاکٹر صاحب کی یہ خدمت قبول فرمائے اور اس کی افادیت عام و تام کرے

* * *

پاکستان میں ہر موضوع پر نہایت تیزی کے ساتھ علمائے اہل سنت اپنا کام کر رہے ہیں۔ بفضلہ تعالیٰ چند سالوں سے ہندستان میں بھی باصلاحیت اصحاب قلم کی برکتوں سے ایک خوش گوار تحریری انقلاب برپا ہو گیا ہے۔ اسی طرح ہندستان کے متحرک و فعال علمائے کرام چین و چناں سے دامن چھڑا کر اپنی ملی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے میدان عمل میں آگئے تو انشاء اللہ الرحمان تحریری میدان میں اپنے بالمقابل ساری جماعتوں کو پیچھے چھوڑ دیں گے اللہ رب العزت کا بے پایاں کرم و احسان ہے کہ اب اہلِ سنت کا بیدار مغز طبقہ، مدارس و مراکزِ اہلِ سنت، اور مخیر حضرات نے تبلیغ دین و ملت اور اشاعت اہل سنت کا زبردست اور بے مثال کارناموں کا آغاز کر دیا ہے۔

حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب قادری نعیمی نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود اس کتاب کی اشاعت میں ایک اہم رول ادا کیا ہے۔ موصوف کو اللہ تعالیٰ نے علمی دینی اور دنیوی ہر طرح کی دولت سے نوازا ہے۔ اس دور میں جو سب سے بڑی خوبی ان کے اندر پائی جاتی ہے وہ ہے مذہب و ملت کا درد اور اشاعتِ سنیت کا جذبۂ صادق،.... ان کے دست راست حضرت مولانا قاری آفتاب صاحب (خطیب و امام تیلی محلہ مسجد) کی کاوشیں فراموش نہیں کی جاسکتیں۔

Marfat.com

اور آخیر میں **سیٹھ مصیبت خان** کا تذکرہ کیے بغیر فہرستِ احباب نامکمل رہ جائے گی۔ انھوں نے ہر طرح کا تعاون کیا اور موجِ خیال کو اشاعت کی منزل تک پہونچانے میں ان کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ اللہ رب العزت ان کو دولت دارین عطا فرمائے اور ان کی عزیز صاحبزادی نورجہاں سلمہا کے دامن کو مرادوں سے بھر دے۔ (آمین)

بجاہ حبیبہ و نبیہ سید المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین......

عبد المجید مصباحی

جمعۃ المبارک ۶/۵/۱۴۰۴ھ

باھتمام

فیض احمد فیض غازی پوری۔ جنرل سیکریٹری: انجمن فیضانِ حافظِ ملت۔

Marfat.com

حافظ ملّت کی — مساعیٔ جمیلہ کا — عظیم شاہکار

الجامعۃ الاشرفیہ

مُبارکپور

ضلع اعظم گڑھ۔ یو۔پی (ہندستان)

Marfat.com

گفتنی و ناگفتنی

کاروانِ حیات رواں دواں تھا ــــ زندگی نے ایک نئی کروٹ لی ــــ آنکھیں کھل گئیں ــــ معلوم ہوا ایک نئے جہان میں آگئے ــــ دماغ کھل گیا ــــ دل کے سوتے ابل پڑے ــــ خیالات تڑپنے لگے ــــ افکار مچلنے لگے ــــ مضامین اترنے لگے۔ ــــ اور قلم ــــ خود بخود چلنے لگا ــــ جو کچھ لکھا، لکھا نہیں ــــ لکھوایا گیا ــــ ؏

میں خود آیا نہیں لایا گیا ہوں

بے نیازانہ گذر جایئے تو دیکھتے ہوئے بھی کچھ نظر نہیں آتا ــــ نیازمندانہ قدم رکھئے تو بغیر دیکھے بھی بہت کچھ نظر آنے لگتا ہے۔ ؏

مجبوریک نظر آ، مختار صد نظر جا!

ورڈس ورتھ نے جھوٹ نہیں کہا تھا ــــ "صحرا میں ایک ننھا سا پھول بھی دیکھتا ہوں تو وہ جلوے نظر آنے ہیں کہ بے ساختہ آنکھوں سے آنسو بہ نکلتے ہیں۔"

تو جو کچھ لکھا گیا ــــ خود بخود لکھا گیا ــــ یہ کوئی تحقیقی مقالہ نہیں کہ پڑھ پڑھ کے دل اچاٹ ہو جائیں ــــ ناول وافسانہ نہیں کہ لگی چھٹ نہ سکے ــــ انقلابی تحریر نہیں کہ جذبات کو ہوا دے کر بیٹھے بٹھائے شورش پسند بنا دے ــــ ہاں اتنا بے کیف بھی نہیں کہ نہ پڑھا جائے ــــ اتنا بے فیض بھی نہیں کہ ٹھکرا دیا جائے ــــ کوئی موضوع نہیں، پھر بھی ہر موضوع ہے ؏

فانوس کے پردے میں کیا کیا نظر آتا ہے۔

شاید دورِ جدید کی ہنگامہ خیز زندگی سے یہ طرزِ تحریر ہم آہنگ ہو ــــ اب اتنی فرصت کہاں کہ ایک ہی موضوع پر گھنٹوں صرف کیجئے! ــــ جو بات کہنی ہے دو تین جملوں میں کھرے

Marfat.com

کھڑے بتا دیجیے اور بس ۔۔۔۔ اس تحریر کی اثر انگیزی کا احساس اس وقت ہوا جب ایک ادا شناس عزیز نے پڑھ کر بے ساختہ کہا: "اس کا ایک صفحہ آپ کی ساری تحقیق پر بھاری ہے" ۔۔۔۔

سبحان اللہ! ۔۔۔۔ پندرہ سولہ برس جو علمی تحقیقات میں صرف کیے وہ بے کار گئے۔

اللہ اکبر! جس کو کچھ نہ سمجھا وہی سب کچھ نکلا ۔۔۔۔ اور جس کو سب کچھ سمجھا وہ کچھ نہ نکلا۔

"موجِ خیال" کا یہ ذخیرہ "تاثرات" کے عنوان سے پہلے ماہنامہ "رشاد" (سیالکوٹ) میں نومبر ۷۲ء سے اکتوبر ۷۳ء تک شائع ہوتا رہا ۔۔۔۔ رشاد کے بند ہو جانے کے بعد جنوری ۷۴ء سے ماہنامہ "ضیائے حرم" (لاہور) میں مسلسل شائع ہو رہا ہے ۔۔۔۔ اب تک جو کچھ شائع ہوا ہے وہ اس جلد میں آپ کے سامنے ہے ۔۔۔۔ آئندہ جو کچھ شائع ہوگا اسے دوسرے ایڈیشن میں شائع کرایا جائے گا (انشاء اللہ تعالیٰ) ۔۔۔۔ یہ سلسلہ اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک بہت پسند کیا گیا ۔۔۔۔ اور اسی پسندیدگی نے طباعت واشاعت کی طرف متوجہ کیا ۔۔۔۔ اس کریم کا شکر ہے جس نے ہزار پابندیوں میں بھی فکر و خیال کو آزاد رکھا۔

میں سمجھتا ہوں اس دنیا میں جو آیا ہے اس کو خلوص کے ساتھ اپنے تجربات و مشاہدات اور محسوسات قلم بند کر دینے چاہئیں کہ آنے والوں کے کام آئیں اور جانے والے کی زندگی آنے والوں کے لئے کارآمد ہو۔ ؎ ایسا کچھ کر کے چلو یاں کہ بہت یاد رہو!

مگر اب جو اس حیرت کدے میں آتا ہے اس کو دیکھنے کی کہاں فرصت! ۔۔۔۔ پہلے دیکھو تو! اور اس دیکھنے دیکھنے ہی میں اس کا کام تمام ہو جاتا ہے ۔۔۔۔ ہزاروں آئے اور چلے گئے ۔۔۔۔ ہم بھی آئے ہیں اور چلے جائیں گے ۔۔۔۔ کوئی رہا ہے جو ہم رہیں گے! ؎

مجھ سے مت جی کو لگا کہ نہیں رہنے کا
میں مسافر ہوں کوئی دن کو چلا جاؤں گا

Marfat.com

دنیائے صحافت کا عجیب حال ہے ــــــ ایسے ایسے اخبارات و رسائل سامنے آ رہے ہیں پڑھ پڑھ کر جن سے نظریں بہک رہی ہیں ــــــ خیال بھٹک رہے ہیں ــــــ نفس پھل رہے ہیں ــــــ دل اجڑ رہے ہیں ــــــ اللہ اللہ ــــــ ع

کچھ اور آج کل کے کلیموں کا طور ہے

اس ہنگامۂ ہاؤ ہو میں دل کی بات کون سنتا ہے؟ ــــــ لیکن کوئی سنے یا نہ سنے یہ بات ہی کچھ ایسی ہے کہ کہی جاتی ہے تو بالآخر سنی جاتی ہے ــــــ انشاء اللہ سنی جائے گی ــــــ مایوس نہیں ــــــ جس کا یہ عقیدہ ہو کہ سارا عالم ایک بار مر کر جی اٹھے گا وہ اس بات سے کیسے ناامید ہو سکتا ہے کہ خوابیدہ قوم کبھی بیدار نہ ہوگی

ہاں اے جوانو! ــــــ اے ماضی کے شگوفو! ــــــ اے حال کی بہارو ــــــ اے مستقبل کے طوفانو! ــــــ سنو سنو ــــــ دل کی بات سنو!

نوا زن کن فکاں ہے اپنی آنکھوں پہ عیاں ہو جا ‏ ‏ ‏ خودی کا رازداں ہو جا خدا کا ترجماں ہو جا
ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوع انساں کو ‏ ‏ ‏ اخوت کا بیاں ہو جا محبت کی زباں ہو جا

ترے علم و محبت کی نہیں ہے انتہا کوئی
نہیں ہے تجھ سے بڑھ کر سازِ فطرت میں نوا کوئی

احقر محمد مسعود احمد

حیرت کدہ مٹھی
(ضلع تھرپارکر، سندھ، پاکستان)
۲۵ اپریل ۱۹۷۷ء

Marfat.com

چند مہینوں میں برسوں کی راہ طے کرنے والا عربی ادارہ

دارالعلوم محبوبِ سُبحانی

دارو والی چال ۔ بازار وارڈ ۔ نیومل روڈ، کرلا

بمبئی نمبر ۷۰ ۴۰۰

ھندستان

Marfat.com

فکر و خیال

فکر و خیال محشر بداماں ہیں، آن کی آن میں دنیا ادھر سے ادھر ہو جاتی ہے ـــ آبادیاں ویران ہو جاتی ہیں ـــ ویرانے آباد ہو جاتے ہیں ـــ پاکستان اسی فکر فلک رسا کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے ـــ کہتے ہیں کہ عطیۂ الٰہی ہے ـــ اس میں کیا شک ہے ـــ مگر فکر کس کا عطیہ ہے؟ اسی کا تو ہے ـــ اور اسی فکر کی کجروی عذابِ الٰہی بن کر نمودار ہوئی۔

دائرۂ فکر جتنا وسیع ہوتا ہے، ترقی کی راہیں کھلتی ہیں اور ترقی کی راہیں کیا کھلتی ہیں فرد ملت کا وقار بلند ہوتا ہے ـــ اوج ثریا تک پہنچتا ہے ـــ اسلام نے انسانی فکر کا دائرہ جتنا وسیع کیا ہے، شاید ہی کسی نے کیا ہو ـــ نوع انساں پر یہ خدا کا عظیم احسان ہے لیکن یوں محسوس ہوتا ہے کہ انسان فطرۃً احسان فراموش واقع ہوا ہے۔

قدم قدم پر انسان بھٹکتا گیا' قدم قدم پر رہنمائی ہوتی رہی ـــ قربان جایئے اس رحیم و کریم کے! ـــ ایک فرد نے دوسرے فرد کو نیچا دکھایا' ایک خاندان نے دوسرے خاندان پر فوقیت جتائی ـــ ایک زبان والے نے دوسرے زبان والے کو ہیچ جانا ـــ ایک رنگ والے نے دوسرے رنگ والے سے نفرت کی ـــ لیکن قربان جایئے اس پیکر قدسی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جس نے کسی کو حقارت سے نہ دیکھا ـــ جس نے سب کی عزت افزائی کی ـــ جس نے سب کو اپنا جانا اور ببانگ دہل اعلان فرمایا کہ ''آج سے نہ عربی کو عجمی پر فخر ہے' نہ گورے کو کالے پر' سب اللہ کے بندے ہیں' سب مٹی سے بنے ہیں' ہاں مکرّم وہ ہے جو سب سے زیادہ اپنے خدا کی مرضی پر چلا اور حق بندگی ادا کیا'' ـــ یہ آواز کیا گونجی' فکرِ انسانی ـــ

Marfat.com

جو سمٹی سمٹی سی تھی، پھیلنے لگی اور پھیلتے پھیلتے فضائے بسیط پر چھا گئی۔

زبان و دل

بہت سے دل، زبان سے قریب ہیں اور کچھ دل زبان سے دُور —— بہت دور، یہ دوری بڑی مہلک ہے —— یہ لوگ مریض ہیں —— ان کو شفقت کی ضرورت ہے —— ان کو پیار کی ضرورت ہے —— ان کو خلوص کی ضرورت ہے۔ شفقت نہ ملے گی، پیار نہ ملے گا، خلوص نہ ملے گا، دیوانے ہو جائیں گے —— تباہ کر دیں گے —— تباہ ہو جائیں گے —— ہاں امراضِ روحانی کے معالجو! ذرا ہمّت کرو اور ان بیماروں کی خبر لو۔

قلبِ مسلم

مومن کا قلب بڑا وسیع ہوتا ہے، کائنات سے بھی زیادہ وسیع ع

مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق

—— وہ صفحۂ روزگار پر خلیفۃ اللہ ہے —— کوئی معمولی بات نہیں —— وہ مسجودِ ملائک ہے —— کوئی کھلونا نہیں —— وہ صفاتِ الٰہیہ کا آئینہ ہے، وہ جبّار و قہّار ہے، وہ رحیم و کریم ہے —— وہ ظالموں کے لئے جبّار و قہّار ہے اور مظلوموں کے لئے رحیم و کریم —— بلکہ اس کے دامن میں گنہ گار و سیہ کار، خطا کار و زیاں کار، سب ہی پناہ لیتے ہیں —— پس جس کی فطرتِ سلیمہ اس رحم و کرم کی آئینہ دار ہو —— جس کے دامن میں چور بھی پناہ لیں وہی خلیفۂ برحق ہے —— اہل اللہ کے حالات پڑھیں گے، یہ نمونے نظر آئیں گے —— جابرانِ وقت کے ہاں یہ بات نہیں —— سعادت مند وہ ہیں جو ان نمونوں سے روشنی حاصل کریں اور جوئے کم آب کو محیطِ بیکراں بنا لیں۔

امن و امان

امن و امان کی فضا، اخوّت و محبّت کی فضا صنعتوں سے قائم نہیں ہوتی —— اس کی اہمیت تسلیم —— مگر یہ فضا دماغ کی جلا اور دل کی صفائی سے قائم ہوتی ہے، اسی لئے قرآن کریم نے بعثتِ نبوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام) کے مقاصد یہ بتائے کہ قلب و ذہن کا تزکیہ اور تطہیر کی جائے، کتابِ مبین سکھائی جائے، حکمت و دانائی بتائی جائے —— اگر مقصد کسی قسم کی مادّی ترقی ہوتا —— جس سے ہرگز ہرگز قلب و نظر کو سکون نہیں ملتا —— تو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں چھوٹی چھوٹی صنعتیں قائم کی جاتیں —— دورِ نبوی میں

Marfat.com

دنیا بغیر صنعت کے نہ تھی، اور اہل عرب کی معاشی حالت بھی کچھ زیادہ اچھی نہ تھی، اس لیے کچھ نہ کچھ تو کیا جاتا ـــ مگر اس سلسلے میں کچھ نہ کیا گیا، کوئی انڈسٹری قائم نہ کی گئی، صرف ایک انڈسٹری قائم کی اور وہ دل کی انڈسٹری تھی جس نے آگے چل کر خانقاہوں کی صورت اختیار کر لی، دلوں کو روشنی ملی، آنکھیں کھل گئیں ـــ پیٹ کی آگ نہیں بھڑکائی گئی، شمع دل فروزاں کی گئی کہ شب کی تاریکیاں دور ہو جائیں، صبح کا اجالا نمودار ہو جائے۔

فتنہ انگیزی

فتنے یوں ہی پیدا نہیں ہوتے، آگ دشمنوں کے لگائے سے لگتی ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ غیر شعوری طور پر اپنوں کے لگائے سے بھی لگ جاتی ہے ـــ اس لئے ہر فتنے کو دشمن کے سر تھوپنا دانش مندی نہیں ـــ دانش مندی یہ ہے کہ فتنوں کے اسباب و علل پر غور کیا جائے اور ان کا خلوصِ دل سے سدِّباب کیا جائے ـــ محض تقریروں یا تحریروں سے فتنے نہیں دبا کرتے اس کے لئے بڑی پامردی، بڑی استقامت، بڑا اخلوص، بڑی دل سوزی، بڑی دل داری کی ضرورت ہے ـــ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیا؟ پہلے برائیوں کا سدِّباب کیا ـــ کسی برائی کو سر اٹھانے نہ دیا، پوری طرح سرکوبی کی ـــ میدان صاف ہو گیا ـــ نیکیاں پھیلتی چلی گئیں ـــ ہمارا حال عجیب ہے اور سمجھ سے بالاتر، پرہیز نہیں کرتے، علاج کی بات کرتے ہیں ـــ مگر پرہیز شرطِ اول ہے ـــ زندگی کی ہر منزل اور ہر شعبے میں پرہیز کی ضرورت ہے ـــ بغیر پرہیز زندگی محال ہے ـــ آزادیاں معقول پابندیوں میں پنپتی ہیں، اور یہ پابندیاں پرہیز نہیں تو اور کیا ہیں؟ ـــ آؤ آؤ! حکیمانہ فکر کے ساتھ پرہیز شروع کریں، صحتِ ملی کو برباد نہ کریں۔

بہت سے ایسے ملیں گے کہ جب برائیوں کے اسباب و علل کی نشاندہی کی جائے اور ان سے یہ کہا جائے کہ نیکیاں پھیلانی ہیں تو پہلے ان کا تدارک ضروری ہے ـــ جواب ملے گا کہ اس میں کیا حرج ہے؟ ـــ یہ بھی ہوتا رہے، وہ بھی ہوتا رہے ـــ لیکن جب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہزار پابندیاں لگا کر اپنا مشن پورا کیا (اور دنیا کے کسی مصلح نے بغیر پابندیاں

Marfat.com

لگائے اصلاح کا کام نہیں کیا) تو پھر ہم بغیر پابندیاں لگائے اس مشن کو کیسے آگے بڑھا سکتے ہیں ؟ ـــــ شیطان کو پابند کرنا ہوگا، رحمان کی بات جب ہی چل سکتی ہے ـــــ ہر فرد ذمہ دار ہے، ہر فرد کو محاسبے کی ضرورت ہے

جہانبانی

فقیر بھی گھر کر لیتا ہے، امیر بھی گھر کر لیتا ہے ـــــ بات گھر کرنے کی نہیں، گھر کو رشکِ جنت بنانے کی ہے ـــــ جہاں سکون ہی سکون ہو، جہاں قرار ہی قرار ہو ـــــ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فقیرانہ بسر کی مگر گھر کو رشکِ جنت بنا دیا ـــــ جہاں امن وامان کے چشمے ابل رہے تھے ـــــ اور اس فقیری میں وہ رعب ودبدبہ کہ ہزار زرق برق خلعتیں اور توپ وبندوق کی سلامیاں وہ بات پیدا نہ کرسکیں، جگر نے کیا خوب کہا ہے ؎

ظاہر میں غریب الغربا پھر بھی یہ عالم
شاہوں سے سوا سطوتِ سلطانِ مدینہ

اللہ اللہ اپنے غلاموں کو کیا اندازِ خسروی سکھایا ہے ـــــ ایسی فقیری پر جہان شاہی قربان ـــــ جس کو اس فقیری کی لذت مل گئی، پھر وہ کسی طرف نظر بھر کے بھی نہیں دیکھتا

روس کو اپنے مثالی معاشرے پر بڑا گھمنڈ ہے مگر یہاں بھی وہ بات کہاں جو جنابِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا کر دی تھی ـــــ بات سے بات نکلتی ہے ـــــ جس زمانے میں روس نے پہلے پہل فضائے بسیط میں اپنا سیارہ چھوڑ کر دنیا میں تہلکہ مچا دیا تھا، نخوت وغرور نے سر اٹھایا تھا ـــــ وزیرِ اعظم خروشچیف نے کہا تھا، اور مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا تھا، ان کے دینی عقائد کا مذاق اڑا کر کہا تھا ـــــ ہم نے فضائے بسیط میں اپنے سیارے بھیجے، آسمان کا کونہ کونہ چھان مارا مگر کہیں بھی تمہاری جنت نہ ملی، ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ جنت وہی ہے جو ہم نے بنائی ہے ـــــ اس کا جواب ایک غیور مسلمان عالم نے خروشچیف کے نام مراسلے کی شکل میں بھیجا اور کیا خوب جواب دیا۔

"ہماری جنت وہ ہے جہاں خوف ودہشت کے سیاہ بادل نہیں منڈلاتے ـــــ سکون وطمانیت کی پھوار پڑتی ہے ـــــ جہاں غم واندوہ نہیں ـــــ زندگی ہی زندگی ہے ـــــ اور تمہاری

Marfat.com

جنت کا حال اس کے بالکل برعکس ہے۔

نکتہ چینی نکتہ چینیوں اور خردہ گیریوں سے کوئی معقول انسان نہیں سُدھرتا ـــــ اگر ایسا ہوتا تو حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے سب سے بڑے نکتہ چیں اور خوردہ گیر ہوتے (معاذ اللہ، معاذ اللہ!) ـــــ سدھار محبت کی فراوانی سے ہوتا ہے ـــــ خلوص سے ہوتا ہے ـــــ دور رہ رہ کر آوازے کسنے سے نہیں ـــــ قریب جا جا کر دلداری وغم خواری سے ہوتا ہے ـــــ اس طرزِ عمل سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے کیسے آہن صفت آنِ واحد میں پگھلائے ـــــ قرآن کہتا ہے کہ "اگر آپ کج خلق اور ترش رُو ہوتے تو نوجوانانِ عرب پروانہ وار آپ پر فدا نہ ہوتے"۔ ـــــ یہ ساری فداکاریاں خلق عظیم کی کرشمہ سازیاں ہیں۔

نیکی کی صلاحیت کس میں نہیں ہوتی؟ ـــــ مردود بہت کم ہیں، محبوب زیادہ ہیں ـــــ بات سمجھانے اور سمجھ میں آنے کی ہے ـــــ اولیاء اللہ کے حالات پڑھیئے ـــــ اللہ اللہ کیسے کیسے پیارے اور دلنشیں انداز سے اپنے مخالفوں کو سمجھایا ہے کہ سمجھ میں آگیا ہے ـــــ مگر ہمارے پاس اس متاعِ عزیز کی کمی ہے ـــــ ہم نے یہی کھویا ہے، ہم دوستوں کو دشمن بنایا کرتے ہیں ـــــ اور دشمنوں کو دشمن جاں۔

بامُراد و نامُراد جن کو اللہ نے اپنی بیکراں نعمتوں سے نوازا ہے ان کو چاہیئے کہ دوسروں کو بھی ان نعمتوں میں شریک کریں کہ اس سے محروموں کا دل بڑھتا ہے ورنہ محرومیاں اور نامرادیاں انسان کو کہاں سے کہاں لے جاتی ہیں ـــــ ان محروموں کو نامراد کہہ کر چڑانا، کفرانِ نعمت ہے ـــــ نہیں معلوم اس کی نظر میں کون محبوب ہے، کون مردود ـــــ ہمارے معیار اور ہیں، اس کا معیار اور ـــــ پس جس طرح منعم حقیقی نے تم کو نوازا ہے تم بھی دوسروں کو نوازو ـــــ قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ "وہ شخص ایمان کی بلندی پر نہیں پہنچ سکتا جو عزیز ترین شے کو راہِ جاناں میں قربان نہ کردے"۔ ـــــ ہمیں دے کر ہماری وسعتِ قلبی کو آزمایا جاتا ہے۔

Marfat.com

ــــــ ہر عطائے ربانی نعمت ضرور ہے لیکن آزمائش بھی ہے ــــــ بڑی آزمائش ــــــ بے خبر نہ رہنا چاہیئے۔ تاریخ ہمارے سامنے ہے ــــــ قدم قدم پر عبرت کدے ہیں ــــــ جو نعمت دیتا ہے وہ اس طرح چھین لیتا ہے کہ آدمی ہکا بکا رہ جاتا ہے ــــــ اے بامرادو! نامراد پر طنز نہ کرو، ان کو حقیر نہ جانو ــــــ کبھی دنیا ادھر سے ادھر نہ ہو جائے۔

خلافت و فراست

مولائے کل نے فرشتوں سے فرمایا "میں کائنات ارضی میں اپنا خلیفہ نامزد کر رہا ہوں" ــــــ فرشتوں نے عرض کیا "خدایا کیا تو اس کو خلیفہ بنا رہا ہے جو زمین میں فتنہ و فساد برپا کرے گا اور خون بہائے گا!" ــــــ فرشتوں نے غلط نہیں کہا تھا اسی لئے ان کو جھٹلایا نہ گیا بلکہ ایک آزمائش میں مبتلا کر دیا گیا ــــــ علم و دانش کی آزمائش ــــــ اور اس آزمائش میں مبتلا کر کے بتلا دیا گیا کہ خلافت و حکومت کے لئے صرف نیکی و پارسائی کافی نہیں ــــــ بصیرت و بصارت اور علم و دانش کی بھی ضرورت ہے ــــــ ہر جاہل و غبی اس لائق نہیں کہ اس کو خلافت جیسی عظیم ذمہ داری تفویض کر دی جائے ــــــ بات معقول ہے ــــــ چھوٹے سے چھوٹے عہدے کے لئے بھی ہم انسانوں کو تولتے ہیں، امتحانات ہوتے ہیں، آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے، کچھ ناکام ہوتے ہیں اور کچھ کامیاب، تب کہیں جا کر ذمہ داری سپرد کی جاتی ہے۔ ــــــ جب طریقۂ کار یہ ہے اور بہت معقول طریقۂ کار ہے تو پھر خلافت جیسی عظیم ذمہ داری علم و دانش کی آزمائش کے بغیر کیسے سپرد کی جائے ــــــ اسی لئے اقبال نے ایک مغربی مفکر کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا تھا اور غالباً اسی مشاہدے اور خیال کے تحت کہا تھا ؎

جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں، تولا نہیں کرتے

مگر جب خالق کائنات نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنایا تو علم و دانش کی ترازو میں ان کو تولا گیا اور اس طرح فرشتوں کو خاموش کیا گیا ــــــ ابلیس کا موقف یہ تھا کہ تخلیقی اعتبار سے مجھ کو آدم پر فوقیت حاصل ہے ــــــ آدم کو مٹی سے بنایا گیا ہے اور مجھ کو آتش سے ــــــ مگر اس موقف

Marfat.com

کو سختی سے رد کر دیا گیا۔

ہر انتخاب کے لئے فرزانوں کو جمع کیا جاتا ہے پھر کیوں نہ اس عظیم انتخاب کے لئے فرزانوں کو جمع کیا جائے اور فرزانوں کی بات کو نظر انداز کر کے دیوانوں کے کہے پر عمل کیا جائے، یہ بات دل کو لگتی ہے ـــــ فرزانے کی ایک بات ہزار دیوانے پر بھاری ہے ـــــ اسی لئے طریقت میں بھی سالک کو مجذوب پر برتری اور فوقیت حاصل ہے ـــــ مجذوب خود راہ پالیتا ہے، دوسروں کو راہ پر لگانا اس کا کام نہیں ـــــ مگر سالک خود بھی راہ پالیتا ہے اور دوسروں کو بھی راہ پر لگا سکتا ہے۔ اسی لئے مجذوب سے زیادہ سالک کی بات مانی جاتی ہے اور مانی جانی چاہیئے، اگرچہ مجذوب کی بات بھی کبھی کبھی تیر بہدف ہوتی ہے اور ایسی تیر بہدف کہ بس دیکھا کیجیئے۔ لیکن سالک پھر بھی سالک ہے ـــــ اس کی بات ہی کچھ اور ہے ـــــ اسی کے لئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "اتقوا فراست المومن فانہٗ ینظر بنور اللہ" (مومن کی فراست و دانائی سے بچتے رہنا کیوں کہ وہ خدا کی روشنی سے دیکھتا ہے) غالباً اسی حدیث کے مفہوم کو علامہ اقبال نے یوں بیان فرمایا ہے۔

تقدیر امم کیا ہے کوئی کہہ نہیں سکتا
مومن کی فراست ہو تو کافی ہے اشارہ

اختیار و اقتدار

انسان ناپختہ و ناتمام ہے، فانی و بے ثبات ہے ـــــ مگر پھر بھی جب کبھی اس کو عارضی اقتدار ملتا ہے اور کچھ قوت حاصل ہوتی ہے تو پھولا نہیں سماتا، کچھ بدل سا جاتا ہے اور جانے پہچانے اس کے لئے اجنبی بن جاتے ہیں ـــــ کرسی پر کیا بیٹھتا ہے کہ دماغ آسمان پر چڑھ جاتا ہے، تیور بدل جاتے ہیں ـــــ جس کے چہرے سے کبھی مسکراہٹیں پھوٹتی تھیں آج وہی چہرہ مہیب و ڈراونا نظر آ رہا ہے ـــــ ہر شخص سہما سہما معلوم ہوتا ہوتا ہے ـــــ اللہ اللہ یہ عارضی اقتدار، جس کو دے کر یہ کہہ دیا گیا کہ وقت مقرر پر چھین لیا جائے گا (یعنی ریٹائر کر دیا جائے گا) ـــــ اور کبھی وقت سے پہلے بھی چھین لیا جاتا ہے ـــــ ہاں اس عارضی اقتدار پر یہ گھمنڈ؟ ـــــ بڑی تنگ ظرفی کی بات ہے ـــــ عالی ظرف انسان وہ ہے

Marfat.com

جو اقتدار ملنے کے بعد اور دلربا ہو جائے ـــــ خدا کا شکر ادا کرے کہ مجھ جیسے انسان کو کیا سے کیا بنا دیا، مجھ جیسے ہزاروں انسان بیکس و مجبور مارے مارے پھرتے ہیں اور مجھ کو صاحب اختیار بنا کر ان بے کسوں کا سہارا بنا دیا ـــــ میں مخدوم نہیں خادم ہوں ـــــ یہ کیسی ناشکر گذاری ہو گی کہ جس خدا نے مجھے یہ عزت دی، میں اس کے بندوں سے اس طرح منہ پھیر لوں! نہیں نہیں میں فریب اقتدار کے اس پردے کو چاک کر دوں گا اور خدا کے بندوں سے فرعونوں کی طرح نہیں انسانوں کی طرح ملوں گا اور ان کے دکھ درد میں شریک رہوں گا۔

انسان نشۂ اقتدار میں چور ہو کر اس حقیقت سے آنکھیں بند کر لیتا ہے کہ رات و دن میں ایک بار وہ یقینی طور پر بیکس و مجبور بنا دیا جاتا ہے ـــــ جابر سے جابر سلطان اور عاجز سے عاجز انسان خوابِ غفلت میں سلا دیا جاتا ہے ـــــ اور پھر واحد قہار اعلان فرماتا ہے :-

"ہاں وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ و پائندہ ہے، نہ اس کو اونگھ آتی ہے اور نہ نیند۔"

سونے والے سوتے رہتے ہیں مگر وہ جاگتا رہتا ہے۔ پھر ہمارے اختیار و اقتدار کی حقیقت کیا ہے؟ جاگ جائیں تو مختار اور سو جائیں تو بیکس و مجبور ـــــ یہ بھی کوئی اختیار و اقتدار ہے؟ پھر

سہ

موت سے کس کو رستگاری ہے

آج وہ، کل ہماری باری ہے

سب انسان مشیت ایزدی کے تابع ہیں ـــــ کوئی کسی کا تابع نہیں بنایا گیا ـــــ قرآن نے جو یہ کہا ہے کہ "خدا کی اطاعت کرو، رسول کی اطاعت کرو اور تم میں جو صاحب حکومت ہو اس کی اطاعت کرو" ـــــ تو اس سے مقصود تین علیحدہ علیحدہ اطاعتیں نہیں، بلکہ مقصود و مطلوب ایک ہی اطاعت ہے اور وہ خدا کی اطاعت ہے ـــــ اسی لئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسندِ خلافت پر متمکن ہو کر یہ ارشاد فرمایا تھا اور بجا ارشاد فرمایا تھا، 84557

جب تک میں اللہ تعالٰے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کروں،

Marfat.com

تم میری اطاعت کرو، جب میں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کروں تو تم کو میری اطاعت کی ضرورت نہیں۔"

اس لئے کہ اطاعت سے مقصود بالذات انسان کی اطاعت نہیں بلکہ خدا کی اطاعت ہے ـــــ غور کرو اسلام کے اس تصوّر اطاعت نے انسان کو کتنا عالی مرتبت بنا دیا ہے ـــــ وہ انسان جو مظاہر قدرت کے آگے سر نیاز خم کیا کرتا تھا اس کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا ـــــ جب اطاعت کا یہ جذبہ پیدا ہوتا ہے تو پھر انسان اکڑنے بجائے سر جھکا کر چلتا ہے ـــــ اسی لئے قرآن کریم نے خدا کے نیک بندوں کی ایک نشانی یہ بتائی ہے کہ "جب زمین پر چلتے ہیں تو جھک کر چلتے ہیں" ہاں وہ حضرات جنہوں نے اقتدار و حکومت کے باوجود اس جذبۂ اطاعت کو سمجھا ہے، اپنے دور حکومت اور دور خلافت میں نہایت منکسر المزاج رہے ہیں ـــــ شاہی کی، لیکن فقیروں کی طرح بسر کی ـــــ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی زندگی میں بہت سے ایسے واقعات نظر آئیں گے ـــــ ایک جلیل القدر خلیفہ ہونے ہوئے بھی انھوں نے وہ کام کئے کہ آج ایک معمولی افسر اور ایک معمولی عالم بھی اپنے لئے کسر شان سمجھے ـــــ بھوکی رعیت کے لئے اپنے سر پر اناج اٹھا کر لے جانا کوئی آسان کام نہیں مگر جلال خلافت کے ہوتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کر دکھایا۔

معدلت گستری عدل و انصاف بارانِ رحمت ہے جس سے معاشرے کی کھیتی پھلتی پھولتی ہے ـــــ مگر اس کے لئے بڑے دل گردے کی ضرورت ہے ـــــ یہ کوئی آسان کام نہیں ـــــ پھر جب اپنے یا اپنے کسی عزیز کے خلاف بات آپڑے، اور بھی کٹھن ہے۔ لیکن انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ اس نازک موقع پر بھی قلم اٹھایا جائے اور جو بھی فیصلہ ہو، برملا کر دیا جائے۔ کسی کی رو رعایت نہ کی جائے ـــــ عدل فاروقی دیکھیئے ـــــ شاید دنیا ایسا عدل و انصاف نہ دیکھ سکے گی ـــــ فرزند دلبند ایک جرم میں ماخوذ ہوئے ـــــ کوڑوں کی سزا سنائی گئی ـــــ ایک دو نہیں اکٹھے اسّی کوڑے ـــــ مگر کس کو یارا کہ خلیفۃ المسلمین کے جگر گوشے پر ہاتھ اٹھائے ـــــ جب کسی نے ہمت نہ کی اور سب کی ہمت جواب دے گئی تو اپنے ہاتھ میں کوڑا لیا اور لخت جگر پر پے در پے مارنا

Marfat.com

شروع کر دیا ـــــ دیکھنے والوں کے دل دہلے جاتے تھے مگر دستِ فاروقی رکنے کا نام نہ لیتا تھا ـــــ ادھر اسیّ کوڑے پورے ہوئے اور ادھر فرزندِ دلبند جاں بلب ہوئے ـــــ اپنے زانو پر سر رکھا کہ اب یہ گنہگار نہیں، سزا نے اس کو مصفّٰے و مجلّےٰ کر دیا ہے ـــــ مگر دیکھتے ہی دیکھتے روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی ـــــ اللہ اللہ شریعت کی پاسداری ہو تو ایسی ہو ـــــ کیا تاریخ 'عالم عدل و انصاف کی ایسی نظیر پیش کر سکتی ہے؟

قرآن کریم نے عدل کا معیار یہ رکھا ہے کہ اگر فیصلہ اپنے والدین کے خلاف بھی ہو تو ذرا نہ ہچکچایئے، برملا فیصلہ کر دیجئے، خواہ دشمن ہی کے حق میں کیوں نہ ہو ـــــ اپنوں کو بچا لینا اور زبردستوں کو چھوڑ دینا تقاضائے انصاف نہیں ـــــ اس طرزِ عمل سے خوشگوار اور پرامن ماحول پیدا ہو ہی نہیں سکتا ـــــ اسی لئے حضرت صدّیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسندِ خلافت پر بیٹھ کر فرمایا تھا اور کیا خوب فرمایا تھا:

"جو تم میں کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے، انشاء اللہ اس کا حق دلاؤں گا ـــــ جو تم میں قوی ہے وہ میرے نزدیک ضعیف ہے، انشاء اللہ اس سے حق لے کر چھوڑوں گا۔"

امیر المومنین کا عزم و حوصلہ دیکھئے ـــــ اے کاش معدلت گستری کی اس راہ پر ہم بھی گامزن ہو سکیں!

ـــــ عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک شریف گھرانے کی عورت نے چوری کی، جرم ثابت ہو گیا حکم دیا گیا کہ ہاتھ کاٹ دیا جائے کہ دوسروں کو عبرت ہو ـــــ دورِ جدید کی طرح وہاں زنداں کے خلوت کدوں میں سزا نہ دی جاتی تھی ـــــ کسی کو کیا خبر! ـــــ سزا عبرت بنے تو کیسے بنے؟ اسلامی سزاؤں میں یہ نکتہ پیشِ نظر رکھنا چاہیئے کہ وہاں سزا سے اصلاحِ معاشرہ مقصود ہوتا ہے ـــــ یہ سزا معاندانہ نہیں مصلحانہ ہوتی ہے ـــــ شریعت کو مجرم سے عناد نہیں ـــــ اس کے پیشِ نظر تو اصلاح اور صرف اصلاح ہے ـــــ کسی کو خلوت کدے میں اذیت پہونچا کر معاشرے کی اصلاح قطعاً ناممکن ہے ـــــ ہاں تو عرض کر رہا تھا کہ حکم دیا گیا کہ مجرمہ کا ہاتھ کاٹ دیا جائے، شریف گھرانے کی عورت تھی معمولی بات نہ تھی شرفاءِ مکہ جمع ہوئے اور دربارِ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سفارش کے لئے پہونچے ـــــ عرض کیا

Marfat.com

کہ اگر اس کو سزا دی گئی تو سارے کا سارا گھرانہ بدنام ہو جائے گا ___ معلوم ہے یہ سن کر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا، سنو! سنو! آپ نے فرمایا :-

"خدا کی قسم! اگر محمدؐ کی بیٹی فاطمہ بھی ہوتی تو اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیا جاتا۔"

اس کے بعد فرمایا اور کیا عجیب نکتہ ارشاد فرمایا :

"پچھلی قومیں اس لئے تباہ ہوئیں کہ جب ان میں کوئی با اثر انسان جرم کرتا، چھوڑ دیا جاتا، غریب و بے بس جرم کرتا، پکڑ لیا جاتا۔"

یعنی جس پر بس چلتا پکڑ لیا جاتا، بس نہ چلتا چھوڑ دیا جاتا ___ یا یوں کہیئے جس کو دل چاہتا پکڑ لیا جاتا اور جرم و سزا کے تناسب کو پیش نظر رکھے بغیر جو سزا چاہتے دے دیتے ___ یہ معدلت گستری نہیں، ہوس پرستی ہے اور عدل و انصاف میں ہوس کا مطلق دخل نہیں ___ دنیا میں جہاں کہیں عدل و انصاف کی اس طرح مٹی پلید ہو، معاشرے کا سدھرنا مشکل ہے ___ مشکل ہی نہیں ناممکن ہے اور پھر ہر فرد کا دل سے مطیع و فرمانبردار ہونا امر محال ہے ___ ایسے معاشرے میں خلوص کی جگہ ریا لے لیتی ہے، اطمینان و سکون کی جگہ خوف اور امن و امان کی جگہ فتنے۔

احتساب و اکتساب

ہر شخص اپنے اعمال کا جواب دہ ہے، ہاں سب اپنے خدا کے آگے جوابدہ ہیں ___ جو قدم قدم پر یہ خیال رکھے گا وہی کچھ پائے گا ___ اگر جوابدہی اور محاسبہ کا کھٹکا نہ رہے تو انسان فرعون بے سامان بن جائے اور فیل بے مہار کی طرح ہر کس و ناکس کو روندتا پھرے ___ نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کون پاکباز و معصوم ہو گا مگر دیکھو وہ بھی محاسبے اور جوابدہی کے خوف سے لرزاں و ترساں ہیں ___ اپنے خدا ہی کے سامنے جوابدہ نہیں ___ عالی ظرفی تو دیکھو کہ اپنے جاں نثاروں کے سامنے بھی جوابدہ ہیں، جو کہتے ہیں کر دکھاتے ہیں ___ باتوں سے دلوں کو رام نہیں کیا جا سکتا، یہ بات تو عمل سے پیدا ہوتی ہے۔

دنیا سے کوچ فرما رہے ہیں ___ وقت آپہنچا ہے ___ جاں نثاروں سے الوداعی ملاقات ہو رہی ہے ___ ایک ہی مجلس میں آقا اور غلام بیٹھے ہیں ___ آقا فرما رہے ہیں ___ "اگر کسی کے

Marfat.com

ساتھ کچھ زیادتی ہوگئی ہو تو میں حاضر ہوں، بدلہ لے لے!" ـــــ یہ آواز کیا آئی کلیجے پھٹ گئے، آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے ـــــ مگر ایک گوشے سے ہمت کر کے ایک غلام آگے بڑھتا ہے ـــــ حاضرین سکتے میں رہ گئے ـــــ وہ غلام آقا سے مخاطب ہو کر کہتا ہے:

"ایک دن آپ کے دست مبارک سے میری پیٹھ پر چابک لگا تھا"

فرمایا:-

"آؤ بدلہ لے لو!"

غلام آگے بڑھتا ہے ـــــ حاضرین حیرت زدہ ہیں کہ یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے، غلام آقا کے قریب پہنچتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ "جس وقت چابک لگا تھا میری پیٹھ ننگی تھی ـــــ آقا اپنا پیراہن الٹ دیتے ہیں ـــــ پیراہن الٹنا تھا کہ غلام نے آگے بڑھ کر مہر نبوت کو چوم لیا اور کامیاب و کامران الٹے پاؤں واپس آ گیا آپ نے دیکھا آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کچھ کر کے دکھا دیا دنیا کے کسی آقا نے نہ دکھایا ہوگا ـــــ کس کی مجال جو اس رؤف و رحیم سے بدلہ لے مگر نہیں وہ اپنے بدلہ لینے والوں کیلئے بھی رؤف و رحیم ہیں۔

بیعت الرضوان کے موقع پر کیا کچھ نہ ہوا ـــــ معاہدے کے نکات پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سخت اعتراض فرمایا اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی ترش روئی اور تلخی کے ساتھ سوال و جواب کئے جس کا ہمیشہ ان کو قلق رہا ـــــ مگر قربان جایئے اس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے، اپنے جانثاروں کا کیسا لاڈ و پیار کیا! کوئی کر کے تو دکھائے!

کچھ نہ فرمایا بس یہی فرمایا کہ جو کچھ کیا گیا، درست ہے ـــــ الٹے قدموں مدینہ لوٹے، تھوڑی دور گئے ہوں گے کہ سورۂ فتح نازل ہوئی اور یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا تھا بجا و درست تھا ـــــ وحیِ الٰہی نے معاہدے کی توثیق کر دی اور دنیا والوں کے کانوں نے فتح و نصرت کے شادیانے بجتے بھی سنے ـــــ مگر فتح ہوا اور اس شان سے فتح ہوا کہ بس دیکھا کیجئے۔

جواب دہی اور محاسبے کے لئے ہر وقت تیار رہنا اور فرعونِ بے سامان نہ بننا ایک انسان کی

Marfat.com

سب سے بڑی خوبی ہے اسی لئے انسانِ کامل علیہ السلام کی حیات مبارکہ کا یہ پہلو نہایت تابناک ہے ـــــ ان کے غلاموں کا حال پڑھئے' یہاں بھی عکسِ جاناں نظر آتا ہے ـــــ خلیفۃ المسلمین حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدعا علیہ کی حیثیت سے مدینے کی عدالت میں حاضر ہیں اور دنیا کو بتا رہے ہیں کہ دنیا کا بڑے سے بڑا انسان اپنے خدا کے سامنے بھی جوابدہ ہے اور عدالت کے سامنے بھی ـــــ وہ معصوم نہیں' اگر جوابدہی کا یہ کھٹکا نہ لگا رہے تو پھر قوت و اقتدار ملنے کے بعد انسان کے جو جی میں آئے کرتا پھرے' کوئی روک ٹوک نہ ہو ایسے انسان کے پاس لوگ کھنچ کھنچ کر نہ آئیں گے بلکہ ڈر ڈر کے بھاگیں گے کہ کہیں پکڑ نہ لے۔

دلوں کو جیتنا بہت مشکل ہے ـــــ یہ بات اسی وقت پیدا ہو سکتی ہے جب ٹھنڈے دل سے دوست دشمن سب کی سنے اور ہر وقت ہر ایک کے سامنے جواب دہی کے لئے تیار رہے خصوصاً اپنے رفیقوں اور غمخواروں کے سامنے ـــــ جسموں پر حکومت کرنا بہت آسان ہے مگر تیر و تفنگ کے ذریعہ جسموں پر حکومت کرنے والے مٹ گئے اور تلخ یادیں چھوڑ گئے ـــــ ہاں دلوں پر حکومت کرنے والے نہ مٹ سکے کہ ان کی یادیں اب بھی بہارِ جسم و جاں ہیں۔

معلّم و متعلّم

خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ نے فرمایا تھا :- ۵

مدرسہ یا دیر تھا یا کعبہ یا بت خانہ تھا !

ہم سبھی مہمان تھے اک تو ہی صاحب خانہ تھا

لیکن اب کایا پلٹ چکی ہے' مکتب و مدرسے میں خدا کی میزبانی اور ہماری مہمانی ختم ہو چکی ہیں' وہ ماحول نہیں' وہ فضا نہیں جس میں انسان بنتے تھے ـــــ شاندار عمارتیں' عمدہ فرنیچر' نصاب دیکھو تو بے مصرف استاد دیکھو تو بے فیض' انسان بنے تو کیوں کر بنے ؟

پہلے ہر تعلیمی ادارے کا ایک مزاج ہوتا تھا ـــــ طالب علم اسی مزاج سے جانا پہچانا جاتا تھا ـــــ پاک و ہند کے طول و عرض پر نظر ڈالئے اور مختلف ممتاز تعلیمی اداروں کا جائزہ لیجئے' یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں نظر آئے گی ـــــ لیکن اب کسی ادارے کا کوئی مزاج نہیں' تقریباً سب کے مزاج خراب ہیں ـــــ جب نصاب کی تدوین میں بصیرت و بصارت کو نظر انداز کر دیا گیا ہو' جب استاد

Marfat.com

خلوص و محبت سے مبرّا ہو تو پھر یہی کچھ ہوگا ـــــ فکر و نظر میں انقلاب کی ضرورت ہے، جذبۂ ایثار کی ضرورت ہے تاکہ ہم کچھ کر سکیں اور پھر کچھ بن سکیں۔

ایک شریر، شوخ و چنچل طالب علم تحصیل علم کی منزلوں سے گذر کر جب استاد بنتا ہے تو اس کو معلمی کے پرانے معیاروں سے پرکھا جاتا، اور پرانے پیمانوں سے ناپا جاتا ہے ـــــ مگر یہ قطعاً ناممکن ہے کہ ایک شوخ چشم چشم زدن میں سنجیدہ و بردبار، پیکر صدق و صفا اور مجسمۂ اخلاق و با وفا بن جائے ـــــ اس کے لیے مسلسل ریاضت کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے ایک ایسے ادارے کی ضرورت ہے جہاں نہ صرف مفید تعلیم حاصل کی جا سکے بلکہ اس کے علاوہ بھی اور کچھ حاصل کیا جا سکے۔

غالباً دورِ جدید کے معلم و متعلم کی بدحالی کو دیکھ کر علامہ اقبال نے کہا تھا ؎

اہل دانش عام ہیں کم یاب ہیں اہل نظر
کیا تعجب ہے کہ خالی رہ گیا تیرا ایاغ
شیخ مکتب کے طریقوں سے کشادہ دل کہاں
کس طرح کبریت سے روشن ہوں بجلی کے چراغ

کہتے ہیں کہ طالب علم روحانیت کا مستحق ہے ـــــ بیشک مخصوص رعایتوں کا مستحق ہے ـــــ مگر وہ معاشرے کا ایک فرد ہے ـــــ اس کو وہ ساری ذمہ داریاں پوری کرنی ہیں جو اس پر عائد ہوتی ہیں بلکہ بدرجۂ اتم کہ وہ علم و دانش کی راہ پر گامزن ہے ـــــ وہ امام معصوم نہیں مگر عملاً ہوتا یہ ہے کہ اس کا جرم، جرم نہیں، ـــــ اس کی گستاخی، گستاخی نہیں ـــــ اس کی بدخلقی، بدخلقی نہیں ـــــ اس کی بے ادبی، بے ادبی نہیں ـــــ غرض اس کا کوئی گناہ، گناہ نہیں ـــــ یہاں لغت الٹ جاتی ہے ـــــ ذرا غور تو کرو یہ طرز فکر کہاں تک درست ہے؟ ـــــ عقل و شعور اس کی نفی کرتے ہیں۔

ایک وہ زمانہ تھا کہ جب طالب علم کے متعلق یہ سوچا بھی نہ جا سکتا تھا کہ وہ مجرم، بدخلق، بے ادب اور گستاخ ہو سکتا ہے ـــــ لیکن اب حال یہ ہے کہ لوگ ان کی شرارتوں، بدخلقیوں سے ان کو پہچانتے ہیں ـــــ جہاں شریروں کی ٹولی دیکھی برملا کہہ دیا "میاں کالج کے لڑکے ہیں۔"

Marfat.com

مقامِ صدالم ہے کہ علمی شرافت و متانت یوں رخصت ہوگئی! ــــ اے یارانِ وطن آؤ یہ عہد کریں کہ ہم اس شرافت کا دامن تار تار نہ ہونے دیں گے، یہ ہماری آبرو ہے، یہ ہماری زندگی ہے۔ ــــ

تہذیب و تمدّن

تہذیب و تمدن جامد نہیں متحرک ہیں۔ یہی کیا کائنات کی ہر شے متحرک ہے۔ ہر شے انقلاب بداماں ہے ــــ خود جسم انسانی میں انقلاب پہ انقلاب چلے آتے ہیں اور انسان کو احساس تک نہیں ہوتا ــــ اور یہ انقلاب معمولی نہیں، نہایت حیرت ناک ہوتے ہیں۔

کوئی تہذیب و تمدن نہ ایک حال پر رہی ہے اور نہ رہے گی ــــ کسی ایک تہذیب سے چمٹے رہنا اور مزاج عالم کے تیور نہ دیکھنا دانائی کی بات نہیں ہے ــــ زمانہ خود مزاجوں کو تبدیل کرتا رہتا ہے اور نئے نئے راستوں پر لگاتا رہتا ہے۔

تہذیب و تمدن کی تشکیل و ترقی میں قوموں کے باہمی اختلاط کو بڑا دخل ہے ــــ اختلاط جتنا قوی ہوگا اس کی تاثیر اتنی ہی شدید ہوگی ــــ ایک تہذیب دوسری تہذیب سے اور ایک تمدن دوسرے تمدن سے متاثر ہوتا ہے۔ لینے دینے کا یہ عمل نہ معلوم کب سے جاری ہے ــــ کبھی لینے والا، دینے والے کی ہستی میں گم ہو جاتا ہے اور کبھی دینے والا لینے والے کی ہستی میں فنا ہو جاتا ہے اور کبھی لینے اور دینے والے دونوں ایک نئی آن بان کے ساتھ اٹھتے ہیں اور بڑھاپے میں جوانی کے مزے لوٹتے ہیں

تہذیب و تمدن کی علامات ہوتی ہیں ــــ لیکن جب کائنات کے ابدی اصولوں کے تحت یہ علامتیں معدوم ہونے لگیں اور نئی علامات جنم لینے لگیں تو پھر نئی علامات کو خوش آمدید کہنا چاہئے ــــ رد کرنا عقل و خرد کے منافی ہے ــــ تہذیب و تمدن خود بخود پھلتا پھولتا ہے، خود بخود پروان چڑھتا ہے مگر جس طرح کائنات کی ہر شے بالآخر موت کا شکار ہو جاتی ہے، یہ بھی موت کا شکار ہو جاتا ہے ــــ ہزاروں تہذیبیں اور ہزاروں تمدن مدفون ہو چکے، آج ہم ان کا کھوج لگا رہے ہیں ــــ اگر تہذیب ایک حالت پر رہتی، اگر تمدن کو قرار ہوتا تو کھوج لگانے کی نوبت نہ آتی۔

تہذیب و تمدن کے معاملے میں انسان کو وسیع النظر ہونا چاہئے، دوسروں کی تہذیب و تمدن

Marfat.com

کا بھی احترام کرنا چاہیئے ــــــ یہ بات احترام انسانیت ہی کے ذیل میں آتی ہے۔ اپنی تہذیب و تمدن کو معیار شرافت و ایمان بنا لینا دانش مندی نہیں ــــــ زندگی میں ہم وہ ہزاروں چیزیں چھوڑ دیتے ہیں جو دوسروں کو مرغوب ہیں اور وہ ہزاروں چیزیں پسند کرتے ہیں جو دوسروں کو ناپسند ہیں، ردّ و قبول کا یہ جذبہ فطری ہے، پھر تہذیب و تمدن کے معاملے میں اس فطری اصول کو نظرانداز کر کے اپنی تہذیب و تمدن اپنانے پر دوسروں کو کیوں مجبور کریں؟

ایک مسلمان کو اپنی تہذیبی اور تمدنی رفتار کو شریعت کی حدود میں رہ کر قائم کرنا ہوگا، یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں، مثلاً لباس کے متعلق عرض کیا جاتا ہے، اس کے لئے شریعت نے دو اصول قائم کئے ہیں:

۱۔ عورت اور مرد دونوں کے لئے جسمانی حدود اور آداب مقرر کر دیئے، ان حدود میں رہ کر جو لباس پہنا جائے گا، شریعت کی نظر میں محمود و مرغوب ہوگا لیکن دوسری شرط کا ہونا ضروری ہے

۲۔ اس لباس کو اپنانے سے اس کی (اس خاص علاقے میں جہاں وہ رہتا ہے) ملّی اور مذہبی انفرادیت مجروح نہ ہوتی ہو، یعنی یہ لباس پہن کر بہر حال وہ مسلمان معلوم ہوتا ہے۔

اس معیار کو سامنے رکھ کر ہم کوئی بھی لباس اپنا سکتے ہیں ــــــ کسی کو کسی پر جبر کا اختیار نہیں دیا گیا ــــــ جب دین جیسی عظیم اور عرفانی حقیقت کو اپنانے میں جبر کو روا نہ رکھا گیا ہو تو پھر تہذیب و تمدن جیسی عارضی اور فانی چیز کو اپنانے میں جبر کیسے روا رکھا جا سکتا تھا ــــــ جو لوگ اس معاملے میں جبر یا تنگدلی سے کام لیتے ہیں، ان کو عقل اور شریعت کی روشنی میں اپنی اصلاح کرنی چاہیئے اور ایک ایسے قانون کو جو فطرت انسانی کے عین مطابق ہے، محدود کر کے فطرت انسانی کا حریف نہ بنانا چاہیئے۔

زبان و بیان

خدا نے زبان دی ــــــ دیکھنے میں پارۂ گوشت سے زیادہ کچھ نہیں مگر زمانے پر حکمراں ہے ــــــ زبان ہی نہیں دی، بولنا بھی سکھایا اور ساتھ ہی بولنے کا سلیقہ بھی بتایا ــــــ چرند و پرند سب ہی اپنی اپنی بولیاں بولتے ہیں مگر بولنے بولنے میں فرق ہے۔ ان کا بولنا اور ہے اور انسان کا بولنا اور ــــــ شاید دنیا بھر کے ایک ہی جنس کے چرند و پرند کے اشاروں کنایوں میں یکسانیت پائی جاتی ہو مگر نوع انسان کی زبان اور بولیوں میں وہ رنگا رنگی ہے کہ

Marfat.com

بس دیکھا کیجئے ـــــ اس بوقلمونی کو خالق کائنات نے اپنی نشانیوں میں شمار کیا ہے۔

سب زبانیں قدرتِ الٰہی کی نشانیاں ہیں فطری ہمہ گیری اور قومی و مذہبی افادیت کے تحت ان کی قدر کی جانی چاہیئے ـــــ اس میں سب کا بھلا ہے اور جس میں سب کا بھلا ہے وہی منظورِ خدا ہے ـــــ آفتاب بھی ہے، ماہتاب بھی ہے اور ستارے بھی ہیں، سب کا رنگ و روپ جدا جدا ہے ـــــ سب کی کشش الگ الگ ہے ـــــ وہ ستاروں کا پرستار نہیں جو ماہتاب کا منہ نوچ رہا ہے ـــــ وہ ماہتاب کا دلدادہ نہیں جو آفتاب کے چہرے پر خاک ڈال رہا ہے ـــــ جس کو اللہ سے پیار ہے اس کو ان تمام مظاہر سے بھی پیار ہونا چاہیئے اور جس کو خدا سے پیار نہیں وہ جہاں بھی چاہے چلا جائے۔ ''فانفذوا لاتنفذون الا بسلطان''۔

اس عالم رنگ و بو میں جب انسان آنکھیں کھولتا ہے تو ہر شے اپنی طرف کھینچتی نظر آتی ہے ـــــ زبانِ وطن، لباسِ وطن، در و دیوارِ وطن، ابنائے وطن ـــــ نوع انساں کے دل میں ان کی حفاظت اور ان سے پیار و محبت کا فطری جذبہ موجود ہے ـــــ بیشک ان سب کی پاسداری ہونی چاہیئے مگر اجزا کی حفاظت میں کل سے بے خبر نہ رہنا چاہیئے ـــــ دانش مندی وہی ہے جو اجزا کی حفاظت کرتا ہے مگر اس کے سر میں کل کی تعمیر کا سودا بھی رہتا ہے ـــــ ہاں بے خبر ہوئے تو پھر جس جنت کا خواب دیکھ رہے ہو وہ جنت نہ دیکھ سکو گے ـــــ دنیا ایک جہنم بن جائے گی، جہاں دیکھنے کو تو جنتی نظر آئیں گے مگر ان کے قلب و دماغ میں ماءِ حمیم کھول رہا ہوگا ان کی زندگی بظاہر طربناک و تابناک نظر آئے گی مگر حقیقت میں نہایت کربناک اور المناک ہوگی۔

دین و اسلام

چھبیس ستائیس سال پہلے کی بات ہے ریاست الور (راجپوتانہ بھارت) کے ایک دیہات میں جانا ہوا، ایک مسلمان میواتی سے پوچھا ''کلمہ جانتے ہو''؟ کہا ''نہیں!'' دریافت کیا ''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جانتے ہو؟'' جواب ملا کہ ''محمد رسول اللہ کو تو نہیں جانتے، مسلمان ضرور ہیں'' ـــــ سبحان اللہ! دیکھی آپ نے شان ایمان عمارت موجود، بنیاد غائب ـــــ ایسی حیرت انگیز تعمیر تو شاید کسی نے نہ دیکھی ہوگی۔

Marfat.com

عہد نبوی (علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) میں جب چند مشرکینِ عرب مسلمان ہوئے اور انھوں نے کہا "آمنا" (ہم ایمان لائے) تو فوراً وحیِ الٰہی نے ٹوکا اور ہدایت کی کہ "آمنا" نہ کہو "اسلمنا" کہو ــــ اسلام لانے اور ایمان لانے میں بڑا فرق ہے ــــ ایمان لانے کے لئے گہرے مشاہدے و مطالعے کی ضرورت ہے، بصیرت و بصارت کی ضرورت ہے، تزکیۂ نفس و قلب کی ضرورت ہے، دل میں بات اترنے کی ضرورت ہے، تب جاکر وہ خود باختگی اور خود سپردگی پیدا ہوتی ہے جو جان ایمان ہے۔ اور جب تک یہ بات پیدا نہیں ہوتی، ایمان کی حلاوت محسوس نہیں ہوسکتی ــــ ہاں زبان سے کسی اصول کو اپنا لینا کچھ اتنا مشکل نہیں ــــ اسی لئے قرآن کریم نے مومن اور مسلم میں فرق کیا ہے اور یہ معمولی فرق نہیں، غیر معمولی ہے ــــ اتنا ہی فرق ہے جتنا دل و زبان میں ہے۔

آج ہم اپنے حال کا جائزہ لیتے ہیں تو دیکھ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے۔ "آمنا" والی بات تو بڑی بات ہے "اسلمنا" والی بات بھی پیدا نہیں ہوئی ہے ــــ کچھ اس میواتی کا سا حال ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ جانتے ہوئے بھی خود کو مسلمان سمجھتا تھا ــــ خدا اور رسول کی کوئی بات بھی اچھی نہیں لگتی، نماز روزے سے جی چراتے ہیں، دام اغیار میں گرفتار ہیں اور خوش ہیں ــــ کوئی ایسا گرفتار نہ دیکھا جو اتنا خوش و خرم ہو ــــ شاید چشم عالم نے بھی نہ دیکھا ہو۔ اس خود فریبی پر ہزار حیف کہ گرفتاریوں کو آزادیوں پر ترجیح دے رہے ہیں اور اب تو یہ امید بھی نظر نہیں آتی کہ یہ خود گرفتار رہا ہو کر آشیاں کی طرف لوٹ جائیں گے۔

ــ کنج قفس میں لطف ملا جن کو وہ اسیر
چھوٹا بھی گر تو پھر نہ سوئے آشیاں گیا

ذات و کردار

اسلام کو انسان کی ذات سے دشمنی نہیں، ذات سے دشمنی کیسے ہوسکتی ہے کہ وہ اس خالق کل کا پیغام ہے جس نے خود ذات کو پیدا کیا ہے ــــ اسلام کو صرف اور صرف انسان کے کردار سے غرض ہے اور وہ بھی خود انسان کی اپنی منفعت کی خاطر ــــ یہ نہایت معقول بات ہے جو اس دور میں بھی نہیں پائی جاتی جس کو عقل و حکمت کا دور کہا جاتا ہے، جس کو ترقی کا دور کہا جاتا ہے ــــ اور ہاں یہ لفظ 'ترقی' بھی ایک معمہ ہے ــــ اے کاش کہ ہم اس

Marfat.com

کے صحیح معنی و مفہوم سمجھ سکتے!

اس ترقی یافتہ دور میں بھی ایسی مثالیں مل جائیں گی ـــــ ایک نہیں ہزاروں ـــــ جہاں ذاتی دشمنی کی بنا پر انسانوں کو لوٹا کھسوٹا اور مٹا دیا گیا ـــــ مگر اسلام اس لوٹ کھسوٹ کی اجازت نہیں دیتا، وہ اصلاح فکر و خیال اور اصلاح کردار کا داعی ہے ـــــ اس کی دوستی و دشمنی ـــــ بلند خیالی و پست خیالی اور بلند کرداری و بدکرداری کی بنیاد پر ہے ـــــ جہاں فکر و خیال کی اصلاح ہوئی، سارے امتیازات مٹ گئے اور ؎

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

اور یہ بات صرف کہی نہیں گئی بلکہ کر کے بھی دکھا دیا گیا ـــــ آقا و غلام کو یکجا بٹھا دیا گیا ـــــ بلکہ دنیا نے یہ بھی دیکھا کہ غلاموں کو آقاؤں کا آقا بنا دیا گیا ـــــ یہ معمولی بات نہیں کوئی کر کے بھی تو دکھائے!

جہاد کہنے کو تو کشت و خون کی ایک صورت ہے ـــــ مگر یہاں بھی محرک، ذاتی دشمنی یا جوع الارضی نہیں، وہی اصلاح کردار، اصلاح فکر و خیال ـــــ جہاد کیا ہے، نوع انسانی پر شفقت کی ایک صورت ہے ـــــ مہربانداز قہر ـــــ جہاں اصلاح فکر و خیال کی امید نظر آئی، کشت و خون سے ہاتھ کھینچا ـــــ اور ہاں یہ بتاتا چلوں کہ یہ کشت و خون جس کو جہاد کہا جاتا ہے، سفاکانہ اور بہیمانہ نہیں ـــــ اس کے آداب و اصول ہیں جس کی پابندی ہر مجاہد پر فرض ہے ـــــ بربریت کے اس دور میں بھی مجاہدوں نے پابندی کر کے دکھائی جو تہذیب کے اس دور میں مفقود ہے ـــــ عرض یہ کر رہا تھا کہ جہاد ایک عالی مقصد کے لئے کیا جاتا ہے اور وہ صرف اصلاح فکر و خیال ہے ـــــ جہاں اصلاح کی صورت نظر آئی تلواریں نیام میں چلی گئیں، کشت و خون یکلخت بند ہو گیا، دشمنوں کو معاف کر دیا گیا ـــــ نہ صرف یہ کہ معاف کر دیا گیا، ان کے گھروں کو دارالامان بنا دیا گیا ـــــ کیا چشم عالم نے فتح مکہ کا منظر نہ دیکھا جب وہ رحمتِ عالم مکہ معظمہ میں فاتحانہ اور فاخرانہ داخل ہو رہا تھا، دنیا یہ سمجھتی تھی کہ دشمنوں سے آج خوب خوب بدلے لئے جائیں گے۔ لیکن دیکھو دیکھو اس رؤف و رحیم نے وہ کچھ کر کے دکھایا جو کسی مظلوم نے

Marfat.com

ظالم پر غالب آنے اور کسی مجبور نے جابر پر غلبہ پانے کے بعد نہ کیا ہوگا! ایک عظیم اجتماع ہوتا ہے، دشمن موجود ہیں، لرزاں و ترساں ہیں، اچانک اعلان ہوتا ہے جاؤ تم سب آزاد ہو دیکھتے ہی دیکھتے گردن زدنی، کشتنی، سوختنی سب آزاد ہوگئے، سزا دینا تو بڑی بات ہے، کسی کو ٹیڑھی آنکھ سے نہ دیکھا حقیقی عفو و درگزر وہ ہے جو دشمن پر غلبہ ہو جانے کے بعد کیا جائے کسی مجبور نے جابر کو معاف کیا تو کیا کیا؟

بات سے بات نکلتی جاتی ہے، چند روز ہوئے اخبار جنگ (کراچی مورخہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۷۲ء) صفحہ ۹ کالم ۴ میں ایک خبر پڑھی، خبر کیا پڑھی آنکھیں کھل گئیں، دل روشن ہوگیا، اسلام کی حقانیت و صداقت کا نقش دل پر مرتسم ہوگیا، آیئے آپ بھی سنیئے، پڑھا تو سب ہی نے ہوگا مگر ؎

سرسری تم جہان سے گزرے
ورنہ ہر جا جہانِ دیگر تھا

"بین الاقوامی امن" کے موضوع پر قانونی کانفرنس کا اجلاس آئندہ سال اگست ۱۹۷۳ء میں آئیوری کوسٹ (افریقہ) میں ہونے والا ہے، اس کانفرنس میں تبادلۂ خیال کے لئے ایک مطالعاتی رپورٹ تیار کی گئی ہے جو دنیا کے ۱۲۰ ممالک میں بھیجی گئی ہے۔ پاکستان میں قانونی کانفرنس کی قومی کمیٹی کے چیئرمین چوہدری نذیر احمد خاں کو بھی یہ رپورٹ ملی ہے اس رپورٹ میں مغربی فضلا نے اس رائے کا اظہار کیا ہے:۔

۱۔ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو امن کا علم بردار ہے اور اپنے پیروؤں پر زور دیتا ہے کہ وہ غیر ضروری خون خرابے سے پرہیز کریں۔

۲۔ اسلام، جدید بین الاقوامی قانون کے فلسفے اور جنگ کے قانون کا پیش رو ہے۔ کئی صدیوں پہلے اس نے ایسے قوانین دئیے تھے جن میں جنیوا کنونشن اور اقوام متحدہ کا جذبہ اور روح موجود تھی۔

بلکہ بقولِ اقبال، "اسلام" "جمعیت اقوام" نہیں "جمعیتِ آدم" کا داعی ہے۔

Marfat.com

ہاں تو ذکر تھا اصلاح فکر و خیال کا، اصلاح کردار کا ــــــ قرآن کریم کا سب سے بڑا مقصد یہی ہے کہ دلوں میں انقلاب پیدا کر دے، اس لئے وہ ذاتی دشمنیوں کو نہ جنم دیتا ہے نہ فروغ تزکیۂ نفس اور عالمگیر محبت کے سوا اس کا کوئی پیغام نہیں ــــــ سارے آداب و اصول اسی ایک حرف محبت کے ارد گرد گھومتے نظر آتے ہیں ــــــ اقبال نے خوب کہا ہے ؎

یہی مقصود فطرت ہے یہی رمز مسلمانی
اخوت کی جہانگیری محبت کی فراوانی

وہ جو کچھ کہتا ہے اسی حرفِ محبت کی حفاظت کے لئے کہتا ہے جس کا منبع و سرچشمہ ذاتِ باری عز اسمہٗ ہے ــــــ وہ جسم کا نہیں، جان کا محافظ ہے ــــــ کیا جان کی حفاظت کے لئے اعضاء انسانی کاٹ کر نہیں پھینک دئے جاتے ــــــ مگر سرجن کے اس عمل کو کوئی سفاکی سے تعبیر نہیں کرتا، یہ عمل عین کرم شمار کیا جاتا ہے جو بظاہر قہر نظر آتا ہے ــــــ اسلام کی نظر میں نوع انسانی ایک جسم ہے۔ جب اس جسم میں فساد برپا ہوتا ہے تو کسی نہ کسی عضو کو کاٹنے کا حکم دیا ہے تاکہ جسم و جان دونوں محفوظ رہیں ــــــ مگر یہ قطع و برید ذاتی دشمنی کی بنیاد پر کبھی نہیں کی جاتی ــــــ اگر کی گئی تو وہ اسلام کے منشا کے قطعاً خلاف ہے۔

کروڑوں ہندو، ہندستان کی طویل و عریض سرزمین پر بستے ہیں، تنگ نظری کا یہ عالم ہے کہ خود اپنے درمیان ذات پات کی تفریق ختم نہ کر سکے ــــــ دس کروڑ انسان جن کو اچھوت کہا جاتا ہے محض اس لئے نظر سے گرائے گئے کہ وہ عالی نسب نہیں ــــــ یہ اعجوبہ بھی ہے اور المیہ بھی۔ عیسائیوں کو دیکھو قبول مذہب کے بعد بھی اغیار سے اس طرح گھلتے ملتے نہیں جس طرح ایک مسلمان گھلا ملا کرتا ہے ہر مجلس میں تفریق و امتیاز قائم رہتا ہے ــــــ یہ صرف مسلمان اور مسلمان ہے جس کے دل میں سب کی سمائی ہے ــــــ شاہ ہو، گدا ہو، فقیر ہو، امیر ہو، گورا ہو، کالا ہو، حاکم ہو، محکوم ہو، کچھ بھی ہو، فکر و خیال ہم آہنگ ہیں تو پہلو سے لگا کھڑا ہے ؎

تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

Marfat.com

آزادی یا گرفتاری

عورت کی آزادی و گرفتاری پر نہ معلوم کب سے بحث چل رہی ہے، اقبال نے بھی اس بحث و مباحثہ سے تنگ آکر کہا تھا ؎

اس راز کو عورت کی بصیرت ہی کرے فاش
معذور ہیں، مجبور ہیں، مردانِ خردمند
کیا چیز ہے آرائش و قیمت میں زیادہ
آزادیٔ نسواں کہ زمرّد کا گلوبند؟

دورِ جدید کے روشن خیالوں کا کہنا ہے کہ جو شخص کسب معاش کی مصیبتیں جھیلتا ہے اور عورت کو آرام و آسائش سے گھر میں بٹھاتا ہے، صرف گھر کے کام کاج اور خانگی ذمہ داریاں اس کے سپرد کر کے خود خارانشگافی کرتا ہے وہ ظالم ہے اور یہ عورت مظلوم ہے ـــــ اور جو شخص کسبِ معاش کی مصیبتوں میں عورتوں کو ساتھ ساتھ رکھتا ہے در بدر پھراتا ہے، حال سے بے حال کرتا ہے، اس کو عاشقانہ نظر سے نہیں تاجرانہ نظر سے دیکھتا ہے ہاں یہ شخص بڑا رحیم و کریم ہے اور یہ عورت آزاد و خود مختار ہے ـــــ ظلم و ستم اور رحم و کرم کی یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ ع

اک معمّا ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا

عورت کوئی معمولی شئے نہیں، محبوب محبوب ربّ العالمین ہے، یہ کچھ کم فخر کی بات نہیں پھر اس رحمتِ عالم سے کیسے توقع رکھی جا سکتی ہے کہ وہ عورتوں کے لئے ایک نئی رسم ستم ایجاد کرے گا؟ ـــــ تاریخ عالم پڑھو اور خوب غور سے پڑھو ـــــ عورت پہلے مظلوم تھی، اس کی مظلومیت حد سے سوا تھی، یہ اسلام اور صرف اسلام کا احسان عظیم ہے کہ اس نے عورت کو ظالموں کے چنگل سے چھڑایا ـــــ وہ مجبور و مقہور تھی، اس کو محبوب و مطلوب بنایا ـــــ اب اگر وہ محبوبیت پر مجبوری کو ترجیح دے تو اس کا کیا علاج؟

گھر میں بیٹھنے اور گھر سنبھالنے کی بات کر رہا تھا اس میں پردے کی بات بھی آجاتی ہے ـــــ یاد آیا، پیرس کے ایک فاضل ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے پیرس میں عورتوں کی ایک مجلس میں پردے کی ایک عجیب

Marfat.com

اور دل لگتی حکمت بیان فرمائی جس نے ان عورتوں کو اتنا متاثر کیا کہ بعض نے برقعے تک اوڑھنا شروع کر دیئے ــــــ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ پردے کی ایک حکمت یہ ہے کہ عورت کے حسن و جمال اور لطافت و نظافت پر آنچ نہ آنے پائے ــــــ جو اعضاء کھلے رہتے ہیں، ان کا رنگ اڑ جاتا ہے، جو چھپے رہتے ہیں ان کا رنگ و روپ قائم رہتا ہے ــــــ اللہ تعالیٰ عورت کو حسین و جمیل رکھنا چاہتا ہے ــــــ اس لئے اس کو محجوب رکھا گیا تا کہ حسن و جمال برباد نہ ہو ؎

آغوشِ صدف جس کے نصیبوں میں نہیں ہے
وہ قطرۂ نیساں کبھی بنتا نہیں گوہر

غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ بے حجابی کے ساتھ ساتھ عورتوں کا حسن و جمال کافور ہو گیا۔ اسی لئے حسن عارضی کے سامان مہیا کئے جاتے ہیں اور اس سامان پر اتنا کچھ خرچ کیا جاتا ہے کہ الامان والحفیظ! ــــــ ایک وہ حسن حقیقی ہے پسینے سے جس پر نکھار آتا ہے اور ایک یہ حسن عارضی ہے کہ پسینہ اس کے لئے پیامِ موت ہے۔

ہاں ذکر تھا آزادی و گرفتاری کا ــــــ آپ نے دیکھا کہ آزادی میں وہ بات نہیں جو گرفتاری میں ہے۔ اور دیکھا جائے تو ہر آزادی ایک معقول گرفتاری ہے اور مطلق آزادی حیوانیت سے زیادہ کچھ نہیں ــــــ ایک بات اور عرض کرتا چلوں، جس معاشرے میں اور جس ضرورت کے تحت عورتیں باہر نکلی ہیں وہ قحط الرجال تھا لیکن ہمارے ہاں مردوں کی قلت نہیں کثرت ہے۔ پھر یہ کیا تماشہ ہے کہ مرد مارے مارے پھریں اور عورتیں اپنی ذمہ داریوں کو چھوڑ کر دفتروں میں نظر آئیں۔

اقبال نے خوب کہا ہے ؎

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اسی علم کو اربابِ نظر موت

اور مشہور مؤرخ پروفیسر جے ٹائن بی لکھتا ہے:

"تاریخِ انسانی میں زوال کے ادوار وہی تھے جب کہ عورت نے گھر کو خیرباد

Marfat.com

کہہ دیا ہے ''

نگاہ تیز

نگاہ وہ ہے جو اپنے دامن میں برسوں کے مشاہدات و تجربات ایک آن میں سمیٹ لے اور نوع انسانی کو ایک طویل جدّ و جہد سے بچا کر آن کی آن میں اوجِ ثریا تک پہنچا دے۔ نوعِ انسانی کی حیرت انگیز ترقیاں اسی نگاہ سے وابستہ ہیں ـــــ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے کبھی چشمِ عالم نے ایک صدی میں یہ حیرت انگیز ترقیاں نہ دیکھی تھیں، ڈاکٹر اسپر نگر نے صحیح لکھا ہے کہ جدید تحقیق و تلاش کا اصل محرک قرآنِ عظیم ہے، اس نے دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر دیا۔

اقبال نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جو کچھ فرمایا، ہزار نعتوں پر بھاری ہے، جملہ چھوٹا سا ہے مگر دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے، اقبال نے لکھا ہے کہ آپ نے :

"انسانی مساعی کو مختصر سے مختصر کر دیا"

یعنی آن واحد میں وہ باتیں بتا دیں جو ہزار تجربات و مشاہدات اور برسوں کی کاوش کے بعد بھی معلوم نہ ہوتیں ـــــ دیکھا جائے تو نوعِ انسانی پر یہ ایک احسانِ عظیم ہے ـــــ اسی نکتے کی طرف ظفر علی خان نے اشارہ کیا ہے اور خوب کہا ہے ؎

جو نکتہ وروں سے حل نہ ہوا اور فلسفیوں سے کھل نہ سکا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

فائدے میں وہ رہے جنھوں نے صرف سیرت کو پرکھا، اس کی امانت و دیانت و صداقت کو دیکھا اور پھر جو کچھ اس نے کہا آنکھیں بند کر کے اس پر عمل کیا اور سرِ تسلیم خم کیا ـــــ سرِ تسلیم خم نہ کرتے تو دنیا یہ حیرت انگیز انقلاب نہ دیکھ سکتی کہ ایک چرواہا آن واحد میں مسندِ خلافت پر بیٹھا مسائلِ عالم حل کر رہا ہے اور دنیا اس کی ہیبت سے لرزاں و ترساں ہے (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

بے نیازی و نیاز مندی

ووٹ لینے والے ووٹ لینے کے لئے اخلاص و نیاز مندی سے پیش آتے ہیں ـــــ مطلب نکل جاتا ہے تو

Marfat.com

بے نیازانہ گزر جاتے ہیں، اس طرح منہ پھیر لیتے ہیں کہ لوگ صورت ترستے رہ جاتے ہیں ـــــ لیکن آج کل یہ بات کچھ کم نظر آتی ہے ـــــ دنیوی سیاست کے آداب یہ ہیں کہ گھر گھر جایئے، در بدر پھرئیے اپنی تعریف کیجیے، زمین و آسمان کے قلابے ملایئے، جھوٹے سچے وعدے کیجیے، عاجزی وانکساری دکھایئے، غرض منگتا جو کچھ کرتا ہے وہ سب کچھ کیجیے، آداب فقیری نہ بھولیئے ـــــ اور جب کام نکل جائے تو پھر پلٹ کر نہ دیکھیے، کوئی دیکھنے کی کوشش کرے تو اس کو اس طرح گھور کر دیکھئے کہ دم ہی نکل جائے ـــــ قریب نہ جایئے، دور دور رہیے، ہاں سڑکوں سے گزرتے وقت ہاتھ ہلا ہلا کر جاں نثاروں کو سلامی دیجیے اور خوش کر دیجیے۔

لیکن اسلامی سیاست یہ کہتی ہے کہ کسی کے پاس منگتا بن کر نہ جایئے، لوگ بلائیں اور آ آ کر منائیں تو جایئے ـــــ منہ سے کچھ نہ بولیئے، کام کر دکھایئے، اتنے قریب ہو جایئے کہ دُور سے ہاتھ ہلانے کی نوبت ہی نہ آئے، جو نعمت ملے اس میں سب کو شریک جانیئے، ہر چند مخدوم ہوں، خود کو خادم سمجھیے، ہر چند مطلوب ہوں، خود کو طالب جانیئے، موٹا جھوٹا پہنیئے، فرش خاک پر بیٹھیے اور فرش خاک پر ہی سویئے۔

تاریخ اسلام دیکھو، ہمارے اسلاف نے فرش زمین پر بیٹھ کر وہ کچھ کر دکھایا جو ہم کرسیوں پر بیٹھ بیٹھ کر بھی نہ دکھا سکے ـــــ ان کے پاس خلوص تھا، للّٰہیت تھی، وہ بندوں سے بے نیاز تھے، صرف خدا کے نیاز مند تھے، ہم خدا سے بے نیاز ہیں اور بندوں کے نیاز مند، ہم ایک ایک کے آگے جھکتے ہیں۔ وہ صرف خدا کے آگے جھکا کرتے تھے اور جو خدا کے آگے جھک گیا پھر اس کو کسی کے آگے جھکنے کی حاجت نہیں ؎

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

رسولؐ اور دشمن رسولؐ

جس سے محبت ہوتی ہے اسی کی بات مانی جاتی ہے، اسی کے طریقے کو اپنایا جاتا ہے اور نمونہ حیات بنایا جاتا ہے ـــــ

Marfat.com

یہی سیدھا سادا اصول ہے، قرآن کریم نے بھی اسی اصول مروّت اور آئینِ محبت کو پیش کیا ہے اس نے اطاعتِ رسول کا حکم دے کر رازِ محبت واشگاف کر دیا ہے ـــــ لیکن ہمارا حال عجیب ہے، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا سے گریزاں اور دشمنِ رسول کی ہر ادا پر دل و جان سے قرباں چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے، سوتے جاگتے، کھانے پینے، پہنتے اوڑھتے، رہنے سہنے، غرض کسی حال میں رسول کی اداؤں پر نظر نہیں مگر ماننے سرور ہیں، قربان جائیے اس تسلیم و رضا کے!

نہ صرف یہ کہ رسولؐ کی ادائیں نہیں بھاتیں بلکہ اب تو بات یہاں تک پہونچی ہے کہ ان اداؤں کو اپنانے کچھ شرم سی آتی ہے اور دشمن رسول کی اداؤں پر مرمٹنے کو جی چاہتا ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

یاد آیا، ایک دعوت میں شریک تھا، لوگ کھڑے ہو کر کھا رہے تھے، میں کرسی لے کر ایک طرف بیٹھ گیا، ایک عزیز نے فرمایا "آپ بیٹھ کر کھا رہے ہیں اور سب کھڑے ہو کر، شرم آ رہی ہے" سبحان اللہ! غیرت کی انتہا ہے کہ کھا میں رہا ہوں اور شرم ان کو آ رہی ہے! ـــــ احقر نے عرض کیا "جب اس بے شرم کو شرم نہیں آتی جو سنّت رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کا عملاً مذاق اڑا رہا ہے تو مجھے کیوں شرم آئے، میں تو سنت پر عمل کر رہا ہوں" ـــــ جب تک اطاعتِ رسول میں بے خودی و خود باختگی کی کیفیت پیدا نہیں ہوتی، کام نہیں بن سکتا، عاشق کہیں ہو اس کو محبوب اور صرف محبوب پر نظر رکھنی چاہیئے ـــ

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذّتِ آشنائی

ذرا مشرکینِ ہند کو دیکھو، ہزار برس ہمارے محکوم رہے اور سو برس انگریز کے مگر اپنی آن نہ چھوڑی، وہی دھوتی، وہی چوٹی، وہی سادگی، وہی ٹوپی ـــــ وزیر ہو یا فقیر، سب ایک رنگ میں رنگے ہوئے، ہم اسلام کے دعوے دار اور کرتوت ایسے کہ کافر ہندی بھی شرمائے ـــــ خدارا وہ بات پیدا کیجئے اور وہ لگن پیدا کیجئے جو انسان کو دو عالم سے بے نیاز کر کے صرف ایک طرف متوجہ کر دیتی ہے ـــــ اسی توجہ کی ضرورت ہے، اسی والہانہ جذبۂ اطاعت کی ضرورت ہے ـــ

Marfat.com

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

نصیحت و عبرت

انسان کیسی کیسی بلندیوں تک پہونچتا ہے لیکن پھر سراپا عبرت بنا دیا جاتا ہے ـــــ بادشاہ بھی ہوئے، وزیر بھی بنے، اعلےٰ سے اعلےٰ عہدے ملے، بیکراں دولت ملی، بے حد ثروت ملی لیکن ؎

آخر کار جب جہاں سے گیا
ہاتھ خالی، کفن سے باہر تھا

اللہ اللہ یہ کیسی عبرت کا مقام ہے! قدم قدم پر نصیحت و عبرت ہے ـــــ ہر جانے والا رہنے والوں کے لئے عبرت ہے لیکن کچھ ایسی آنکھیں مُندی ہیں کہ نظر ہی نہیں آتا، حدیث پاک میں انسان کی بے حسی کا کیسا عبرتناک نقشہ کھینچا ہے، فرمایا "انسان اپنے مرحوم عزیز کو سپرد خاک کر کے کچھ اس اطمینان سے واپس لوٹتا ہے کہ جیسے اسے مرنا ہی نہیں" ـــــ حالاں کہ اطمینان کیسا، دل پھٹنے کی جا ہے! شاعر نے کیسی ہائے کی ہے ؎

ہائے ظالم وہ کیا جگہ ہے جہاں
پانچ جاتے ہیں، چار پھرتے ہیں

اور ہاں اگر مرحوم، بادشاہ یا وزیر، عہدے دار یا دولت مند و جاگیر دار ہے تو ماتم رفتگاں ایک طرف جانشینی اور دولت و جاگیر سمیٹنے کے لئے پس ماندگاں لڑتے مرتے نظر آئیں گے ـــــ وہ عہدے جن پر وہ اکڑا اکڑا تھا اور وہ دولت جو گن گن کر رکھا کرتا تھا آج عبرت بنی ہوئی اس کا ماتم کر رہی ہے ـــــ پھول کھلتے ہیں اور مرجھا جاتے ہیں، قدم قدم پر عبرت کدے ہیں لیکن کوئی عبرت حاصل نہیں کرتا، عراقی نے زندگی کی بے وفائی اور دنیا کی بے ثباتی کا کیسا غمناک نقشہ کھینچا ہے اور کس دل نشیں انداز سے ـــــ!

آپ بھی سنیئے ؎

Marfat.com

رُباعی

گل صبحدم بر آشفت و بریخت
با بادِ صبا حکایتے گفت و بریخت
بدعہدیٔ عمر بیں کہ گل در دہ روز
سر برزدہ غنچہ گشت بشگفت و بریخت

یک رنگی و دو رنگی

ہمارا پورا معاشرہ دو رنگی کا شکار ہے ـــــ لیکن یک رنگی کی بات ہی کچھ اور ہے، اقبال نے خوب کہا ہے ؎

یوں ہاتھ نہیں آتا وہ گوہر یک دانہ
یک رنگی و آزادی اے ہمتِ مردانہ

ذرا غور کیجئے، ہمارے معاشرے میں ایک شخص بیک وقت دو کام کرتا ہے۔ ایک وہ جس سے رحمٰن خوش ہو اور دوسرا وہ جس سے شیطان خوش ہو۔ اس کا نام مسلمانی نہیں، مسلمانی عبارت ہے یک رنگی سے صِبْغَۃَ اللّٰہِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبْغَۃً ؟

جہاں جاتے ہیں وہاں کی سی کہتے ہیں ـــــ رقص و سرود کی محفل میں گئے، اس کے محامد بیان کئے ـــــ محفلِ قرأت میں پہنچے، قرآن کے فیوض و برکات پر روشنی ڈالی، مجلس عید میلاد النبیؐ میں گئے، سیرت نبوی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ـــــ فلمستان میں گئے، اس کی اہمیت بیان کی ـــــ ہر جگہ واہ واہ ہوئی! ـــــ ہر بول سے عیاں ہے کہ کہاں سے بول رہے ہیں اقبال نے کہا تھا ؎

یہ نغمہ فصلِ گل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

لیکن اس دور میں نغمہ لا الٰہ پابند مجلس کر دیا گیا ہے، ہر جگہ اللہ اللہ کی بانیں نہیں ہوتیں کہیں شیطان روٹھ نہ جائے۔ ریڈیو اور ٹی وی کے پروگرام کا آغاز تلاوتِ قرآن پاک سے

Marfat.com

ہوتا ہے لیکن اس آغاز کا انجام کیا ہوتا ہے ؟ کچھ نہ پوچھئے !

اور ذرا علمی اداروں پر نظر ڈالیئے ــــ یہاں بھی دورنگی کا سماں نظر آئے گا۔ غیر نصابی سرگرمیوں کے بہانے وہ کچھ ہوتا ہے جو کم از کم ایک علمی ادارے میں نہ ہونا چاہیئے ــــ مغرب میں ہوتا ہے، ہوا کرے، ہمارا قومی مزاج و کردار ہی علیحدہ ہے ــــ اس کے تقاضے مغرب سے قطعاً مختلف ہیں، مغرب کو امام نہ بنانا چاہیئے ــــ جو کچھ ہوتا ہے دیکھ دیکھ کر ہنسی آتی ہے لیکن چونکہ ہوتا چلا آیا ہے اس لئے ہوتا رہے گا ــــ ماشاء اللہ سب ہی مقلد ہیں، کوئی مجتہد نہیں کہ اجتہاد کا دروازہ بند ہو گیا ہے۔

ایک لطیفہ یاد آیا ــــ کسی دیہات میں تبلیغ دین کے لئے ایک مولوی صاحب تشریف لے گئے، مسلمانوں کو نماز کی تلقین کی، نماز کسی کو نہ آتی تھی، پڑھتا کون؟ مجبوراً مولوی صاحب نے فرمایا "میں نماز پڑھتا ہوں، جو کرتا جاؤں تم بھی کرتے جاؤ" مولوی صاحب امام بنے، نیت باندھی کھڑے ہو گئے۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ جب رکوع میں گئے تو نکسیر پھوٹ گئی ــــ دیہاتی مسجد تھی، اندر پانی کا انتظام نہ تھا، باہر کنواں تھا ــــ مولوی صاحب ناک پر ہاتھ رکھے محراب مسجد سے نکل کھڑے ہوئے سب دیہاتی ان کے پیچھے پیچھے، مسجد کے باہر جو نکلے تو ٹھوکر کھا کر گر پڑے، ان کی پیروی میں سب کو گرنا پڑا۔ سب کے چوٹیں آئیں لیکن ان دیہاتیوں نے یہیں بس کی اور یک زبان ہو کر بولے :۔

"مولوی صاحب یہ نماز تم کو مبارک ہو" یہ کہہ کر یہ جا وہ جا ــــ

اللہ اللہ یہ دہقانی ہم سے زیادہ دانا و بینا نکلے، ٹھوکر کھا کر سنبھل گئے ــــ ہمارا یہ عالم ہے کہ ٹھوکروں پر ٹھوکریں کھا رہے ہیں اور سنبھلنے کا نام نہیں ــــ بلکہ ہر ٹھوکر پر ٹھکرانے والے سے بزبانِ حال یہ کہہ رہے ہیں ؎

سینہ اس کا ہے، دل اس کا ہے، جگر اس کا ہے
تیرِ بیداد جدھر رخ کرے، گھر اس کا ہے

ہاں تو ذکر تھا کالج کی دورنگی کا ــــ اس کی غیر نصابی سرگرمیوں کا ــــ ذرا آپ بھی

Marfat.com

ملاحظہ فرمائیے:

ابتدا ہوتی ہے تیرے نام سے ـــــ حلف اٹھایا گیا، ہر ایک رکن نے اٹھایا اور اس سنجیدگی ومتانت اور خلوص و دیانت سے اٹھایا کہ بس دیکھا کیجئے! ـــــ خدا کو گواہ بنایا گیا اور پھر کام وہ کئے گئے جن سے شیطان خوش ہو جائے، سبحان اللہ! ماشاء اللہ! ـــــ پہلے مشاعرے، مباحثے، مذاکرے وغیرہ ہوتے تھے، اب بھی ہوتے ہیں مگر کم کم۔ لطف نہیں آتا، مذاقِ زمانہ بدل گیا، ڈرامہ اچھا لگتا ہے، رقص و سرود کی محفل اچھی معلوم ہوتی ہے اور اگر مغنیہ ہو تو کیا کہنا!

اور ذرا تقسیم انعامات کی تقریب کی طرف آئیے ـــــ یہاں دیکھئے کیا ہو رہا ہے، وہی جو اوپر سے چلا آرہا ہے ـــــ ایک موٹا رسا لایا جاتا ہے، ادھر استاد، ادھر شاگرد، سیٹی بجا کر دونوں کو کھینچا تانی میں مصروف کر دیا جاتا ہے ـــــ کبھی استادوں کو رعایت کر کے طلبہ خود گھسٹ جاتے ہیں اور کبھی استادوں کو گھسیٹ لے جاتے ہیں، یہ منظر دیدنی ہوتا ہے ـــــ استادوں کی دوڑ کرائی جاتی ہے ـــــ لیکن آج کل جامۂ تنگ میں دوڑنا وبالِ جان ہے ـــــ ایک مرتبہ ایک حادثہ پیش آیا، بس کیا عرض کروں، ناگفتنی ہے، غالب کا شعر سن لیجئے:۔

تھی بنات النعش گردوں دن کو پردے میں نہاں
شب کو ان کے جی میں کیا آئی کہ عریاں ہو گئیں

استادوں کے بعد طلبہ کا نمبر آتا ہے، بوریاں چڑھا چڑھا کر پھدکایا جاتا ہے اور گدھوں پر بٹھا کر بھگایا جاتا ہے، عجیب عجیب لباس پہنا کر مسخرہ پن سکھایا جاتا ہے اور یہ مسخرے جب نکلتے ہیں تو پہلی صف کے مہمانوں کے لئے شامتِ اعمال بن جاتے ہیں ـــــ معزز مہمانوں کو بھی فارغ نہیں رکھا جاتا۔ ان کی ضیافت طبع کا سامان بہم پہونچایا جاتا ہے، باجا بجایا جاتا ہے، اور کرسیوں پر بٹھوا کر نچوایا جاتا ہے، کبھی چمچے منہ میں دلوا کر اور ان پر آلو رکھ کر خراماں چلایا جاتا ہے، جو صحیح سلامت منزل تک پہونچ گیا، جیت گیا، جس کا آلو گر گیا، نامراد ہوا ـــــ ایک اور رسم ستم ایجاد کی، معزز مہمانوں کو جمع کر کے بیچ میں ایک مرغا چھوڑ گیا اور اعلان کر دیا گیا کہ:

ع بڑھ کر جو لے لے ہاتھ میں "مرغا" اسی کا ہے

مرغا چھوڑنا تھا کہ سب مہمان لپک پڑے، جس کے ہاتھ میں لگ گیا، مرغ بہ ہاتھ دفتا ہیں لہرائے اپنی سیٹ پر جا بیٹھا ______ انا للہ وانا الیہ راجعون

اللہ اللہ ہمارے علمی اداروں میں کیا کچھ ہوتا ہے ______ یہ تماشہ دیکھنے والے اور تماشہ کرنے والے ہر جگہ مخلص نظر آتے ہیں، عید میلاد النبیؐ کی محفلیں ہوں یا مقابلہ حسن قرأت کی مجلسیں، ڈرامے ہوں یا رقص و سرود کی محفلیں ______ آخر یہ تماشہ کیا ہے؟ یہ دو رنگی کیسی ہے؟ میں دین کی بات نہیں کرتا کہ "ملا" کہہ کر چھٹکارا حاصل کر لیا جائے گا ______ میں عقل و شعور کی بات کرتا ہوں، اس دو رنگی نے ہمارے تعلیمی ماحول اور ہمارے طلبار کے کردار کو بے حد متاثر کیا ہے۔ یقین نہ آئے تو غریب عربی مدارس کے طلبار کو دیکھ لیجئے، وہاں کا ماحول یکسر بدلا ہوا نظر آئے گا، آخر کیوں؟ ٹھنڈے دل سے سوچنے اور جائزہ لینے کی ضرورت ہے ______ تقلید کا وقت گیا، اجتہاد کی ضرورت ہے، کم از کم اتنا ہی سوچ لیں جتنا ان ٹھوکر کھانے والے دہقانوں نے سوچا تھا اور مولوی صاحب سے بہت جلد چھٹکارا حاصل کر لیا تھا۔

کون کہتا ہے کہ غیر نصابی سرگرمیاں نہ ہونی چاہئیں، ضرور ہونی چاہئیں لیکن اس طرح نہیں کہ نصاب سے یکسر بیگانہ کر دیں اور علم و دانش سے نفرت پیدا کر دیں۔

اب یہ حال ہو گیا ہے کہ بعض اداروں میں کتابیں الماریوں کی زینت بنی ہیں اور کوئی دیکھنے والا نہیں ______ بس نوٹس لکھوا دیجئے، کتابوں سے نجات دلائیے۔

عبرت کے لئے ایک واقعہ بیان کرتا ہوں۔ ایک بڑے ادارے میں، جہاں ایم۔ اے۔ کی کلاسیں ہوتی تھیں، ایک خطیر رقم کی کتابیں منگائی گئیں ______ طلبہ نے پرنسپل سے شکایت کی کہ کتابیں کیوں منگائیں، ہم کو دیتے، کھاتے پیتے (اور شاید دعا بھی دیتے) عیش کرتے، کتابیں تو الماریوں میں بند ہو کر رہ جائیں گی۔ کوئی حاصل نہ حصول ______ حیف صد حیف، دو رنگی کے شکار ہو کر ہم نے اپنے بچوں کے فکر و خیال پر کیا شبخون مارا ہے۔

Marfat.com

ع آنچہ ما کردیم بر خود ہیچ نابینا نہ کرد

آؤ آؤ کہ یک رنگی اختیار کریں ع

یک رنگی و آزادی اے ہمت مردانہ

تکاثر و تفاخر انسان کے سر میں ایک سودا ہے' وہ ہر وقت دنیا سمیٹتا پھرتا ہے' مردوں سے زیادہ عورتوں میں یہ "سودا بیت" زیادہ ہے ____ یہ بھی لے لوں' بس چلے تو ساری دنیا سمیٹ لوں اور پھر بھی بس نہ کروں' اللہ اللہ ے

ہوس کو ہے نشاط کار کب کیا
نہ ہو مرنا تو جینے کا مزہ کیا

بکن سمیٹنے والے قضائے الٰہی کے ہاتھوں آن کی آن میں سمیٹ دئے جاتے ہیں ____ کیسی عبرت کا مقام ہے! یہ خواہش انسان کو کہیں کا نہیں رکھتی' خود غرض بنا دیتی ہے' بے حس بنا دیتی ہے' خدا کو بھلا دیتی ہے اور پھر انسانیت کو بلندیوں سے حیوانیت کی پستیوں میں پھینک دیتی ہے قرآن کریم نے ان خواہش پرستوں سے کس دل سوزی کے ساتھ خطاب فرمایا ہے' ارشاد ہوتا ہے

"(افسوس) کثرت کی خواہش نے تم کو ہم سے غافل کر دیا' یہاں تک کہ تم نے اپنی آنکھوں سے اپنی قبروں کو دیکھ لیا۔"

انسان ایسا خواہش پرست ہو جاتا ہے کہ زندگی بھر خدا کی یاد نہیں آتی ____ اللہ اللہ نعمتوں پر نعمتیں ملتی ہیں' منعم کی یاد نہیں آتی ____ فراموشی سی فراموشی ہے ____ ہاں ہوش آتا ہے تو اس وقت جب موت کے سائے سر پر منڈلانے لگتے ہیں اور قبر منہ پھاڑے کاٹ کھانے کو دوڑتی ہے ____ افسوس صد افسوس! ے

آغوشِ لحد میں جب کہ سونا ہوگا
جز خاک' نہ تکیہ نہ بچھونا ہوگا
تنہائی میں آہ! کون ہوگا انیس

Marfat.com

ہم ہوں گے اور قبر کا کونا ہوگا

یہی نہیں کہ خواہش پرست صرف دنیا سمیٹتے ہیں بلکہ اس کثرتِ موہوم پر اتراتے پھرتے ہیں ـــــ ان کے بولنے چالنے، چلنے پھرنے، کھانے پینے، رہنے سہنے غرض ہر ادا سے نخوت ٹپکتی ہے۔ قیمتی قیمتی لباس پر غرور، اونچی اونچی عمارتوں پر غرور، لمبی لمبی کاروں پر غرور، دولت کی فراوانی پر غرور ـــــ یہ غرور و تکبر خود فریبی کے سوا اور کیا ہے؟ ان میں سے کیا چیز ان کے ساتھ جائے گی؟ ـــــ صرف ان کے اعمال ان کے ساتھ جائیں گے اور اعمال کے متعلق اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کون سرخرو ہوگا اور کون روسیاہ؟

یہ خواہش پرست بڑے نازک مزاج ہوتے ہیں ـــــ بات بات پر بگڑتے ہیں، بات بات پر ناک بھوں چڑھاتے ہیں ـــــ غریبوں اور مسکینوں کے ساتھ بیٹھنا ان کے لئے باعثِ عار ہے، بلکہ اپنے سے کمتر لوگوں کے ساتھ بھی میل جول نہیں رکھتے، ان کا میل جول انہیں کے ساتھ ہوتا ہے جن کی زندگیاں عبرت بننے والی ہیں ـــــ خود جب یہ دنیا سے جاتے ہیں تو اہلِ دنیا کے لئے عبرت بن جاتے ہیں، کوئی پوچھنے والا نہیں ـــــ جس اندوختہ پر ناز تھا، اس پر پسماندگان اس طرح لڑتے جھگڑتے ہیں گویا ایک عرصہ سے اس کی موت کے منتظر تھے۔

افسوس! یہ روح فرسا منظر آئے دن ہمارے سامنے آتے رہتے ہیں، پھر بھی ہم جمع کئے جاتے ہیں ـــــ آنکھیں نہیں کھلتیں، تکاثر و تفاخر کی عادت نہیں جاتی، یہ عادت معاشرہ کا گھن ہے جو اندر ہی اندر اس کو کھا جاتی ہے اور بے جان کر کے موت کے ہم آغوش کر دیتی ہے ـــــ حقیقی خوش حالی کے لئے یہ عادت چھوڑنا ہوگی اور اپنی زندگی اپنے لئے، دوسروں کے لئے وقف کرنا ہوگی۔

آمد و آورد

غالب نے کہا تھا ؎

شمع کی طرح جئیں بزم گہِ عالم میں
خود جلیں، دیدۂ اغیار کو بینا کر دیں

Marfat.com

آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں
غالبؔ صریرِ خامہ نوائے سروش ہے

غیب سے مضامین کا وارد ہونا ہی "آمد" ہے، اور یہ آمد معنیً بھی ہوتی ہے اور لفظاً بھی ــــــ یاد آیا ایک انگریز فاضل نے اقبالؔ سے سوال کیا کہ "قرآن کریم معنیً نازل ہوا ہے یا لفظاً بھی" ــــــ آپ نے جواب دیا "معنیً بھی اور لفظاً بھی"۔ اس جواب نے انگریز کو کچھ چونکا دیا ــــــ اس نے کہا "تعجب ہے، آپ جیسا روشن خیال انسان یہ بات کہتا ہے" ــــــ اقبالؔ کو جلال آگیا، اور انھوں نے فرمایا "آپ قرآن کریم کی بات کرتے ہیں، خود اپنی کیفیت بیان کرتا ہوں کہ جب مثنوی اسرار خودی لکھنے بیٹھتا ہوں تو لکھتا چلا جاتا ہوں ــــــ آمد بند ہو جاتی ہے تو ہفتوں منتظر رہتا ہوں، اس عرصے میں اگر میں چاہوں کہ کسی شعر کی اصلاح کر دوں، نہیں کر سکتا، تا وقتیکہ پھر وہی کیفیت نہ طاری ہو" ــــــ غالباً اسی تجربے کی بنا پر اقبالؔ نے کہا تھا ؎

ارتباطِ حرف و معنیٰ، اختلاطِ جان و تن

لفظ 'آمد' جتنا شعر کے لیے صحیح ہے اتنا ہی ایک نثر پارے کے لیے بھی صحیح ہے لیکن بالعموم اس کا ذکر شعر و شاعری کے ضمن میں کیا جاتا ہے ــــــ سوچتے سوچتے دماغ چل نکلتا ہے، بند سوتے پھوٹ پڑتے ہیں اور ایک تلاطم کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، پھر یہ تلاطم شاعر کے ذہن سے ایک حسین شعر کا روپ دھار کر جلوہ گر ہوتا ہے اور ایک نثر نگار کے دماغ سے دل کش نثر پارہ بن کر چمکتا ہے۔

طالب علمی کے زمانے میں ولیم ہیزلٹ کا ایک مضمون پڑھا تھا ــــــ اس نے لکھا تھا کہ خیالات اس سرعت سے ذہن پر وارد ہوتے ہیں کہ سنبھالے نہیں سنبھلتے، قلم سنبھالتا ہوں تو نکلے چلے جاتے ہیں، چند گرفت میں آجاتے ہیں مگر کچھ نکل بھاگتے ہیں اور پھر ہاتھ نہیں آتے ــــــ اس وقت یہ تحریر پڑھ کر حیرت ہوئی کہ ہمارا یہ حال ہے، ایک موضوع پر ایک دو صفحے لکھنے دوبھر ہیں اور اس کا یہ حال ہے کہ خیالات امنڈے پڑ رہے ہیں، آخر یہ آ کہاں سے رہے ہیں ــــــ؟

Marfat.com

عقدہ نہ کھل سکا' بعض عقدے اتنے آسانی سے نہیں کھل جاتے' ان کے لئے بڑے ریاض کی ضرورت ہوتی ہے ـــــ زمانہ گزرتا گیا' پچیس سال کا طویل عرصہ گزر جانے کے بعد اب بات کچھ کچھ سمجھ میں آنے لگی ہے ـــــ خیالات قلب و دماغ پر وارد ہوتے ہیں ـــــ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے' سوتے جاگتے' کھاتے پیتے حتّٰی کہ عبادت و ریاضت کے وقت بھی یہ فیضانِ غیبی جاری رہتا ہے ـــــ بغیر سوچے سمجھ میں آنے والی یہ کیفیت بڑے ریاض کے بعد پیدا ہوتی ہے ـــــ اس کے لئے مطالعہ و مشاہدہ' تفکر و تعمق اور کسی انسان کامل کی صحبت ضروری ہے ـــــ ان سب باتوں کے باوجود یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ کیفیت عطائے ربانی ہے ـــــ خدا کی دین ہے جسے پروردگار دے۔

سخن فہمی و سخن سنجی

بلندیوں کی باتیں پستیوں میں سمجھ نہیں آسکتیں ـــــ نہ معلوم کیا وقت ہوتا ہے' کیا کیفیت ہوتی ہے' فکر و خیال کی کیا رفعت ہوتی ہے' جو ایک شعر یا ایک نثر پارہ قلب پر وارد ہوتا ہے ـــــ پھر وہ شعر اور نثر پارہ ہمارے سامنے ہوتا ہے لیکن نہ وہ وقت ہوتا ہے' نہ وہ کیفیت ہوتی' فکر و خیال کی نہ وہ رفعت ہوتی ہے اور ہم ہیں کہ سمجھنے اور سمجھانے کی سعیِ لاحاصل میں مصروف ہو جاتے ہیں! کچھ سمجھتے ہیں' اور کچھ سمجھاتے ہیں' اور یہ سمجھتے ہیں کہ سب کو سمجھا دیا' حالاں کہ سچ پوچھو تو کچھ نہ سمجھا پاتے۔ ـــــ سخن فہمی کے لئے فضائے سخن میں پرواز ضروری ہے ـــــ یہ بات میسر نہیں تو کم از کم اس بلندی تک پہونچ جائیں جہاں سے فضائے سخن کو خود محسوس کر سکیں' غالباً اسی لئے اقبال نے یہ بات کہی ـــــ تجربے کی بنا پر کہی اور خوب کہی ؎

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب
گرہ کشا ہیں نہ رازی نہ صاحبِ کشاف

قرآن فہمی کے لئے ضروری ہے کہ تم قرآن کے اتنے قریب ہو جاؤ کہ یوں محسوس ہو کہ جبرئیلِ امین' کتابِ مبین تمہارے قلب و روح پہ اتار رہے ہیں ـــــ اگر یہ کیفیت پیدا نہیں

Marfat.com

اور یہ بات میسر نہیں تو امام رازی کی تفسیر کبیر اور علامہ زمخشری کی تفسیر کشاف کسی مصرف کی نہیں ــــ کتابوں سے کتابیں سمجھ میں نہیں آتیں، اور پھر ایسی کتاب عالم میں جس کی نظیر نہیں۔

اقبال نے بڑی گہری بات کہہ دی ہے، بیشک جب تک خود باختگی اور خود فراموشی کی یہ کیفیت پیدا نہیں ہوتی، قرآن کے اسرار و معارف سمجھنا مشکل ہیں، اسی لئے قرآن نے قرآن فہموں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نفسیاتی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے:۔

"جب ان کے سامنے قرآنی آیات پڑھی جاتی ہیں تو بے ساختہ ان کے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔" (۵ : ۸۳)

جب انسان قرآن کریم کی فضائے بسیط میں پہنچتا ہے تو اپنے ہوش میں نہیں رہتا، مدہوش سا ہو جاتا ہے ــــ یوں پڑھنے کو بھی پڑھتے ہیں ــــ نمازوں میں، تراویح میں، شبینوں میں، مقابلۂ حسنِ قرأت میں ــــ کہاں کہاں نہیں پڑھتے اور نہیں سنتے مگر سمجھنے والے اور دل دینے والے کتنے ہیں؟

ــــ بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی ــــ اب شعر و سخن کی دنیا میں آیئے:

بعض اوقات شعر کیا سامنے آتا ہے ایک بجلی سی کوند جاتی ہے ــــ عالم خیال میں جو گذری ہے، عالم ظاہر میں کیا بیان کیجئے، کس طرح بیان کیجئے اور کس کے سامنے بیان کیجئے کہ محرم راز نہیں۔ یہ کیفیت جب کلاس روم میں پیدا ہوتی ہے تو عجب الجھن ہوتی ہے، نابالغوں سے کیا کہئے ــــ شاید لفظ "نابالغ" نے آپ کو چونکا دیا ہو گا ــــ سنیئے، جس طرح جسمانی بلوغ ایک حقیقت ہے، اسی طرح فکری بلوغ بھی ایک حقیقت ہے، جسمانی بلوغ کے بعد کی کیفیات و واردات کو ایک نابالغ کے سامنے بیان کرنا قطعاً ناممکن ہے ــــ اسی طرح فکری بلوغ کے بعد جو کیفیات و واردات پیش آتی ہیں ان کا بیان کرنا بھی اس شخص کے سامنے تقریباً ناممکن ہے، جو فکری بلوغ تک نہیں پہنچا اور اس کے لئے کسی عمر کی قید نہیں، بوڑھے بالغ نہیں ہوتے اور کبھی نو عمر بالغ ہو جاتے ہیں اور ان کی فکر رسا کی جولانیاں، بوڑھوں کو حیرت میں ڈال دیتی ہے ــــ سخن فہمی کے لئے ضروری ہے کہ پڑھانے والا اور پڑھنے والا دونوں اس فکری رفعت تک جا پہونچیں جہاں شاعر یا ناثر

Marfat.com

پرواز کر رہا ہے یا کم از کم اس رفعت کو چھو لیں ورنہ عجیب عجیب گل کھلتے ہیں ــــــ ایک لطیفہ یاد آیا آپ بھی سنیئے. غالب کے اس شعر کا مفہوم کسی فاضل سے دریافت کیا گیا ؎

آہ کو چاہیئے اک عمر اثر ہونے تک
کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک

ارشاد فرمایا:۔ ــــــ شاعر کہتا ہے کہ ہماری آہ شعلہ بار ایک عرصے بعد اپنا اثر دکھائے گی. پھر اے محبوب! تیری زلفِ گرہ گیر جل کر خاکستر ہو جائے گی اور چند یا نکل آئے گی (ملاحظہ ہو زلف کے سر ہونے کی کیسی بلیغ تشریح فرمائی ہے) مگر یہ عبرت ناک منظر دیکھنے کے لئے ہم کہاں ہوں گے' ہم تو مر چکے ہوں گے' کاش ہم جیتے رہتے اور اپنی آنکھوں سے حسنِ جاناں کی یہ درگت بنتی دیکھتے.

حضرت شارح فضائے شعر میں نہ پہونچ سکے اور اس پر مستزاد یہ کہ التباسِ لفظی کا شکار ہو گئے. تحقیق کی اس لئے ضرورت پیش نہ آئی کہ اس ترقی یافتہ دور میں ناک' کان کاٹ دینا اور چوٹی اڑا دینا ایک ادنیٰ کرشمۂ عاشقی ہے ــــــ غرض کہنا یہ ہے کہ جب تک شارح شعر کی فضائے بسیط میں نہ پہنچے تشریح بہت مشکل ہے اور شاید قارئین کو یہ پڑھ کر حیرت ہو کہ بعض اوقات شاعر کی رفعتِ تخیل خود اس کی پہنچ سے بالاتر ہوتی ہے ــــــ مرزا غالب کے خطوط پڑھ رہا تھا' ایک خط میں ایک ایرانی مہمان کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس نے میرے اشعار میں وہ وہ نکتے بیان کئے ہیں کہ میں خود حیران ہوں' ان کا تو مجھے علم تک نہ تھا ــــــ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بعض اوقات شاعر پر کچھ اس قسم کی کیفیات طاری ہوتی ہے ؎

بے خودی لے گئی کہاں ہم کو
دیر سے انتظار ہے اپنا

بلکہ انتظار کرنا تو خود ہوش کی خبر دیتا ہے' عالم یہ ہوتا ہے ؎

ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی
کچھ ہماری خبر نہیں آتی

Marfat.com

ایسے نازک موقعوں پر خود سخن فہم و سخن سنج کو ان مقامات کی تلاش کرنا ہوتی ہے جہاں سے شاعر کھو گیا تھا اور ایسا کھویا گیا تھا کہ اپنے کھونے کی خبر بھی نہ تھی۔

مسند نشینی یا بت پرستی

بت پرست نہ سہی مگر تحت الشعور میں بت پرستی کی آرزو کروٹ لیتی معلوم ہوتی ہے ــــ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ ہوتا ــــ مجلس سجی ہے، اسٹیج پر شاندار کرسی رکھی ہے، آس پاس دو تین اور کرسیاں رکھی ہیں، سامنے سامعین کے لئے انتظام ہے، آگے بڑے بڑے (یہ خدا ہی کو معلوم ہے کہ بڑا کون ہے) اور پیچھے چھوٹے چھوٹے (اور یہ بھی خدا ہی کو معلوم ہے کہ چھوٹا کون ہے) ــــ مجلس کیا ہے تذلیل انسانیت کی مظہر اتم ہے، لیکن چوں کہ ہوتا چلا آیا ہے اس لئے ہوتا رہے گا۔

ہاں تو اس شاندار کرسی پر کسی ممتاز شخصیت کو سجایا جاتا ہے ــــ اور یہ لفظ "ممتاز" بھی تو اضافی ہے، کون کہاں ممتاز؟ ــــ ہار ڈالے جاتے ہیں، سپاسنامے پڑھے جاتے ہیں ــــ اور اگر کوئی سخی داتا ہے تو سپاسنامے کے پردے میں بھیک مانگی جاتی ہے ــــ زمین و آسمان کے قلابے ملائے جاتے ہیں اور نہ معلوم وہ بت بنے کیسے سب کچھ سنتے رہتے ہیں اور غالباً محظوظ بھی ہوتے ہیں ــــ حاضرین سے زیادہ منتظمین کی یہ حالت ہوتی ہے "باادب باملاحظہ ہوشیار!"

ــــ مجلس ختم ہوئی اور یہ تماشا ختم ہوا، پھر خبر نہیں وہ کہاں گئے ــــ دوسری محفل جمتی ہے اور کچھ ان سے اونچی شخصیت کو بلایا جاتا ہے، وہی در و دیوار ہیں مگر یہاں ان کو پوچھنے والا کوئی نہیں جن کو پہلے پوچھا جا چکا تھا ــــ اب ان کی باری ہے، وہی کنٹھے، وہی سپاسنامے، وہی خوشامد در آمد ــــ یہ بھی چلے جاتے ہیں، تیسری مجلس جمتی ہے تو ان سے بھی اونچی شخصیت کو دعوت دی جاتی ہے اب دونوں پچھلی شخصیتیں بے یار و مددگار نظر آتی ہیں، وہی منتظمین، وہی سامعین مگر نظریں بدلی بدلی سی۔ غرض سب آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں، ہر ایک کے پیچھے دوڑتے ہیں، دست بوسی و قدم بوسی کے بعد لوٹ جاتے ہیں ــــ یہ عبرتناک منظر دیکھ دیکھ کر غالب کا یہ شعر بے ساختہ زبان پر آتا ہے ؂

چلتا ہوں تھوڑی دور ہر اک تیز رو کے ساتھ ؛ پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں

Marfat.com

یہ ان محفلوں کا ذکر تھا جہاں بت پرستی کی رسم دیرینہ تازہ کی جاتی ہے ـــــ مگر دیکھو دیکھو مدینہ کی پاک سرزمین میں ایک مجلس جمی ہے، سب فرش خاک پر بیٹھے ہیں، آقا اور غلام ساتھ ساتھ ہیں، مسند نام کی کوئی شے نہیں لیکن آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رعب وجلال کا یہ عالم ہے کہ غلاموں کے سر اس طرح جھکے ہیں کہ اب نہ اٹھیں گے ـــــ کسی نے نہیں جھکائے، خود بخود جھکے ہیں۔

جگرؔ نے کیا خوب کہا ہے ؎

ظاہر میں غریب الغربا پھر بھی یہ عالم
شاہوں سے سوا سطوت سلطانِ مدینہ

آؤ آؤ! ہم بھی ایسی مجلسیں سجائیں جہاں انسانوں کے ہاتھوں انسان ذلیل وخوار نہ ہوں ـــــ جہاں جھوٹے نگینوں کی ریزہ کاری نہ ہو ـــــ جہاں سچے اور جیتے جاگتے کردار نظر آئیں۔ جن کی شان وشوکت نہ جلسہ گاہ کی سج دھج کی مرہونِ منّت ہو اور نہ حاضرین کے نعرہ ہائے تحسین کی۔ فرش خاک پر بیٹھیں تو ان کے چہرے سے جلال شاہی نمایاں ہو۔

زمانہ پرانا زمانہ، نیا زمانہ ـــــ لوگ کہتے تو یہی ہیں لیکن کیا ایسا ہوتا بھی ہے کیا زمانہ قابل تقسیم حقیقت ہے؟ ـــــ کیا زمانہ پر بچپن آتا ہے؟ کیا وہ جوان ہوتا ہے؟ ـــــ کیا وہ بوڑھا ہوتا ہے؟ ـــــ نہیں نہیں ؎

زمانہ ایک حیات ایک کائنات بھی ایک
دلیلِ کم نظری قصّۂ جدید وقدیم

زمانہ ایک حقیقت ہے ـــــ زمانہ مقلب القلوب اور مبدل الاحوال ہے ـــــ دیکھو دیکھو، محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی وہ خود بول رہا ہے:۔

لَا تَسُبُّوا الدَّهْرَ فَاِنِّیْ اَنَا الدَّهْرُ

"زمانے کو بُرا نہ کہو، ہاں ہاں زمانہ تو میں ہی ہوں"

میں کون ہوں؟ وہی جو باعث رونقِ محفل ہے، وہی جو جاں ہے، وہی جو جانِ جاں ہے

Marfat.com

نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ (۵۰ : ۱۶)

حیدرآباد دکن کا ایک انجینئر حقیقت زمان پر غور کرتے کرتے کھو گیا' حواس باختہ ہو گیا ـــــ ستائیس سال ہوتے ہیں وہ دہلی کی شاہجہانی مسجد فتحپوری کی ایک محراب میں بیٹھا قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ پڑھا کرتا تھا' پکھتال کا ترجمہ ـــــ فقیرانہ بسر کرتا تھا' شب و روز کے اوقات بندھے ہوئے تھے وقت کا بہت پابند تھا حتٰی کہ مانگنے کا وقت بھی بندھا ہوا تھا ـــــ طریقہ بھی نرالا تھا' دکان کے سامنے کھڑے ہوئے' کشکول آگے بڑھا دیا' منہ سے کچھ نہ کہا' تھوڑی دیر کے بعد ہاتھ کھینچ لیا' خواہ کسی نے کچھ دیا یا نہ دیا' اپنے وقت پر مسجد میں آکر بیٹھ رہے اور دوسرے معمولات میں مصروف ہو گئے' خود ہی سیتے پروتے بھی تھے' خاموش رہتے' کسی سے نہ بولتے ـــــ ایک دن حوصلہ کر کے میں نے بولنا چاہا' انھوں نے کچھ جواب نہ دیا ـــــ وہ جن افکار میں کھوئے ہوئے تھے' ایک ایک کر کے سامنے آنے لگے ـــــ تھوڑی دیر بعد خود گویا ہوئے :

"میں نے بہت پڑھا ہے' ہاں میں نے بہت مطالعہ کیا ہے' جو کچھ پڑھا ہے اب اس کو سمیٹ نہیں پا رہا ہوں' ذہن الجھ گیا ہے' فکر نے جواب دے دیا ہے' کیا کروں کیا نہ کروں"

کچھ توقف کیا' پھر بولے :

قدرت کا ہر کام اصول و آئین کے تحت اپنے اپنے وقت پر ہوتا ہے جاڑا وقت پر آتا ہے' گرمی وقت پر آتی ہے' ترکاریاں اور پھل بھی اپنے اپنے وقت پر نکلتے ہیں' یہ نہیں ہوتا کہ جاڑے کی ترکاریاں گرمی میں اگنے لگیں ـــــ چند سال پہلے جب رمضان آیا تھا تو نہ یہ پھل تھے اور نہ یہ ترکاریاں' اب جو آیا ہے تو سب موجود ہیں' کیا یہ وہی رمضان ہے؟ ـــــ اگر وہی ہے تو پھر یہ تضاد کیوں ـــــ ؟

وہ سوال پر سوال کرتا چلا گیا' میں سنتا رہا ـــــ اس ملاقات کے بعد پھر ملاقات کی جرأت نہ ہوئی. کہ کہیں خود نہ الجھ جاؤں اور پھر کوئی سلجھا نہ سکے ـــــ اسی لئے تو کہتے ہیں کہ الجھے ہوئے لوگوں کے

Marfat.com

پاس نہ بیٹھو، سلجھے ہوئے لوگوں کے پاس بیٹھو ؎

حاصل کسی کامل سے یہ پوشیدہ ہنر کر
کہتے ہیں کہ شیشے کو بنا سکتے ہیں خارا

ہاں تو ذکر تھا زمانے کا، وہی زمانہ ؎

بُرّاں صفتِ تیغ دو پیکر نظر اس کی

جس طرح خدا کی حقیقت پر غور کرتے کرتے انسان کھو سا جاتا ہے، اسی طرح حقیقتِ زمان پر غور کرنے سے انسان گم سم ہو جاتا ہے ـــــ کیوں؟ اس لئے کہ خدا اور زمانہ دو الگ حقیقتیں نہیں مگر اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے بڑے حوصلے اور بڑی بصیرت کی ضرورت ہے، اسی لئے تو کہا ہے:

"خدا کی ہستی میں غور و فکر نہ کرو ـــــ ہاں خدا کی نشانیوں میں ضرور غور و فکر کرو"

اور دیکھئے ایک لطیف نکتہ سامنے آیا ـــــ قرآن کریم خدا نے نازل کیا ہے نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ اور جو قانون خود زمانے نے نازل و نافذ کیا ہو وہ پرانا نہیں ہو سکتا۔ فنا اسی کو ہے جس پر زمانہ محیط ہے کُلُّ شَیۡءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجۡهَہٗ، وہ حیّ و قیوم ہے، وہ زندہ و پائندہ ہے ـــــ اس کا قانون بھی زندہ و پائندہ ہے

رحمت و غفلت

اس کی طرف سے رحمت ہی رحمت ہے کَتَبَ عَلٰی نَفۡسِهِ الرَّحۡمَةَ ـــــ اور ہماری طرف سے غفلت ہی غفلت قَلِیۡلًا مَّا تَذَکَّرُوۡنَ

ـــــ ماحول پر نظر ڈالئے، اپنے اردگرد دیکھئے، رحمتوں اور نعمتوں کے انبار لگے ہیں۔ کس کس نعمت کو گنا جائے؟ وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ لَا تُحۡصُوۡهَا ؎

کیا بتاؤں کہ کیا لیا میں نے
کیا کہوں میں کہ کیا دیا تو نے

سب سے بڑی نعمت اور سب سے عظیم رحمت خود ہمارا وجود ہے، اسی ایک نعمت پر تمام نعمتیں مرتب ہوتی ہیں ـــــ لیکن انسان کی غفلت کا یہ عالم ہے کہ جو ربّ العالمین دن رات کھلاتا

Marfat.com

ہے ــــــ جو ارحم الراحمین راتوں کو سلاتا اور دن کو اسبابِ معیشت فراہم کرتا ہے اسی کو اس طرح بھلا دیا ہے کہ جیسے کوئی تعلق ہی نہیں ــــــ ناشکری اور ناسپاسی کی حد ہے ؏

آنچہ ما کردیم بر خود ہیچ نابینا نہ کرد

شاید ہم نے یہ سمجھا ہے کہ ہماری کوششوں سے ہم کو ثمرات ملتے ہیں ــــــ مگر ہمارا ہے کیا؟ سب کچھ تو اسی کا ہے ؎

ہیچیم ما گر تو باز ستانی متاعِ خویش
وارد دو عالم از تو قلیل و کثیر را

اور پھر کوشش کی حد تک تو ہم مختار نظر آتے ہیں مگر نتائج و ثمرات میں ہم بے اختیار ہیں، اس پر ہم قدرت نہیں رکھتے مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُنْبِتُوا شَجَرَهَا ــــــ ہاں نتائج پر اس کو اختیار ہے، اس کو اختیار نہ ہوتا تو پھر ایک ہی قسم کی کوشش کے مختلف ثمرات و نتائج نہ ہوتے۔ اس اختلاف میں کبھی تو کوئی نسبت ہی نہیں ہوتی، زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے ــــــ آخر یہ نشیب و فراز کیوں ہے؟ ــــــ جب کوشش ایک سی ہے تو نتائج ایک سے کیوں نہیں؟ ــــــ یقیناً پردۂ غیب میں کوئی عظیم طاقت ہے جس کے اشاروں پر سب کچھ ہوتا ہے ــــــ ہاں اس کی رحمت ساتھ نہ دے تو کوئی کچھ نہیں کر سکتا ــــــ بہت سوں نے گھمنڈ کیا اور غافل ہو گئے، ان کو غفلت کا مزہ چکھا دیا گیا مٹا دیا گیا ــــــ تاریخِ عالم دیکھئے، رحمت و غفلت کی داستان کے علاوہ اس میں کیا ہے؟

دن میں صرف پانچ وقت اپنے حضور بلایا جاتا ہے ــــــ یہ بلاوا معمولی بلاوا نہیں "معراج المومنین" ہے، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کی ٹھنڈک ہے، ذرا اس کی منزلت تو دیکھو ــــــ اس ملاقات کا مجموعی وقت ایک دو گھنٹے سے زیادہ نہ ہوگا اور پھر یہ سب ہمارے ہی لئے ہے، وہ تو بے نیاز ہے، وہ ہماری بندگی کا محتاج نہیں، وہ ہماری محبت کا بھوکا نہیں ــــــ یہ معلوم ہوتے ہوئے بھی جی چراتے ہیں، ۲۴ گھنٹوں میں سے دو گھنٹے اس کے لئے گراں معلوم ہوتے ہیں، جس نے زندگی دی، جس نے انسان بنایا اور اپنی نعمتوں سے اس طرح نوازا کہ تمام کر دیا اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ

Marfat.com

اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ ـــــ بائیس گھنٹوں پر ہمیں اختیار دیا گیا، صرف دو گھنٹے اپنی حضوری کے لئے مختص کر دیئے۔ اس جبر و اختیار میں کوئی بھی تو نسبت نہیں، کیسا کرم فرمایا! ـــــ جبر کہاں ہے، اختیار ہی اختیار ہے ـــــ یہ کیسی رحمت ہے! مگر آنکھیں پٹ ہو گئیں، کچھ سوجھتا نہیں، غافل ہو گئے ـــــ ہمارا حال اس سرکش غلام کا سا ہے جو آقا کے ٹکڑوں پر پلتا ہے اور آقا ہی کو آنکھیں دکھاتا ہے، حیف صد حیف!

اے ملت کے جوانو! ذرا غور تو کرو، تم کو کیا ہو گیا؟ تم کو کس کی نظر کھا گئی؟ تم تو ایسے نہ تھے ـــــ تم تو اس کے اک اشارے پر سر دے دیا کرتے تھے، گھر لٹا دیا کرتے تھے، آج تم کو سر بھی عزیز ہے اور گھر بھی ـــــ دیکھو دیکھو! جب تک اس ارحم الراحمین اور اس رحمۃ للعالمین کو نہ چاہو گے، دنیا تمہیں نہ چاہے گی۔ اس کی رحمت پر نظر رکھو، غفلت سے باز آجاؤ، تاریخ پڑھو، اور چاہت کا انجام دیکھو ـــــ دنیا نے کب ہمیں چاہا؟ ـــــ جب ہم نے اسے چاہا ؎

تجھ سے مانگوں میں تجھی کو کہ سبھی کچھ مل جائے
سو سوالوں سے یہی ایک سوال اچھا ہے

شادی و غم

خوشی کیا ہے، غم کیا ہے، یہ دو رنگی کیسی ہے؟ ـــــ یہ دل کشی کیا ہے، یہ وحشت کیوں ہے؟ ؎

اک معمّا ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا

ایک ہی بات ہے، ایک ہی ساز ہے، ایک ہی نغمہ ہے ـــــ کسی کے لئے خوشی، کسی کے لئے غمی ـــــ تعلق کی بات ہے، احساس کی بات ہے، درونِ دل کے ردّعمل کی بات ہے۔

ہاں اس دو رنگی سے کس طرح چھٹکارا حاصل کریں؟ زندگی کیسے بسر کریں؟ ـــــ خوشی کے طلبگار نہ رہو، غم خود بخود گریزاں ہو گا اور ایسا گریزاں ہو گا کہ کبھی پاس نہ پھٹکے گا ـــــ تکمیلِ آرزو کا نام خوشی ہے، ناتمامی و ناکامی کا نام غم ـــــ دل کو آرزوؤں اور تمناؤں سے خالی کیوں نہ کر لیا جائے کہ غم سے پیچھا چھٹ جائے اور خوشی و غم کی یہ دو رنگی ختم ہو جائے ـــــ مگر اس کے

Marfat.com

لئے بڑے حوصلے کی ضرورت ہے، بڑی ہمت کی ضرورت ہے ؂

یوں ہاتھ نہیں آتا وہ گوہر یک دانہ
یک رنگی و آزادی اے ہمت مردانہ

غالب نے خوشی و غم کے اس معمے کو خوب حل کیا ہے، وہ کہتا ہے کہ خوشی کا خیال ہی چھوڑ دو غم نہ لگے گا، تم دیکھتے نہیں، موسم خزاں جبھی آتا ہے جب موسم بہار آتا ہے بہار نہ آئے تو خزاں کاہے کو آئے؟ ؂

شادی سے گزر کہ غم نہ ہووے
اردی جو نہ ہو تو دے نہیں ہے

لیکن یہ ایک نفسیاتی حل تھا ___ آیئے ذرا عارفانہ نظر پیدا کیجیے، جس کی غلامی کی ہے، نگاہ اس پر رکھیے اور دل کو اسی کے سپرد کر دیجیے ؂

دل تو جاتا ہے اس کے کوچے میں
جا مری جان جا، خدا حافظ

اس کی رضا میں ایسے گم ہو جایئے کہ اپنی کوئی خواہش نہ رہے، ہاں یہ مقام، مقام طمانیت ہے، یہی وہ مقام ہے جو شادی و غم کی دو رنگی سے بالا تر ہے ___ خوشی کو غم چھین لیتا ہے اور غم کو خوشی مگر اس طمانیت کو کوئی نہیں چھین سکتا ع

ہم اس کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا!

اہلِ رضا کی زندگی سے غم نکل گیا کہ وہ خوشی کے طلبگار نہیں، جو حق کا طلبگار ہو وہ غیر حق پر نظر نہیں رکھتا، خوشی بھی غیر ہے، عین نہیں ___ یاد آیا، ایک بزرگ کے حال میں لکھا ہے کہ ان کی کوئی قیمتی چیز کھو گئی، خادم نے اطلاع دی، کچھ نہ فرمایا ___ سر جھکایا، مراقب ہوئے ___ سر اٹھایا تو یہ فرمایا الحمدللہ! ___ چند روز کے بعد وہ چیز مل گئی، خادم نے پھر اطلاع دی ___ کچھ نہ فرمایا، سر جھکایا، مراقب ہوئے اور سر اٹھایا تو وہی کلمۂ شکر "الحمدللہ" ___ حاضرین متحیر ہو گئے۔

اتفاق سے اِس مجلس میں وہ لوگ موجود تھے جو اس مجلس میں بیٹھے تھے ___ چپ رہا نہ گیا، ہمت

Marfat.com

کر کے ایک صاحب نے دریافت کیا کہ حضرت وہ چیز کھو گئی تو آپ نے فرمایا "الحمدللہ" مل گئی تو پھر وہی کلمہ ارشاد فرمایا، آخر کیوں؟ اس میں کیا راز ہے؟ ــــــ بزرگ نے جو کچھ فرمایا، آب زر سے لکھنے کے قابل اور حرزِ جان بنانے کے لائق ہے، آپ نے فرمایا:۔

"جب وہ چیز کھوئی تو میں نے اپنے قلب کی طرف نگاہ کی کہ کہیں اس کے غم میں تو مبتلا نہیں، میں نے دیکھا کہ دل اسی طرح اپنے خدا کی طرف متوجہ تھا، ذرہ برابر غم نہ تھا قلب کی اسی طمانیت و یکسوئی پر میں نے الحمدللہ کہا ــــــ پھر جب وہ چیز مل گئی تو میں نے پھر دل پر نظر کی اور دیکھا کہ کہیں اس کی خوشی میں مگن تو نہیں، لیکن دل اسی طرح اپنے خدا کی طرف متوجہ تھا، ذرہ برابر خوشی نہ تھی، میں نے اس کیفیت پر "الحمدللہ" کہا۔

دیکھا آپ نے خدا کے محبوب و مقبول بندے خوشی و غم سے کیسے بے نیاز ہوا کرتے ہیں ــــــ یہ بات سمجھ میں نہ آتی تھی لیکن اب سمجھ میں آگئی ہوگی ــــ محبت کرنی ہو اور زندگی گذارنی ہو تو آدابِ محبت اور آدابِ زندگی ان سے سیکھئے جو دل دے کے دل کی کیسی پاسداری کرتے ہیں! ــــ دنیا ادھر سے ادھر ہو جائے، دل کی لگی میں ذرہ برابر فرق نہیں آتا ــــ یہ بات اس وقت پیدا ہوتی ہے جب خوشی و غم سب محبوب کے قدموں پر نچھاور کر دیئے جائیں ــــ اور ہاں جب یہ بات پیدا ہو جاتی ہے تو انسان خوشی و غم سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور محبت رگ و پے میں سرایت کر جاتی ہے تو پھر مصائب میں بھی لطف آنے لگتا ہے، پھر حقائق کی دنیا میں ایک عظیم انقلاب آجاتا ہے۔

بد مزگیوں سے کسی کو لطف اندوز ہوتے اور تلخیوں سے کسی کو شیریں دہن ہوتے نہ دیکھا گیا ہوگا اور نہ سنا گیا ہوگا ــــــ لیکن ہاں عاشقانِ الٰہی کے ہاں یہ عجائبات نظر آتے ہیں ــــــ دیکھو دیکھو! سرزمینِ ہند میں ایک مردِ کامل بیٹھا خدا کی یاد میں مصروف ہے، ہاں وہی ؎

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیٔ احرار

ایک عالم سیراب ہو رہا ہے ــــــ تشنہ کاموں کا ازدہام ہے کہ میخانہ گرم ناؤ نوش ہے،

Marfat.com

لیکن دشمنوں کو ساقی کی یہ ادائے دل نواز پسند نہ آئی، شاہِ وقت سے جا کر ایسی لگائی کہ وہ غضبناک ہو گیا۔ دربار میں طلب کیا اور پھر زنداں میں محبوس کیا لیکن واہ رے استقامت کہ اف تک نہ کی اور اس تیرِ جفا میں وہ لطف اٹھائے کہ بس ہی بس ـــــ قلعۂ گوالیار میں پابہ زنجیر ہیں، دشمن نے گھر لوٹا، اہل وعیال کو دربدر کیا مگر وہ دشمن کی ہر ادا کو ادائے جاناں سمجھ کر لطف اندوز ہو رہا ہے ـــــ وہ نہ دشمن کو خود کچھ کہتا ہے اور نہ کسی کو کہنے دیتا ہے، وہ فرقت کے مارے عزیزوں کو یہی ہدایت کرتا ہے کہ غم والم سے لطف اندوز ہو! اگر تم کو خدا سے محبت ہے، اگر تم کو اس سے پیار ہے تو پھر اس کے ہر ہر عمل سے پیار ہونا چاہیئے۔ غموں کو بھی سینے سے لگانا چاہیئے کہ یہ بھی عطائے ربانی ہے ؎

آلامِ روزگار کو آساں بنا دیا

جو غم ہوا اسے غمِ جاناں بنا دیا

یہ کون عالی حوصلہ ہے جس نے بلاؤں میں لطف اٹھائے ہیں۔ جو غمِ دوراں سے بے نیاز ہے جو صرف اور صرف اسی کا نیاز مند ہے۔ جس سے نیاز مندی ہر وزے سے بے نیاز کر دیا کرتی ہے اور ہر کیف سے بے کیف کر دیا کرتی ہے ـــــ ہاں یہ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے آفتابِ درخشاں اور سلوک و عرفاں کے ماہتابِ درخشاں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ ہیں ـــــ آؤ ان کے در سے یہ سبق سیکھو کہ شادی و غم سے کس طرح بے نیاز ہوا کرتے ہیں اور بے نیاز ہو کر کتنے بلند ہو جایا کرتے ہیں۔

احساس

احساس صاحب کرامت ہے، احساس مظہرِ عجائب ہے ـــــ گرمی و سردی اور خوشی و غمی اسی ایک احساس کی کرامت ہے ـــــ ہشیاروں کو دیکھو مغموم و مسرور بھی ہوتے ہیں اور گرمی و سردی سے بھی متاثر ہوتے ہیں ـــــ لیکن مستوں کا حال عجیب ہے، احساس کی دولت ان سے چھین لی گئی، اب وہ گرمی و سردی اور خوشی و غمی سے بے پرواہ بلکہ ہر چیز سے بے نیاز حتیٰ کہ لباس سے بھی بے نیاز کڑکتے جاڑوں میں سڑکوں پر مارے مارے پھرتے ہیں جب کہ لوگ گھروں میں بیٹھے آگ تاپ رہے ہوتے ہیں ـــــ عین غم میں کھل کھلا کر ہنستے ہیں ـــــ کیا بات ہے ؟ احساس نہیں، وہ مقناطیسی قوت نہیں، جو خارج کو داخل میں لاتی اور فکر و شعور پر محیط ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

اسی احساس کی بدولت اَن ہونی چیزیں، ہوتی معلوم ہوتی ہیں حالاں کہ نہیں ہوتیں اور اسی احساس کی بدولت موجود چیزیں معدوم ہو جاتی ہیں اور معدوم چیزیں موجود ـــــ اندھیریوں میں ڈر لگتا ہے، احساس کروٹ بدلتا ہے اور پھر دیکھئے کیا کیا نظر آتا ہے ـــــ جب اجالا ہوتا ہے سب صورتیں غائب ہو جاتی ہیں، کچھ بھی نظر نہیں آتا ـــــ یہ صورتیں، ہاں یہ خیالی صورتیں کہاں چلی گئیں؟ احساس سے پوچھو، احساس کو جھنجھوڑو!

قرآن سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ جنّات کا وجود ہے لیکن احساس نے سیکڑوں چیزوں کو جنم دیا ـــــ بھوت پریت، دیو پری، چڑیل، پودنا، پودنی اور نہ معلوم کیا کیا کچھ، غالبًا اسی لئے بعض فلاسفر یہ کہنے لگے کہ خارج میں کچھ نہیں، سب اختراعِ ذہنی ہے، لیکن نہیں کچھ تو ہے جو یہ تماشا ہے۔

احساس کی سچی کرامتیں بھی ہوتی ہیں اور جھوٹی بھی ـــــ جو لوگ اس کی جھوٹی کرامتوں کے قائل ہیں ان کے سامنے فکرِ انسانی جھوٹے سچے بہانے بنانے لگتی ہے ـــــ لوگ یہ بہانے قبول کرتے ہیں، بعض پیسے بنانے کے لئے اور بعض فکر کی تنگ دامانی کی وجہ سے ـــــ احساس کی اس کج روی نے نہ معلوم کتنے خاندانوں کو خوش حال کر دیا (جیسے نام نہاد عامل) اور کتنے خاندانوں کو بدحال کر دیا اور ان کا سکون وچین لوٹ لیا (جیسے ضعیف الاعتقاد عوام) ـــــ اسی احساس کی تعمیرِ نو کے لئے مذہب اسلام آیا اور ایک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا۔ اس کا سب سے بڑا احسان اور سب سے عظیم شاہکار یہی ہے کہ اس نے جینا سکھایا یعنی ہماری سوچ کی راہوں کو متعین کیا اور اسی طرح احساس کو پختہ تر کر کے ہم کو بھٹکنے سے بچایا ورنہ ہم دَر دَر کی ٹھوکریں کھاتے پھرتے ؎

تھک تھک کے ہر مقام پہ دو چار رہ گئے

تیرا پتہ نہ پائیں تو ناچار کیا کریں

مگر اس نے اپنا آتا پتہ بتا کر احساس کی کج روی کو قابو میں رکھنا سکھایا:

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ

روباہی و شیری

لوگوں کو منصب و عہدہ کیا ملتا ہے، اکڑنا شروع کر دیتے ہیں ـــــ

Marfat.com

ایک صاحب دفتر میں اکڑتے تھے، گھر میں انکساری و عاجزی کے ساتھ ملتے تھے (اور بہت سے ایسے باہمت ہیں جن کو یہ عاجزی بھی نصیب نہیں جن کی اکڑ صرف موت ہی ختم کرتی ہے) ـــــ ہاں تو جب ان سے پوچھا گیا کہ یہ دورنگی کیسی؟ ـــــ ارشاد فرمایا کہ دفتر میں افسر تھا اور یہاں ایک عام انسان ـــــ سبحان اللہ! کیا کرسی پر بیٹھ کر ماہیت و حقیقت بدل جایا کرتی ہے؟ ـــــ ذرا غور تو کرو کالی کملی والے آقا کی آقائی کیا کسی وقت ان سے علاحدہ ہو جایا کرتی تھی ـــــ جہاں کہیں تشریف لے جاتے، منصبِ رسالت ساتھ ہوتا جو ہر جگہ رسول رب کریم اور رحمۃ للعالمین تھے، افسروں کے افسر اور آقاؤں کے آقا، ان کی پاک زندگی دورنگی کا شکار نہ تھی، وہ ہر جگہ سر جھکائے چلتے اور ہر مجلس میں سر جھکائے بیٹھتے اور سب سے عاجزی و انکساری سے ملتے۔

ایک مغربی مفکر نے کہا ہے کہ کامیاب حاکم وہ ہے جو روباہی اور شیری دونوں میں طاق ہو ـــــ خود پر جب وقت آپڑے تو روباہ بن جائے اور جب دوسرے پر وقت آپڑے تو شیر ہو جائے ماشاء اللہ، سبحان اللہ! حکمرانی کا کیا گر بتایا ہے ـــــ کیسا نفاق کا بیج بویا ہے ـــــ آج تک اس کے کڑوے پھل ہمارے نصیب میں لکھے ہیں ـــــ اس سے بڑھ کر بزدلی اور منافقت کیا ہوگی ـــــ افسوس صد افسوس! ہمارا پورا معاشرہ اس روباہی و شیری کا شکار ہے ـــــ کاش مغرب کے اس چالاک و عیار مفکر سے آنکھیں پھیر کر مشرق کے اس آفتاب کی طرف نظر اٹھائی جاتی جس نے اہلِ عالم کی نگاہیں خیرہ کر دی تھیں جس نے جہانبانی کا گر بتایا، جس نے حکومت کی بنیاد محبت و اخوت پر استوار کی، جس نے صرف اور صرف خدا کے دشمنوں کے آگے اکڑنا سکھایا۔

لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ ذرا سا منصب ملا، خوشی سے پھولے نہیں سماتے، بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں اور کرسی پر بیٹھ کر ایسی ایسی حرکتیں کرتے ہیں کہ دیکھ دیکھ کر ہنسی آتی ہے اور اس تنگ ظرفی پر افسوس بھی ہوتا ہے، قابلِ رحم حالت ہوتی ہے، دل چاہتا ہے کہ اس غریب کی عیادت کی جائے اور پوچھا جائے۔

"بھائی ابھی تو تم اچھے خاصے تھے، یہ کیا ہو گیا؟ پیشانی پر بل کیوں ہیں ـــــ سر میں درد تو نہیں؟ ـــــ منہ کیوں بسور رہے ہو؟ ـــــ کیا پیٹ میں درد ہے؟ ـــــ کمر اکڑی ہوئی کیوں ہے؟

Marfat.com

کیا چک آگئی؟ ـــــ خراماں خراماں کیوں چل رہے ہو؟ ـــــ کیا موچ آگئی؟ ـــــ روٹھے روٹھے کیوں بیٹھے ہو؟ ـــــ اہل خانہ سے لڑائی ہوگئی؟ ـــــ بھائی کچھ تو بولو! تم نے یہ چپ کیوں سادھ رکھی ہے؟ ـــــ تم کو کس کی نظر کھا گئی؟"

اقتدار کا نشہ بہت برا ہوتا ہے، قلب ونظر پر پردے پڑ جاتے ہیں، دماغ ماؤف ہو جاتا ہے، فکر کے سوتے بند ہو جاتے ہیں، پھر کوئی سمجھائے بھی تو سمجھ میں نہیں آتا ـــــ مگر اہل ہمت ان پردوں کو چاک کرکے باہر نکل آتے ہیں اور جب کرسی پر بیٹھتے ہیں تو ان کے چہرے پر مسکراہٹیں کھیلتی ہیں، وہ ضعیف کو قوی سے بچاتے ہیں، وہ اسی وقت شیر ہوتے ہیں جب شریعت وانسانیت ان کو شیر بنانا چاہتی ہے، وہ کسی حال میں روباہ نہیں بنتے، انھوں نے روباہی سیکھی ہی نہیں ؎

آئینِ جواں مرداں حق گوئی وبے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

وہ اپنا کام نکالنے کے لئے ایک ایک کی خوشامد نہیں کرتے اور جب کام نکل جاتا ہے تو پھر آنکھیں نہیں پھیرتے ـــــ وہ سب کا کام کرتے ہیں اور کسی سے کوئی غرض نہیں رکھتے ـــــ جب اپنے حاکم کے سامنے جاتے ہیں تو بے دھڑک جاتے ہیں، وہی کہتے ہیں جو دل میں ہوتا ہے ـــــ ان کا دل زبان کا ساتھی اور زبان دل کا ساتھی ـــــ وہ ہر حال میں خدا پر نظر رکھتے ہیں، اس لئے ان کا دل ہر وقت شیر رہتا ہے۔

آزادی یا خود گرفتاری

انسان کو خدا نے فطرۃً آزاد پیدا کیا ہے لیکن نہ معلوم کیوں وہ آزاد فضاؤں سے زیادہ زنداں وقفس کو پسند کرتا ہے ـــــ کمروں میں بند ہو بیٹھنا، مخلوقِ خدا بلکہ دوستوں اور رفیقوں کے لئے بھی دروازے بند کر لینا اس کا محبوب مشغلہ ہے۔

انسانوں کی طرح گھر میں اٹھتا بیٹھتا تھا، کوچہ و بازار میں چلتا پھرتا تھا، سب سے ملتا جلتا تھا، سب کے پاس آتا جاتا تھا ـــــ یہ اچانک کیا ہو گیا کہ خلوت گزیں ہو گیا؟ ـــــ اب کسی

Marfat.com

سے نہیں ملتا، تلاش کرو تو جب بھی نہیں ملتا، بہت مصروف ہے فرصت نہیں ملتی، ماشاء اللہ، سبحان اللہ، قربان جایئے اس مصروفیت کے جس نے بندۂ خدا کو مخلوق خدا سے جدا کر کے رکھ دیا ــــــ ایک وہ محبوبانِ خدا ہیں جن کے درِ شاہ و گدا سب کے لئے کھلے رہتے ہیں، اور ایک یہ بندۂ ہوس ہے جس کا در بند رہتا ہے۔

جب سیرت و کردار سے زندگی عاری ہوتی ہے اور خدا کچھ دیتا ہے تو انسان پھٹ پڑتا ہے، ظاہری سج دھج، ظاہری رکھ رکھاؤ سے وہ کچھ بننے کی کوشش کرتا ہے، کچھ نہیں تو اپنے کمرے میں بند ہو بیٹھتا ہے، باہر دربان مقرر کر لئے جاتے ہیں، جو آتا ہے مل نہیں سکتا، پرچیاں جاتی ہیں، گھنٹیاں بجتی ہیں، جب کہیں جا کر باریابی ہوتی ہے اور اس پر بھی چاہے ملے چاہے نہ ملے ــــــ کسی کو اس سے ملنے پر اختیار نہیں ــــــ اللہ اللہ، خود بھی مجبور ہے اور دوسروں کو بھی مجبور کر رکھا ہے ــــــ اس کی نظر مخلوق پر نہیں، مخلوق کی حیثیت پر ہے ــــــ افسوس صد افسوس، بندوں سے محبت کرنے والے اٹھتے جا رہے ہیں، محفل سونی ہو رہی ہے۔

انسان کی فطرت ہے کہ چلتی پھرتی اور دیکھی بھالی چیز بند کر دی جائے تو خوامخواہ اس کے دیدار کو دل چاہتا ہے ــــــ ایک مشاہدہ عرض کروں، دلچسپ بھی ہے اور سبق آموز بھی ــــــ دہلی میں پُن کئے ہوئے سانڈ سڑکوں پر مارے مارے پھرتے تھے، پلے تگڑے ــــــ تن و توش کے ایسے کہ بس دیکھا کیجئے، دس پندرہ من سے کم وزن نہ ہوتا ہوگا، جب دو سانڈ آپس میں لڑ پڑتے تو ٹریفک معطل ہو جاتا، لوگ سراسیمہ ہو کر ادھر ادھر بھاگتے کہ کہیں شکست خوردہ سانڈ کے روندن میں آ کر کچلے نہ جائیں، غرض ان کا وجود پریشان کن تھا، ایک روز میونسپل کمیٹی کے ٹرک آئے اور ایک سانڈ کو پکڑ کر ٹرک میں ڈال دیا ــــــ یہ خاص قسم کے ٹرک تھے چاروں طرف سے بند، پیچھے لوہے کی سلاخیں لگی ہوئی، سانڈ کیا بند ہوا کہ ہر طرف سے لوگ امنڈ آئے، دیکھتے ہی دیکھتے ٹھٹ کے ٹھٹ لگ گئے، جو ہے دوڑا چلا آ رہا ہے ــــــ پوچھا کیا ماجرا ہے؟ معلوم ہوا کہ سانڈ بند کر دیا گیا ــــــ دیکھا آپ نے وہی سانڈ جو روزانہ سامنے چلتا پھرتا

Marfat.com

تھا، زندانِ ادب میں بند ہو کر کہاں سے کہاں پہنچ گیا ــــــ قدر و قیمت کس قدر بڑھ گئی ــــــ اس قدر گراں ہو گیا کہ اب دیکھنے سے بھی نظر نہیں آتا۔

یہی حال ہمارے معاشرے کے ان لوگوں کا ہے جو گرفتار ر ہلکہ خود گرفتار رہتے ہیں، شاید اس لئے کہ کچھ قدر و قیمت بڑھ جائے، یوں چلتے پھرتے ہیں مگر کمرے کے اندر گھسنے ہی انداز بدل جاتے ہیں ؏ عبارت کیا، اشارت کیا، ادا کیا!

لیکن حقیقی قدر و قیمت خود گرفتاری سے نہیں بڑھا کرتی ــــــ یہ خام خیال ہے، قدر و قیمت آزادی سے بڑھتی ہے ــــــ دیکھو دیکھو مدینہ میں ایک گدڑی پوش میٹھا ٹ ہی کر رہا ہے (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) وہ گورنروں کو بھیجتا ہے مگر ان سے عہد لیتا ہے:

"موٹا جھوٹا پہنو گے"

"ڈیوڑھی نہ بناؤ گے"

"دربان نہ بٹھاؤ گے کہ جو فریادی آئے، سیدھا تمہارے ہی پاس آئے"۔

شاید دنیا کے کسی بادشاہ نے اپنے گورنروں سے یہ عہد نہ لیا ہوگا ــــــ اور یہ صرف زبانی جمع خرچ نہ تھا، کر کے بھی دکھایا! اور جب سنا گیا کہ ایک گورنر نے اس عہد کی خلاف ورزی کی ہے تو اس کو مدینہ طلب کر کے باز پرس کی گئی اور معطل کر دیا گیا ــــــ کتنا بڑا جرم تھا؟ ــــــ آج یہ جرم جرم کی فہرست میں داخل ہی نہیں ــــــ ایک انارکلی کو روتے ہیں کہ اس کو در و دیوار میں چن دیا گیا لیکن ہمارے معاشرے میں کتنے ہیں جو روزانہ چنے جاتے ہیں اور پھر نکل آتے ہیں۔

اے ہمتِ مردانہ! اس حصار کو ــــــ ہاں اس خود ساختہ حصار کو توڑ کر باہر آجا، دیکھ کتنے لوگ تیرے منتظر ہیں ــــــ انسانوں سے انسانوں کی طرح مل ــــــ ان کی خدمت کے لئے جان و تن سے حاضر رہ کہ انسانیت یہی ہے، شرافت یہی ہے، زندگی یہی ہے۔

لٹریچر یا بم

لٹریچر سے زیادہ کوئی مہلک ہتھیار نہیں خصوصاً دورِ جدید میں ــــــ ہاں عقل و دانش، ہوش و خرد کے اس دور میں ــــــ ذرائع نشر و اشاعت

Marfat.com

اس کے بال و پر ہیں ـــــ یہ بال و پر ایک صدی قبل اتنے قوی نہ تھے جتنے آج ہیں ـــــ آناً فاناً ایک بات دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک پہونچ جاتی ہے اور کسی کو کانوں کان خبر تک نہیں ہوتی اور پھر کیا ہوتا ہے؟ دنیا ادھر سے ادھر ہو جاتی ہے، دیکھنے والے ہکا بکا رہ جاتے ہیں ـــــ دورِ جدید کے قوی بال و پر نے لٹریچر کو میزائیل سے زیادہ مہلک اور خطرناک بنا دیا ہے ـــــ شاید ایسا مہلک اور خطرناک ہتھیار دنیا کبھی پیدا نہ کر سکے!

جو ممالک ایک خاص نظام کے تحت چل رہے ہیں وہاں اس نظام کے منافی کوئی بات نہیں سنی جاتی اور جہاں سنی جاتی ہے وہاں سخت پہرے بٹھا دئے جاتے ہیں ـــــ نہ صرف نشر و اشاعت پہ پہرے بٹھا دئے جاتے ہیں بلکہ فکر و خیال پر بھی پہرے بٹھا دئے جاتے ہیں، جس پر کوئی پہرا نہیں لگا سکتا، پہرا لگایا تو پھر یہ خیال بم بن کر پھٹ پڑتا ہے ـــــ اس لئے سرکش خیال کو لگام دیے رہتے ہیں، ہشیار بھی کرتے ہیں ـــــ کسی کی سننے نہیں دیتے، بس اپنی ہی سناتے ہیں۔

غریبوں کو روٹی چاہئے ـــــ روٹی دورِ جدید کی ایک بڑی حقیقت ہے جس نے ایمان جیسی متاعِ عزیز کو غت ربود کر کے رکھ دیا ہے ـــــ اسی لئے حدیث میں ارشاد ہوتا ہے کہ "ممکن ہے کہ احتیاج انسان کو کفر کے قریب کر دے۔" ـــــ ہاں تو جن کو خدا نے دیا ہے وہ محتاجوں کی مدد کرتے ہیں، کوئی شرط نہیں لگاتے ـــــ لیکن اس دور میں جن کو خدا نے خوب دیا ہے انکی سخاوت بھی تجارت و سیاست کی نذر ہو گئی ہے ـــــ سمجھنے والے خوب سمجھتے ہیں ـــــ بہت کچھ دیتے ہیں، کچھ نہیں چاہتے مگر صرف اتنی بات کہ آپ ان کے لٹریچر کو اپنے ملک میں آنے دیں، پھیلانے کا انتظام وہ خود کر لیں گے، آپ کریں تو عنایت ہے ـــــ وہ چاہتے ہیں کہ یہ لٹریچر تمہاری لائبریریوں میں ہو، تمہارے بازاروں میں ہو، تمہاری گلیوں میں ہو، تمہارے گھروں میں ہو اور پھر تمہارے دلوں میں ہو ـــــ اور وہ تمہارے گھروں میں ہوں ـــــ دیکھا کس ہوشیاری اور دانائی سے شب خون مارا ـــــ خبر تک نہ ہوئی ـــــ مگر اس راز کو وہی پا سکتا ہے جو لٹریچر کی اہمیت اور اسکی ہلاکت خیزیوں سے واقف ہو، جو علم و دانش سے آشنا نہیں، وہ اس کو بہت معمولی بات سمجھتا ہے ـــــ

Marfat.com

چند کتابیں اور اخبارات و رسائل آ گئے تو کیا ہو گیا؟ ــــ کون سی قیامت آ گئی؟ ــــ جی ہاں، قیامت آ گئی، دلوں کا حال بدل گیا! ــــ عظیم انقلاب آ گیا۔

مغربی لٹریچر نے جس طرح عالم اسلام کا مزاج بدلا ہے وہ ہمارے سامنے ہے ــــ جس سرزمین سے اسلام نکلا آج وہاں اسلام کی غربت کا منظر تو دیکھو! ــــ سنو سنو! ہمارے ایک متشرع اور باریش دوست ایک اسلامی ملک تشریف لے گئے، ایک روز دارالخلافہ میں ہوٹل میں بیٹھے چائے نوش فرما رہے تھے، ایک مقامی شخص آیا اور ان سے دریافت کیا ــــ "کیا آپ یہودی ہیں؟" ــــ انھوں نے فرمایا "الحمدللہ، میں مسلمان ہوں" ــــ اس نے پھر پوچھا ــــ "تو پھر داڑھی کیوں رکھی ہے؟" ــــ دیکھا آپ نے اسلام کی غربت کا حال؟ جہاں شعائرِ اسلام، شعائرِ کفر بن چکے ہیں وہاں کی زبوں حالی کا کیا رونا رویا جائے؟

ہمارے ایک پڑوسی ملک میں جب مغربی لٹریچر نے اپنا اثر دکھایا تو برقعے کھینچ کر اتار دیے گئے ــــ خلوت نشینوں کو بنوکِ شمشیر بے پردہ کیا ــــ یہ اسی لٹریچر کا فیض تھا جس کو لوگ بے اثر اور بے فیض سمجھتے تھے۔

سنا ہے کہ حجازِ مقدس میں حرم شریف کے باہر مغربی رسائل عام طور پہ فروخت ہوتے ہیں کوئی پابندی نہیں ــــ فحش تصویریں، فحش تحریریں، برقع پوش خواتین دھڑا دھڑ خریدتی ہیں ۔ پھر ان کا کیا بنتا ہے یا بنے گا، خدا ہی بہتر جانتا ہے ــــ اور اب تو سنا ہے کہ مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ میں ٹی۔ وی بھی عام طور پر دیکھا جاتا ہے، اللہ رحم فرمائے! نہ معلوم عالم اسلام کا مستقبل کیا ہے؟ ــــ ٹی وی بری چیز نہ سہی لیکن اس کا غلط استعمال نہایت ہلاکت خیز ہے۔

فحش رسالوں کی ایک کرامت عرض کرتا چلوں ــــ ایک عالمِ دین کے گھر میں جہاں رقص و سرود کا شائبہ تک نہ تھا، ایک تقریب میں مرد و زن جمع ہوئے ــــ مرد جب کھانے میں مصروف ہوئے تو عورتوں نے بند کمرے میں ایک محفل جمائی ــــ بند اس لئے کیا کہ کہیں مولوی صاحب نہ دیکھ لیں ــــ ہاں تو محفل جمائی اور پھر جو اُن لڑکیوں نے ناچ دکھایا تو دیکھنے والے حیران رہ

Marfat.com

گئے ؎

کس بزم سے ایسا ناچ سیکھ کر آئی ہیں
پریاں اندر کی جس سے شرمائی ہیں

پوچھا کہ تم نے ناچ کہاں سے سیکھا، تم تو گھر کی چہار دیواری سے باہر بھی نہیں نکلتیں؟ فرمایا، فلمی رسالوں سے! ــــ دیکھا آپ نے یہ ہے لٹریچر کی کرامت ــــ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے!

اے دانشورانِ قوم ذرا اس طرف تو دیکھو! ــــ ہمارے علم و دانش، ہماری تہذیب و تمدن، ہمارے دین و مذہب، ہمارے فکر و شعور پر کیسا شب خون مارا جا رہا ہے! کن کن راستوں سے دشمن جان قلب و روح تک پہونچ چکے ہیں اور ہم پر چھا جانے کے لئے پر تول رہے ہیں!

اقرار و انکار

کہتے ہیں کہ جو شے نظر نہ آئے، نہ مانیں گے ــــ لیکن اگر اقرار و تسلیم کے لئے مشاہدہ شرط ہے تو کیا انکار کے لئے مشاہدہ شرط نہیں؟ ــــ یہ تو ظلم اور سراسر ناانصافی ہے کہ اقرار کرنے والوں سے شہادت طلب کی جائے اور انکار کرنے والوں کو یوں ہی چھوڑ دیا جائے۔

'اس بند کمرے میں کون ہے'؟ ــــ "کوئی نہیں؟" کیا تم نے اندر جا کر دیکھا ہے۔؟ 'نہیں دیکھا تو نہیں، کمرہ بند ہے ظاہر ہے اندر کوئی نہ ہوگا'، لیکن ممکن ہے کہ کوئی ہو، اس لئے ہم تمہاری بات نہ مانیں گے جب تک دیکھ کر نہ بتاؤ کہ اندر کوئی نہیں ــــ اور مشاہدہ کی بات بھی عجیب ہے، ہوتا کچھ ہے، نظر کچھ آتا ہے ــــ پانی سے بھرے کٹورے میں انگلیاں ڈالئے تراشیدہ اور چھوٹی چھوٹی نظر آئیں گی ــــ چلتی ریل میں باہر دیکھئے، ہر چیز گھومتی نظر آئے گی ــــ چاند کے ٹکڑے سے بدلیاں چھٹتے دیکھئے، یوں محسوس ہوگا کہ چاند ہوا سے باتیں کر رہا ہے ــــ یہی آنکھ جس پر بہت ناز ہے، کیسی فریب کار ہے، ہوتا کچھ ہے، دکھائی کچھ ہے ــــ تو پھر اقرار و انکار کے لئے کس کا سہارا لیں، کچھ تو بتاؤ ... 'عقل کا'! ــــ نہیں نہیں یہ تو قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتی ہے اور پھر ہر فرد کی عقل اپنی اپنی نہج پر سوچتی ہے، کس کی عقل کو رہنما بنائیں؟ ــــ کل کی عقل کو؟

Marfat.com

لیکن کل کی عقل بھی دھوکا دیتی ہے اور ایسا دھوکا دیتی ہے کہ بس دیکھا کیجئے ـــــ اسی عقل نے ایک زمانہ تک چاند کو زمین کا ٹکڑا سمجھا لیکن جب چاند پر قدم رکھا تو چودہ طبق روشن ہوگئے ـــــ جواب تک سچ تھا وہ سراسر جھوٹ نظر آیا ـــــ عقل خود راہ کی متلاشی ہے اس لیئے وہ ہماری کیا رہنمائی کر سکتی ہے ـــــ تو پھر کس کو رہنما بنائیں؟ ـــــ وحیِ الٰہی کو، جو صدائے حیات ہے، جو زندگی کی پکار ہے، ہاں اس کی سنو اور جو سناتی جائے اقرار کرتے جاؤ ـــــ مگر یہ تو BLIND FAITH ہوا، ہم تو دیکھنا چاہتے ہیں، ہم تو سمجھنا چاہتے ہیں ـــــ لیکن ذرا غور تو کرو کہ BLIND FAITH کے بغیر زندگی آگے نہیں بڑھ سکتی ـــــ ہمارا علم اس کے سہارے آگے بڑھتا ہے ـــــ ہماری زندگی اسی کے سہارے قدم بڑھاتی ہے۔

ہم نے امریکہ، روس، انگلستان، چین، غرض بہت سے ملکوں اور شہروں کو نہیں دیکھا لیکن ہم ان پر ایسا ہی یقین رکھتے ہیں، جیسے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو ـــــ ہم نے دنیا کے مختلف معرکوں اور فتوحات کو دیکھا نہیں، صرف تاریخ پڑھی ہے لیکن ہم اس تاریخ پر ایسا ایمان رکھتے ہیں کہ جیسے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو ـــــ ہم نے تاریخ کی بے شمار شخصیتوں کو دیکھا نہیں صرف ان کی سوانح پڑھی ہیں لیکن ہم ان کو اس طرح مانتے اور تسلیم کرتے ہیں جیسے وہ ہماری جانی پہچانی شخصیتیں ہوں ـــــ ادھر اُدھر کیوں جائیں، اپنے گھر ہی میں دیکھیں ـــــ کون سا انسان مشاہدہ اور عقل کی بنیاد پر اپنی والدین کی نشاندہی کر سکتا ہے ـــــ بن دیکھے تسلیم کرنا پڑتا ہے اور سب تسلیم کرتے ہیں اور اس طرح تسلیم کرتے ہیں جیسے آنکھوں نے دیکھا ہو اور دل نے گواہی دی ہو۔

جب ہم یہ سوال کرتے ہیں کہ تم نے دنیا کے ملکوں، شہروں، معرکوں، شخصیتوں اور خود اپنے کو بن دیکھے کیوں تسلیم کیا؟ ـــــ تو جواب یہی دیا جاتا ہے کہ دیکھنے والوں نے ہمیں پے در پے خبر دی ہے اور اتنی مسلسل خبریں دی ہیں کہ ہمیں اقرار کرتے ہی بن پڑی ـــــ بہت خوب! جواب بہت معقول ہے ـــــ لیکن جب ہم سے ماوراءِ عالم آخرت کے متعلق سوالات کیئے جاتے ہیں تو پھر ہمارے پاس بھی یہی جواب ہے ـــــ انبیاء و رسل نے پے در پے خبریں دی ہیں، ان مسلسل خبروں کی بنیاد

Marfat.com

پر ہم نے مانا اور ہمارے دل نے گواہی دی ـــــ اور ہاں ہمارے خبر دینے والے سب کے سب سچّے اور امین تھے اور تمہارے خبر دینے والوں میں سب ملے جلے تھے لیکن پھر بھی ہم تمہاری بات تسلیم کرتے ہیں تو پھر تم ہماری بات کیوں تسلیم نہیں کرتے ؟ اور یہ کہتے ہو کہ دکھاؤ جب مانیں گے، سمجھاؤ تب تسلیم کریں گے ـــــ دورِ جدید میں سائنس کے بہت سے انکشافات نہ ہم نے دیکھے اور نہ ہماری عقل میں آتے ہیں، لیکن ہم بلا چون وچرا تسلیم کرتے ہیں ـــــ تسلیم اسی لئے کرتے ہیں کہ یہ باتیں بہتوں نے دیکھی ہیں اور بہتوں کی سمجھ میں آگئی ہیں ـــــ تو پھر ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ امورِ معاد کے متعلق انبیاء و رسل نے جو خبریں دی ہیں وہ بھی بہتوں کی سمجھ میں آگئی ہیں اور بہتوں نے ان کو دیکھ بھی لیا ہے تو پھر ان امور سے کیوں انکار کریں ؟ ـــــ اگر ہم انکار کرتے ہیں تو پھر ہم کو ان سب امور سے انکار کرنا پڑے گا جو نہ ہماری آنکھ نے دیکھے اور نہ ہماری عقل نے پرکھے ۔

ایمان وایقان

زندگی کو یقین کی ضرورت ہے، یقین اوراقِ حیات کا شیرازہ بند ہے ۔ طائرِ خیال کو آشیاں کی ضرورت ہے، آشیاں جتنا ہی بلند ہو گا اتنا ہی محفوظ ہو گا، اسی لئے انبیا ء و رسل نے ایسی ہستی سے لو لگائی جو بلند سے بلند ترین ـــــ وراء الورار ثم ورار الورار ہے ـــــ

ہے پرے سرحدِ ادراک سے اپنا مسجود\
قبلہ کو اہلِ نظر قبلہ نما کہتے ہیں

بغیر تصوّرِ توحید کے کامیاب زندگی گزارنا مشکل ہے ـــــ کامیاب وہ نہیں جس نے لامحدود اسبابِ آسائش فراہم کئے، کامیاب وہ ہے جس نے سکون واطمینان سے زندگی گزاری اور جب دنیا سے گیا تو اپنے ساتھ سکون وچین کی متاعِ گراں مایہ بھی لے گیا ـــــ یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً (اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف لوٹ جا، تیرا رب تجھ سے راضی اور اپنے رب سے تو راضی) ـــــ یہ ہے کامیابی وکامرانی ـــــ کوئی نہ سمجھے تو اس کا کیا علاج ؟

Marfat.com

خدا کی یاد سکونِ دل و جان ہے ـــــ مومنین کا کیا ذکر؟ منکرین کو اس کا نام لئے بغیر چارہ نہیں، سنیئے اور غور سے سنیئے :

جازف اسٹالن، فرعونِ وقت تھا، خدا کا منکر ـــــ کسی کی مجال نہ تھی کہ اف کر سکے، یہ منکرِ خدا بسترِ مرگ پر لیٹا ہے، جاں کنی کا عالم ہے، درد و کرب میں مبتلا ہے، روح اس طرح کھینچی جا رہی ہے جیسے خار دار جھاڑیوں سے پرنیاں و حریر ـــــ مقربینِ بارگاہ اور اعیانِ مملکت پاس کھڑے ہیں ـــــ اچانک آواز آتی ہے :

اللہ ! اللہ !

یہ آواز سن کر حاضرین ہکا بکا رہ گئے ـــــ ایک نے ہمت کر کے پوچھا : کیا آپ نے مذہب قبول کر لیا ہے اور خدا کو تسلیم کر لیا ہے؟ ـــــ جواب دیا، 'نہیں تسلیم تو نہیں کیا، لیکن جب یہ نام لیتا ہوں تو کچھ سکون سا ملتا ہے' اللہ اللہ ؎

قبضہ ہو دلوں پہ کیا اس سے بھی سوا تیرا

موت و حیات اور رزم و بزم ہر جگہ اس یقین کی ضرورت ہے ـــــ ذرا تاریخ اسلام کا مطالعہ کریں، کفار و مشرکین سے جنگوں کا حال پڑھیں، ایمان کی صداقت آشکار ہو جاتی ہے۔

ایک ہی نسل کے، ایک ہی خاندان کے، ایک گھرانے کے افراد میدان جنگ میں آمنے سامنے کھڑے ہیں ـــــ ایک کثرت میں ہے دوسرا قلت میں، مگر آنکھیں یہ دیکھ رہی ہیں کہ قلت کثرت پر غالب آ رہی ہے، آخر کیوں؟ ـــــ کیا یہ لوگ کسی دوسری نسل کے ہیں، نہیں نہیں، ایک ہی نسل ہے، ایک ہی خاندان ہے ـــــ پھر یہ قوت کہاں سے آئی؟ ـــــ یہ ایمان کی قوت ہے یہ یقین کی قوت ہے ـــــ ایک اپنے سامنے موت کے سائے منڈلاتے دیکھتا ہے، دوسرے کی نظر میں جنت کی بہاریں ہیں، پھر کیوں نہ وہ اپنے محبوب کی طرف لپکے ـــــ ہاں یہ پلک جھپکتے ہی جنگ کا نقشہ بدل دیتی ہے اور آن کی آن میں قوی سے قوی دشمن زیر ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

غم اور ضبطِ غم

حضرات اہل اللہ کے ذکر و فکر میں سکون ہی سکون ہے، سرور ہی سرور ہے ــــــ یہ وہ حضرات ہیں جن کی حیات اقدس کے مطالعے سے ایک نیا اندازِ فکر ملتا ہے، آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں، دل روشن ہو جاتے ہیں، زندگی روشن ہو جاتی ہے۔

دنیا میں قدم قدم پر آزمائشیں ہیں ــــــ ان آزمائشوں سے حسن و خوبی کے ساتھ گزر جانا کوئی آسان بات نہیں، اس کے لئے بے مثال ہمت و حوصلے کی ضرورت ہے ــــــ یہ ہمت و حوصلہ اولیاء اللہ کی پاک زندگیوں سے ملتا ہے، وہ ایک روشن مینار ہیں جو زندگی کی تاریک راہوں میں ہماری رہنمائی کرتی رہتی ہیں۔

زندگی میں انسان مختلف حادثات سے دوچار ہوتا ہے ــــــ ہر حادثہ محبت کی آزمائش ہے کیوں کہ آزمائش کے بغیر محبت کی صداقت کا اندازہ لگانا مشکل ہے، اسی لئے مولائے کل نے ارشاد فرمایا کہ ہم تمہاری محبت و اخلاص کو آزمائیں گے ــــــ خوف سے آزمائیں گے، بھوک سے آزمائیں گے، اموال و ثمرات اور جانوروں کو ضائع کر کے آزمائیں گے ــــــ سب سے بڑی آزمائش جان کی آزمائش ہے، پھر اولاد کی جان جو اس دنیا میں انسان کی محبوب ترین متاع ہے، اسی لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس آزمائش میں مبتلا کیا گیا اور دنیا کو یہ دکھا دیا گیا کہ ہمارے چاہنے والے ہم کو کس طرح چاہتے ہیں، جانِ عزیز سے بھی دریغ نہیں کرتے ؎

دل ہو کہ جان تجھ سے کیوں کر عزیز رکھیئے
دل ہے سو چیز تیری، جاں ہے سو مال تیرا

انسان کی زندگی میں اولاد کی دائمی مفارقت ایک المناک حادثہ ہے، اس کی شدت کا اندازہ وہی حضرات کر سکتے ہیں جنہوں نے یہ نعمت پا کر کھوئی ہے ــــــ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ مبارکہ میں پے در پے تین حادثات پیش آئے ــــــ تین ہونہار صاحبزادے طاعون کی وبا میں دیکھتے ہی دیکھتے جدا ہو گئے (۱۰۲۵ھ) بڑے صاحبزادے خواجہ محمد صادق علیہ الرحمہ

Marfat.com

جواں سال تھے، ۲۴ سال کی عمر تھی لیکن علم و فضل میں یگانہ تھے اور روحانیت میں بھی یکتائے روزگار، حضرتِ مجدد کے ان کلمات مقدسہ سے صاحبزادہ مرحوم کی روحانیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، آپ فرماتے ہیں :۔

"فقیر اینجا در رنگ مسافراں در ولایتِ ایشاں نشستہ است"

(مکتوبات امام ربانی، جلد اوّل، مکتوب نمبر ۲۴۴)

(ترجمہ) فقیر یہاں مسافروں کی طرح ان کی ولایت میں بیٹھا ہے۔

دوسرے صاحبزادے خواجہ محمد فرخ علیہ الرحمہ ہیں، گیارہ سال کی عمر تھی لیکن اس نوعمری میں عذابِ آخرت کا خوف اس قدر غالب تھا کہ حضرت مجدد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں :۔

"عذاب آخرت سے لرزاں و ترساں رہتے تھے اور دعا کرتے تھے کہ خدا کرے کہ بچپن میں دنیا سے اٹھا لیا جاؤں تاکہ عذابِ آخرت سے نجات مل جائے، جو لوگ مرض موت میں آپ کی تیمارداری کر رہے تھے انھوں نے بڑی عجیب عجیب باتیں مشاہدہ کیں۔" (زبدۃ المقامات ص ۲۰۵)

تیسرے صاحبزادے خواجہ محمد عیسےٰ علیہ الرحمہ تھے، صرف آٹھ سال کی عمر تھی لیکن لوگوں نے آپ کی بہت سی کرامات مشاہدہ کیں، حضرت مجدد تحریر فرماتے ہیں :۔

"آٹھ سال کی اس مختصر عمر میں لوگوں نے محمد عیسےٰ کی جو کرامات مشاہدہ کیں ان کو کیا بیان کیا جائے۔" (زبدۃ المقامات، ص ۲۰۵)

اللہ اللہ یہ تینوں صاحبزادے آن کی آن میں نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ حضرتِ مجدد کے قلب حزیں پر کیا کچھ نہ گزری ہوگی لیکن پائے استقامت میں ذرا تزلزل پیدا نہ ہوا۔ اور فرمایا تو یہ فرمایا

"یہ جواہر نفیسہ تھے جو امانۃً ہمارے سپرد کئے گئے تھے۔ خدا کا شکر و احسان ہے کہ ان امانات کو دل تنگی کے بغیر صاحب امانت کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔" (زبدۃ المقامات ص ۲۰۹)

Marfat.com

ع ہم ہیں تیرے و دیعتیں تیری

زندگی کے ان عظیم حادثات کو برداشت کرنے کے لئے بڑی ہمت اور حوصلے کی ضرورت ہے۔
——— غم والم کے ایسے ہی موقعوں پر محبوب و نامحبوب یہ جس دن کے اجالے اور رات کی تاریکی کی طرح ممتاز نظر آتی ہیں ——— نامحبوب' جفائے محبوب پر چیخنے چلاتے ہیں اور محبوب' جفائے محبوب کو نظر محبت سے دیکھ کر وفا سے زیادہ لطف پاتے ہیں ؎

تیری مرضی جو دیکھ پائی ہے
خلشِ درد کی بن آئی ہے

اولاد کا اٹھ جانا یقیناً غمناک والمناک ہے لیکن کسی کے ننگ و ناموس کا خاک میں مل جانا کچھ کم غمناک نہیں ——— حضرتِ مجدد نے ذلت و رسوائی کے اس عظیم سیلاب کو جو راہِ محبت میں آئے بغیر نہیں رہتا' بے مثال استقامت سے برداشت کیا اور اعجاز عزیمت سے اس کا رخ پھیر دیا۔

جب منعم حقیقی اپنے پیارے بندوں کو بیکراں نعمتوں سے نوازتا ہے تو کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اپنے اور بیگانے جلنے لگتے ہیں اور دشمنِ جاں بن جاتے ہیں ——— مخالفت کا ایک طوفان کھڑا کر دیتے ہیں ——— لیکن صاحب عزیمت خندہ پیشانی سے یہ ساری مخالفتیں برداشت کرتا ہے اور اس قوت برداشت سے اس کی حقیقی عظمت جلوہ گر ہوتی ہے ——— اپنی زندگی کے آخری دور میں حضرت مجدّد کو ایسی مخالفت سے سابقہ پڑا ——— بدخواہوں کی ایک جماعت آپ کے اور آپ کے خلفاء کے درپے آزار تھی لیکن آپ نے خلفاء کو یہی ہدایت فرمائی کہ مخالفین کی ذرہ برابر پرواہ نہ کریں اور یادِ الٰہی میں مصروف و منہمک رہیں ——— جس کی نظروں میں بس گیا ہو اور جس کے دل میں وہ سما گیا ہو اس کے قلب و نظر میں غیر کا کہاں گزر!

حضرتِ مجدّد کے خلیفہ خواجہ محمد نعمان علیہ الرحمہ جب مخالفین کی تکلیف دہ باتوں سے رنجیدہ اور کبیدہ خاطر ہوئے تو حضرتِ مجدّد نے یہ تلقین فرمائی :-

Marfat.com

"آپ خسارے میں رہنے والے لوگوں کی پریشان باتوں سے رنجیدہ اور غمزدہ نہ ہوں، ہر شخص اپنے طریقے کے موافق عمل کرتا ہے، مناسب یہ ہے کہ انتقام اور بدلے کے درپے نہ ہوں جس کام میں آپ مشغول ہیں اسی میں کوشش کرتے رہیں، دوسری باتوں سے آنکھیں بند کر لیں۔"

(مکتوباتِ امام ربانی جلد اوّل، مکتوب نمبر ۲۰۴)

ایک دوسرے مکتوبِ گرامی میں مولانا قاسم علیہ الرحمہ کو تحریر فرماتے ہیں :۔

"جس نے کوئی نیک کام کیا تو وہ اس کے اپنے نفس کے لئے ہے اور جس نے کوئی برائی کی وہ اسی کے لئے وبال ہے، خواجہ عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔" الٰہی! جس کو تو تباہ کرنا چاہتا ہے اس کو تو ہمارا دشمن بنا دیتا ہے۔" (مکتوباتِ امام ربانی، جلد اوّل، مکتوب نمبر ۱۱۸)

کیسی دل لگتی بات فرمائی اور کس مناسب موقع پر قرآن کریم کے اس ارشاد کو یاد دلایا کہ جس نے کوئی برائی کی وہ اسی کے لئے وبال ہے۔ پس کسی کے برائی چاہنے سے کبیدہ خاطر نہ ہونا چاہئے کیونکہ سوائے اللہ کے کوئی نقصان پہنچانے والا نہیں، جب کوئی نقصان نہیں پہنچا تو پھر غیر کا اندیشہ کیوں؟ ؎

حیات کیا ہے خیال و نظر کی مجذوبی
خودی کی موت ہے اندیشہ ہائے گوناگوں

اگر حضرت مجدد چاہتے تو مخالفین کی سرکوبی فرما سکتے تھے ــــ حکومت میں آپ کا بڑا اثر و رسوخ تھا لیکن دشمنوں کی سرکوبی کو آپ نے عزیمت کے خلاف سمجھا ــــ مخالفین کے حوصلے بڑھ گئے اور وہ آپ کی عزت و ناموس کے درپے ہو گئے ــــ جہانگیر بادشاہ کو آپ سے بدظن کر دیا چنانچہ اس نے آپ کو اپنے دربار میں طلب کیا، چند استفسارات کئے، آپ نے معقول جوابات دئے ــــ لیکن چوں کہ آداب شاہی کے مطابق آپ نے سجدۂ تعظیم نہ کیا تھا، جہانگیر کو یہ بات

Marfat.com

سخت ناگوار معلوم ہوئی ـــــ پندارِ شاہی میں بصارت و بصیرت دونوں ختم ہو جایا کرتی ہیں اور انسان اپنے آقا و مولیٰ کو بھول کر خود آقا و مولیٰ بن بیٹھتا ہے لیکن جن حضرات نے مولائے حقیقی کی محبت کا مزہ چکھ لیا ہے وہ معبودانِ باطل کو خاطر میں نہیں لاتے بلکہ نگاہیں پھیر لیتے ہیں ؎

ان کی نظر میں شوکتِ جچتی نہیں کسی کی
آنکھوں میں بس رہا ہے جن کے جمال تیرا

حضرت مجدد ایک مکتوب گرامی میں محبوبانِ خدا کی عالی حوصلگی کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :-

"انہیں اس بات سے عار ہوتی ہے کہ شاہی تخت کے تعلقات سے آسودہ ہوں، وہ اس بات کو ننگ سمجھتے ہیں کہ ملکِ خداوندی میں لات و عزّیٰ کو شریک بنائیں۔" • (مکتوباتِ امام ربانی، جلد اول، مکتوب نمبر ۴۷)

حضرت مجدد محبتِ الٰہی میں سرشار تھے، کائنات سے بے نیاز تھے ؎

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذّتِ آشنائی

آپ نے ذلت و رسوائی کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا مگر غیر کے آگے سر نہ جھکایا۔ اور جب شاہجہاں نے یہ کہلوایا کہ فقہا نے سجدۂ تعظیم کو جائز لکھا ہے تو آپ نے فرمایا :-

"یہ تو رخصت ہے، عزیمت یہ ہے کہ غیر اللہ کو سجدہ نہ کیا جائے۔"

(سبحۃ المرجان، ص ۴۹)

؎ یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

علامہ اقبال نے حضرت مجدد کی اسی عزیمت کو دیکھ کر کہا تھا ؎

گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے ۔۔۔ جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیِ احرار

Marfat.com

بہرکیف جہانگیر نے غیظ و غضب کے عالم میں حضرت مجدّد کی نظر بندی کے احکام جاری کئے اور ایک ہندو افسر کے سپرد کیا کہ قلعہ گوالیار میں قید کر دے، جہاں حکومت کے باغیوں کو قید کیا جاتا تھا ____ اللہ اللہ! دینِ اسلام کا یہ محافظ ایک ہندو افسر کے ہاتھوں اسیر ہے ____ رسوائی سی رسوائی ہے! ____ نہ معلوم عتابِ شاہی کے بعد آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا ____ دہلی سے گوالیار کس طرح لے جایا گیا اور قلعہ گوالیار میں کیا معاملہ کیا گیا ____ جس شمع کے ارد گرد ہزاروں پروانے فدا ہوا کرتے تھے، آج وہ تنہا فروزاں ہے، مجلس سونی ہے، کوئی پاس نہیں ____ مورّخ کا قلم خاموش ہے، کچھ خبر نہیں کہ کیا ہوا، ہاں جب شہادت کی خبر نے دلوں کو مضطرب کیا تو ایک روشن ضمیر مجذوب نے فرمایا :-

"آپ کو شہید تو نہیں کیا گیا ہاں آپ کے پیروں میں بیڑیاں ڈال دی گئی ہیں۔"

اللہ اللہ! اس پائے مبارک میں بیڑیاں ڈالی گئیں جس کی گردِ راہ کے سامنے ستارے بھی شرمسار ہیں۔ ؏

اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے

بہرکیف جو نہ کرنا تھا جہانگیر نے وہ سب کچھ کیا ____ خوب خوب ذلیل و رسوا کیا ____ اہلِ خانہ کے پاس جو کچھ تھا وہ بھی لے لیا گیا اور ان کو بے آسرا کر دیا گیا، عرصۂ حیات تنگ کر دیا گیا ____ لیکن حضرتِ مجدد نے ان جفاشعاریوں کا کوئی جواب نہ دیا ____ یہ نہیں کہ آپ مجبور تھے ____ نہیں نہیں اعیانِ مملکت میں آپ کے بہت سے مخلصین و معتقدین اور مریدین تھے، ذرا سے اشارے پر ایک انقلابِ عظیم برپا ہو جاتا ____ لیکن جو مقامِ رضا پر پہنچ چکا ہو اس کی زندگی سے لفظ "انتقام" نکال دیا گیا ہے، کیسا انتقام؟ کس کا انتقام! ____ اہلِ رخصت کو انتقام مبارک ہو لیکن اہلِ عزیمت تو دست و بازوئے قاتل کو چومتے نظر آتے ہیں ؎

آں کشتۂ ہیچ حقِ محبت ادا نہ کرد
کز بہر دست و بازوئے قاتل دعا نہ کرد

Marfat.com

حضرت مجدد نے قلعۂ گوالیار سے جو مکاتیب ارسال فرمائے ہیں ان کو پڑھ کر ایک نئی روشنی ملتی ہے اور زندگی میں ایک عجیب حرارت محسوس ہوتی ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے کوئی بیدار کر رہا ہو، جیسے کوئی پستیوں سے بلندیوں کی طرف لے جا رہا ہو، جیسے کوئی رازِ حیات سے آشنا کر رہا ہو، جیسے کوئی زندگی اور لطفِ زندگی دے رہا ہو۔

قلعۂ گوالیار میں پہنچنے کے بعد شیخ فتح اللہ کو تحریر فرماتے ہیں :۔

"آپ نے جفا اور ملامتِ خلق کے بارے میں تحریر فرمایا ہے، یہ تو اس گروہِ سالکین کا حسن و جمال ہے، ان کے رنگ میں اس سے نکھار پیدا ہوتا ہے، پھر اس سے دل تنگی اور کدورت کیوں ہو؟ جب فقیر اس قلعے میں پہنچا تو اوائلِ حال ہی میں محسوس ہوتا تھا کہ ملامتِ خلق کے انوار شہروں اور دیہاتوں سے نورانی بادلوں کی طرح پے در پے پہنچ رہے ہیں اور میرے معاملے کو پستی کی طرف سے بلندی کی طرف لے جا رہے ہیں۔"

(مکتوباتِ امام ربانی، جلد سوم، مکتوب نمبر ۶)

خواجہ میر محمد نعمان کو لذتِ آزار سے لطف اندوز ہونے کی تلقین فرماتے ہیں :۔

"آپ دوستوں سے کہہ دیں کہ وہ دل تنگی دور کریں اور جو لوگ درپۓ آزار رہیں ان کی طرف سے بددل نہ ہوں بلکہ ان کے فعل سے لذت حاصل کریں۔"

(مکتوباتِ امام ربانی، مکتوب نمبر ۱۰)

سبحان اللہ! کیا تلقین و ہدایت ہے ــــــ نہ صرف یہ کہ دشمنوں کی ایذا رسانی سے دل تنگ نہ ہوں بلکہ اس ایذا رسانی سے لطف حاصل کریں ــــــ نظر میں یہ بلندی جبھی پیدا ہوتی ہے جب انسان کاملین کی صحبت سے مستفیض ہوتا ہے۔

عین بلا میں صاحبزادگان کو کس کمالِ تسلیم و رضا کا درس دیتے ہیں، فرماتے ہیں :۔

"نصیحت یہی ہے کہ کوئی مراد اور کوئی خواہش باقی نہ رہے ــــــ خواہشاتِ نفسانی

Marfat.com

کو جو معبودانِ باطل ہیں "لا" کے تحت نہ لاؤ تاکہ سب منتفی ہو جائیں اور دل میں کوئی مقصود اور کوئی مراد باقی نہ رہے حتیٰ کہ میری رہائی جو اس وقت تمہارا مقصد اہم ہے وہ بھی تمہاری مراد نہ رہے اس کی تقدیر اور اس کے فعل وارادے پر راضی رہو۔"

(مکتوباتِ امام ربانی، مکتوب نمبر ۲)

ایک اسیرِ زنداں کا اپنے بیٹوں کو یہ لکھنا کہ اللہ کی محبت میں وہ محویت حاصل کرو کہ ساری تمنائیں اور آرزوئیں محو ہو جائیں، حتیٰ کہ میری رہائی کی آرزو بھی تمہارے دل سے نکل جائے کوئی معمولی بات نہیں، بہت بڑی بات ہے ـــــ اور خود اس کی محویت کا یہ عالم ہے کہ جفاؤں میں وفا سے زیادہ لذت پا رہا ہے ـــــ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے نام ایک مکتوب میں اس رازِ محبت کی طرف یوں اشارہ فرماتے ہیں :۔

"محبوب کے افعال تو سب ہی میٹھے ہیں، جو ماسوا اللہ کی محبت میں گرفتار ہو اس کو کڑوے لگتے ہیں، دردمند تو محبوب کی دی ہوئی مصیبت میں اس قدر لذت و حلاوت پاتے ہیں کہ انعام میں بھی متصور نہیں ـــــ ہر چند کہ دونوں محبوب ہی کی جانب سے ہیں لیکن مصیبت میں محب کے نفس کو دخل نہیں اور انعام مرادِ نفس پر مبنی ہے۔" ـــــ (مکتوباتِ امام ربانی، جلد دوم، مکتوب نمبر ۲۹)

صرف وفا میں لطف آئے اور جفا میں لطف نہ آئے تو یہ نقصِ محبت کی علامت ہے ـــــ انعام میں تو سب ہی کو لطف آتا ہے اس میں محب کی کیا تخصیص؟ ـــــ ایلام سے لطف اندوز ہونا صرف اور صرف محب ہی کا حصہ ہے ـــــ مرزا مظفر خاں کے نام ایک مکتوب میں اس رازِ عشق کو آشکار فرماتے ہیں :۔

"حقیقت تو یہ ہے کہ جو چیز بھی محبوبِ حقیقی کی طرف سے پہنچے اس کو کشادہ پیشانی اور فراخ حوصلگی سے احسان مندی کے ساتھ قبول کرنا چاہیئے بلکہ اس سے لطف اندوز ہونا چاہیئے۔ اور رسوائی اور بے ننگی جو مرادِ محبوب ہے، محبوب کے نزدیک نام و

Marfat.com

تنگ سے بہتر ہے، یہ اس کے دل کی خواہش ہے، اگر یہ بات محب کے دل میں پیدا نہ ہو تو اس کی محبت ناقص ہے بلکہ وہ دعویٰ محبت میں جھوٹا ہے۔"

(مکتوبات امام ربانی، مکتوب نمبر ۷۰)

جو شخص قید و بند کی مصیبتیں جھیل رہا ہو اس کا دل یہی چاہتا ہے کہ جلد سے جلد قید سے آزادی مل جائے، مگر حضرت مجدد آزادی کے طلب گاروں پر ایک لطیف طنز فرماتے ہیں صاحبزادگان کے نام ایک مکتوب گرامی میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"فرزندانِ گرامی! اطمینان رکھو، لوگ ہر وقت ہماری تکلیفوں کا خیال رکھتے ہیں اور اس تنگی سے خلاصی چاہتے ہیں، لیکن ان کو نہیں معلوم کہ نامرادی ــــــ بے اختیاری اور ناکامی میں کس غضب کا حسن و جمال ہے ــــــ اس کے برابر کون سی نعمت ہوگی کہ اللہ تعالےٰ ایک شخص کو بے اختیار کر کے خود اس کے ارادے اور اختیار سے باہر نکال لے اور اپنے ارادے کے مطابق زندگی بخشے قید کے زمانے میں جب اپنی ناکامی اور بے اختیاری کو دیکھتا تھا تو عجب لطف اٹھاتا تھا اور انوکھا مزہ پاتا تھا۔ لیکن اہل فراغت، مصائب کے حسن کا کیا اندازہ کر سکتے ہیں۔"

حضرت مجدد رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے غموم و آلام کو برداشت ہی نہ کیا بلکہ غم دوراں میں حسنِ جاناں کا مشاہدہ کیا ــــ جب تک یہ بصیرت پیدا نہیں ہوتی، زندگی، زندگی نہیں ہوتی ــــ مولیٰ تعالےٰ اپنے محبوبوں کے صدقے ہم کو لذت جفا سے آشنا فرمائے اور وہ نظر عطا فرمائے جو غمِ گیتی میں جمال و زیبائی کے سوا کچھ نہ دیکھے۔ آمین ثم آمین۔

نظر نظر کی بات

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں کائنات کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے ہتھیلی پر رائی کا دانہ" ــــ اور حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "میں اس ذرے میں مشاہدۂ کائنات کر رہا ہوں" ــــ کیسی عجیب

Marfat.com

بات ہے، جو ہم کو نظر نہیں آتا وہ ان حضرات کو کیسے نظر آگیا؟ ـــــ شاید یہ مبالغہ ہے (معاذاللہ) ـــــ جو قرآن و حدیث میں آیا ہے اور تصوف کی کتابوں میں لکھا ہے کچھ سمجھ سے بالاتر ہے، نہیں نہیں نظر کی ضرورت ہے، سب کچھ سمجھ میں آسکتا ہے ـــــ شعبۂ حیاتیات کی تجربہ گاہ میں جائیے، شیشے کی سلائیڈ پر تل جیسی کوئی چیز چپکی ہے ـــــ یوں نظر نہیں آتی، غور سے دیکھو تو نظر آتی ہے، بظاہر یہ سلائیڈ شیشے کا ایک صاف شفاف ٹکڑا معلوم ہوتا ہے لیکن جب اس کو خوردبین کے اندر رکھا جاتا ہے تو وہی تل جو نظر نہ آتا تھا، ایک نئی بہار حسن کے ساتھ جلوہ گر ہے، آنکھیں کھل جاتی ہیں اور دل روشن ہو جاتا ہے ـــــ جس آنکھ نے ابھی ابھی کچھ نہ دیکھا تھا، اب وہ سب کچھ دیکھ رہی ہے، جبھی تو میر تقی میر نے کہا تھا ؎

جہاں جلوے سے اس محبوب کے یکسر لبالب ہے
نظر پیدا اگر ہو تو پھر تماشا دیکھ قدرت کا

ایک وہ ہیں جو اسباب کے محتاج ہیں اور ایک وہ ہیں جو اسباب سے بے نیاز ہیں خدا نے ان کو وہ بصیرت و بصارت دی ہے کہ کسی خوردبین کی ضرورت نہیں۔

غالباً بات سمجھ میں آگئی ہوگی، نہ آئی ہو تو ایک اور تجربہ کیجئے:۔

غالب کا ایک شعر لکھئے، نابینا کو دکھایئے، پڑھنا اور تشریح کرنا تو کجا اس کو کچھ بھی نظر نہ آئے گا ـــــ پھر ایک ان پڑھ بینا کو دکھایئے، وہ بھی کچھ نہ بتا پائے گا، بس اتنا ہی بتا سکے گا کہ کاغذ پر دو سیاہ لکیریں نظر آرہی ہیں ـــــ آگے بڑھئے، طفل مکتب کو دکھایئے، شاید ہی وہ کچھ پڑھ پائے ـــــ اور آگے چلئے، کسی اسکول کالج کے طالب علم کو دکھایئے، یہ شعر تو پڑھ لے گا (اور شاید صحیح نہ پڑھ سکے) مگر مطلب بتانا اس کے بس کی بات نہیں، ممکن ہے کہ کوئی ہونہار طالب علم بتا دے ـــــ ہاں اور آگے بڑھیئے کسی استادِ کامل کو دکھایئے، وہ اس شعر کو دیکھتے ہی ایسی تقریر کرے گا کہ آپ ہکا بکا رہ جائیں گے، پھر آپ پر یہ عقدہ کھلے گا کہ ان دو مصرعوں میں جہانِ معنیٰ آباد ہے، کچھ بعید نہیں کہ وہ یہ دعویٰ کرے کہ میں اس شعر پر دفتر کے دفتر سیاہ

Marfat.com

کر سکتا ہوں ____

دیکھا آپ نے! ____ ایک ہی شعر ہے، سب کی نظریں اس پر پڑ رہی ہیں، کسی کو کچھ نظر نہ آیا، کسی کو کچھ نظر آیا مگر بتا نہ پایا، کسی نے کچھ پایا، کسی نے دریا بہایا ____ نظر نظر کی بات ہے ____ اسی لئے تو غالب کہتا ہے

نظرے میں دجلہ دکھائی نہ دے اور جزو میں کل
کھیل لڑکوں کا ہوا، دیدۂ بینا نہ ہوا

یہ کہنا کہ انبیاء علیہم السلام اور صوفیا جو بتاتے ہیں، ہماری سمجھ میں نہیں آتا، اس لئے لغو ہے (معاذ اللہ، استغفر اللہ) ایسا کہنا ہے جیسے نابینا یہ کہے کہ جس کاغذ پر غالب کا شعر لکھا ہے اس کا سرے سے وجود ہی نہیں، یا اگر اس کا وجود ہے تو کم از کم شعر کا تو وجود ہی نہیں کہ نظر نہیں آتا ____ یا ان پڑھ بینا یہ کہے کہ اس کاغذ پر دو سیاہ لکیروں کے سوا کچھ بھی نہیں اور یہ جو کچھ اس کی تشریح میں دریا بہائے گئے ہیں، سب لغو و بیہودہ ہیں ____ ظاہر ہے مدعی کے اس دعویٰ سے حقیقت کی لغویت نہیں بلکہ مدعی کی لغویت اور حماقت ظاہر ہوتی ہے۔

تاجداری و خاکساری

رسم تاجپوشی خدا جانے کس نے ایجاد کی، معقولیت سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں ____ حضرت انسان کے فکر و شعور میں سجدہ ریزی کا جو خیال کروٹیں بدلتا رہتا ہے، شاید یہ اسی خیال کا ایک بھونڈا اظہار ہے اور اسی ذوق کی ایک ناتمام تسکین ہے ____ ایک انسان، ہاں ایک انسان، مٹی کا بنا ہوا انسان، فانی انسان، مجبور و بیکس انسان ____ جس کی زندگی اس کے ہاتھ میں نہیں، جو وہ نہیں کر سکتا جو وہ چاہے، اس کی زندگی اور اس کی چاہت، مختار مطلق کے ہاتھ میں ہے۔ ہاں، ذرا دیکھو تو سہی، یہی انسان، خلعتِ فاخرہ زیب تن کئے، تاج شاہی سر پر رکھے عصائے نخوت ہاتھ میں لئے، اکڑتا جا رہا ہے ____ اور ذرا ادھر بھی دیکھو، یہ بھی انسان ہیں، صف بہ صف کھڑے ہیں، سر جھکائے جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں، بدن پر کپکپی، ہاتھ میں رعشہ،

Marfat.com

خوف و دہشت سے لرزاں و ترساں، لا حول ولا قوۃ الا باللہ ا ـــــ ایک انسان کا اس ذلت و رسوائی پر راضی ہو جانا اور اس کو باعثِ فخر سمجھنا تاریخِ انسانیت کا ایک زبردست المیہ ہے ـــــ مگر دیکھنے والوں کو یہ المیہ طربیہ معلوم ہوتا ہے۔

ہزاروں درود و سلام ہوں اس انسان کامل پر جس نے طلسم تاجداری توڑ کر انسان کو انسان کی غلامی سے نجات دلائی ـــــ خدا کے آگے جھکایا اور انسان کو انسان کے ساتھ انسانوں کی طرح رہنا سکھایا ـــــ جس نے پندار شاہی کے زعم میں کسی کی عزت و ناموس کو خاک میں نہیں ملایا۔ جس نے سب کو محترم بنا کر آسمان کی بلندی تک پہنچایا۔

انسان میں فطرۃً اکڑ ہے اسی لئے خدا نے اپنے بندوں کو سمجھایا کہ دیکھو اکڑا نہ کرو، تمہارے اکڑنے سے نہ زمین پھٹ جائے گی اور نہ تم پہاڑ کی چوٹیوں تک جا پہنچو گے ـــــ پھر کیوں اکڑتے ہو؟ ـــــ ہمیں ایسی باتیں اچھی نہیں لگتیں ـــــ زمین پر اس طرح چلو جیسے خاکسار چلا کرتے ہیں۔ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا (اللہ کے پیارے بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں)

یادِ رفتگاں

نہ معلوم کب سے مرنے جینے کے دن منائے جاتے ہیں ـــــ یہ ایک رسمِ قدیم ہے، بہت اچھی رسم ہے، قرآن کریم نے ان دونوں کے علاوہ تیسرے دن کا بھی ذکر فرمایا ہے، یوم حشر و نشر ـــــ ہاں تو بظاہر اس رسم کا مقصد یہی معلوم ہوتا ہے کہ بچھڑے ہوئے بزرگوں کی یاد تازہ کی جائے، ان کے روشن کردار، ان کی روشن تعلیمات کو اپنایا جائے ـــــ مگر ہوتا یہ ہے کہ مرحومین کے کردار و تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا جاتا ہے اور ایسے ایسے پروگرام مرتب کئے جاتے ہیں کہ شاید یہ خراجِ عقیدت پیش کرنے والوں پر مرحومین کی روحیں نفرین کرتی ہوں۔

شہید کربلا کا دن منایا جاتا ہے ـــــ ضرور منایا جانا چاہیئے ـــــ جس نے حق کی خاطر جانِ عزیز قربان کی ہو اس کی یاد کیوں نہ منائی جائے ـــــ وہ سرگروہِ احرار تھا، اس کے

Marfat.com

دم سے ایمان کی رونق ہے، وہ شہید ہے، وہ جوانانِ جنت کا سردار ہے، وہ دوشِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سوار ہے، وہ زندۂ جاوید ہے، وہ جنت کی بیکراں نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہا ہے، اس کے لطف و سرور کا کون اندازہ کر سکتا ہے ــــ قیامت کے دن ان کا رب ان کو اتنا دے گا اتنا دے گا کہ ہم تصور بھی نہیں کر سکتے ــــ ذرا سوچو تو سہی کہ ایسے شہید ناز کی یاد کس طرح منائی جاتی ہے ــــ کیا جو کچھ ہم کرتے ہیں اس کے شایانِ شان ہے؟ ــــ عقل سلیم جواب دے؟ ــــ جو اس نے کیا ہم وہ نہیں کرتے اور جو اس نے نہ کیا وہ ہم کرتے ہیں ــــ یہ کیسی محبت ہے، یہ کیسا عشق ہے، یہ کیسی وارفتگی ہے، یہ کیسی شیفتگی ہے، یہ کیسی جاں نثاری ہے، یہ کیسی فداکاری ہے یہ کیسی اطاعت شعاری ہے، یہ کیسی وفاداری ہے؟ خدارا کچھ تو بتاؤ

دل میں ایک بات رہ رہ کر آتی ہے، آپ کو بھی بتا دوں ــــ انسان ابتلاء سے گزر کر معراجِ کمال پر پہنچتا ہے لیکن معراجِ کمال پر پہنچنے کے بعد کوئی شخص اس کے دورِ ابتلا کی یاد نہیں مناتا بلکہ اس کو جو نعمت ملی ہے اس پر خدا کا شکر ادا کیا جاتا ہے ــــ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم معراج منایا جاتا ہے، یوم ولادت منایا جاتا ہے ــــ دھوم دھام سے منایا جاتا ہے ــــ لیکن طائف کے بازاروں میں اس جانِ حزیں پر جو کچھ گزری تھی اور جس کے متعلق اس نے فرمایا تھا کہ زندگی کی سب سے کٹھن گھڑی گزری تھی ــــ ہاں اس کی یاد منا کر کوئی سینہ کوبی نہیں کرتا۔ ــــ وہ ایک آزمائش تھی آئی و گئی ــــ اب عیشِ جاودانی ہے، اس پر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں اور آپ کے محامد و محاسن بیان کرتے ہیں ــــ یہی شہیدِ کربلا کی یاد میں کیا جانا چاہیئے ــــ ہاں اس پر ضرور ماتم کیا جانا چاہیئے کہ جو متاعِ گراں مایہ خدا نے ہم کو دی تھی اس کو ہم نے اپنے ہاتھوں کربلا میں لٹا دیا، لیکن یہ کام وہ کرے جو حسینی لشکر میں نہ تھا، ہاں اس کو پچھتانا چاہیئے اور وہ سب کچھ کرنا چاہیئے جو پرلے درجہ کا گناہگار و سیہ کار احساسِ ندامت کے بعد کیا کرتا ہے ــــ لیکن جو حسینی لشکر کے ساتھ تھے ان کو حسین رضی اللہ عنہ کی بے پناہ استقامت و استقلال پر فخر ہے ــــ دشمنوں نے شہید و پامال کیا لیکن شہیدِ عشق کو کوئی پامال نہیں کر سکتا اور نہ وہ شکست کھا سکتا ہے۔

Marfat.com

فتح و نصرت اس کے قدم چومتی ہے اور تاج کامرانی اس کے فرق اقدس پر رکھا جاتا ہے ؎

آنانکہ غم تو برگزیدند ہمہ

در کوئے شہادت آرمیدند ہمہ

در معرکۂ دو کون فتح از عشق است

باآں کہ سپاہِ او شہید ند ہمہ

مزارات و مقابر

حضرات اہل اللہ کی یاد منانا بڑا اچھا مشغلہ ہے ــــــ خصوصاً اس دور میں جب کہ غیر تہذیبی، غیر اخلاقی اور غیر مذہبی مشاغل نے ہمارے فکر و شعور پر ڈاکہ ڈالا ہے ــــــ اولیاء اللہ کے ذکر و فکر میں سکون ہی سکون ہے، چین ہی چین ہے کہ ان کے دل میں چین ہے ــــــ ہم چین کو باہر تلاش کرتے ہیں لیکن چین تو اندر ملتا ہے ع

کس طرح کبریت سے روشن ہو بجلی کا چراغ ؟

ہاں تو اصلاحِ فکر و شعور کے لئے اہل اللہ کی یاد 'تریاق و اکسیر' کا حکم رکھتی ہے مگر اب ان مشاغل کی اخلاقی اور روحانی حیثیت کچھ کم ہو گئی ہے ــــــ اقتصادی اور معاشی اہمیت زیادہ ــــــ ہزاروں کے پیٹ پلتے ہیں ــــــ فتوحات میں فراوانی کے لئے قبریں سجائی جاتی ہیں اور گنبد بنائے جاتے ہیں اور عرسوں میں دھوم مچائی جاتی ہے ــــــ دور افتادہ قبریں دیکھتے ہی دیکھتے آسمان سے باتیں کرنے لگتی ہیں ــــــ سابقین نے جس مشغلے کو اصلاحِ حال کے لئے اپنایا تھا، اب یہ ایک منفعت بخش فن بن کر رہ گیا ہے ــــــ حصولِ منفعت کے لئے کیا کیا جتن کئے جاتے ہیں ــــــ سنیئے تاکہ عبرت ہو اور اگر ممکن ہو تو اصلاحِ حال کی کوشش کی جائے۔

۱۔ دس برس پہلے کی بات ہے، ملازمت کے سلسلے میں میرپور خاص میں مقیم تھا ــــــ روزانہ شام کو رفیقوں کے ساتھ حیدرآباد روڈ پر ٹہلنے جایا کرتا تھا، ایک قبر کے پاس سے گزر ہوتا جو نہر کے کنارے تھی، پاس ایک مجاور ہوتا، چادر چڑھی ہوتی، پھول ڈلے ہوتے، فتوحات کا سلسلہ جاری ہوتا ــــــ ایک روز ٹہلتے ٹہلتے یہاں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ نہ وہ مجاور ہے، نہ

Marfat.com

وہ قبر ہے، نہ وہ چادر، نہ وہ پھول، میدان صاف ہے، جیسے یہاں کچھ تھا ہی نہیں ـــــ یقین نہ آتا تھا کہ یہ وہی مقام ہے ـــــ رفیقوں نے تصدیق کی تو یقین آیا ـــــ قبر کیا ہوئی ایک خوانچہ ہو گیا۔ ـــــ جہاں چاہا لگایا، جہاں سے چاہا اٹھایا

۲۔ اور سنیئے ـــــ ایک صاحب کو کیا سوجھی، خالی ڈھنڈار گھر میں ایک پرانے قبرستان سے نہ معلوم کب کب کی پرانی قبروں کے تعویذ اٹھا کر لائے اور اس خالی گھر میں ایک ایک کر کے جما دیئے پھر مشہور کر دیا کہ فلاں جگہ ایک قبرستان نمودار ہوا ہے اور ایک بزرگ کی قبر بھی ـــــ دیکھتے ہی دیکھتے لوگ جمع ہو گئے، پھول والے، اگربتی والے، سب ہی آ گئے، چادریں چڑھنے لگیں، قوالیاں ہونے لگیں، حال پہ حال آنے لگے، غرض اس سنسان گھر کی قسمت جاگ اٹھی اور وہ رونق ہو گئی کہ بس دیکھا کیجیئے۔

۳۔ یاد آیا اجمیر شریف میں عرس شریف کے موقع پر وہ کچھ ہوتا تھا جو دیدنی تھا، زائرین کا بے پناہ ہجوم ہوتا ہے، مجاورین کے وارے نیارے ہوتے تھے، آس پاس دُور پرے بہت سی قبریں ہوتی تھیں ـــــ مجاورین سب کو لے لے کر بیٹھ جاتے تھے، ایک من چلے مجاور نے کیا کام کیا ایک قبر کے اندر جا بیٹھا، سرہانے سوراخ کر لیا تاکہ ہوا بھی جاتی رہے اور کام بھی ہوتا رہے، اس کا رفیق اس کی قبر کی مجاوری کے لئے مستعد تھا، جو آتا اس سے کہتا آؤ حضرت صاحب سے مصافحہ کرا دیں ـــــ زائرین ڈرتے ڈرتے سوراخ میں ہاتھ ڈالتے، خوب مصافحے ہوتے، خوش خوش ہاتھ باہر نکالتے اور اپنی قسمت پر ناز کرتے ـــــ عورتیں بھی آتیں، مصافحہ کے لئے وہ بھی ہاتھ ڈالتیں مصافحہ تو ہو جاتا مگر سونے کی چوڑیاں اور انگوٹھیاں نذرِ مصافحہ ہو جاتی تھیں ـــــ چیختی چلاتی ہاتھ باہر نکالتیں، مجاور یہ کہہ کر خاموش کرتا کہ تم خوش نصیب ہو کہ حضرت صاحب نے تمہاری چوڑیاں اور انگوٹھیاں قبول فرما لیں، یہ رونے کا مقام نہیں یہ تو مقام مسرت ہے۔

۴۔ دہلی میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمہ کے مزار مبارک پر جانا ہوا۔ وہاں یہ رنگ دیکھا کہ ایک مجاور مزار شریف کے پائینتی بیٹھا ہے جو زائر آتا ہے اس سے مندرجہ ذیل

Marfat.com

چڑھاوے وصول کرتا ہے :۔

ا : پانچ آنے۔

ب : پھولوں کا دَونا۔

ج : گلاب کا پوا۔

ان اشیائے ثلاثہ میں سے کسی کے پاس ایک چیز نہ ہوتی، اسی وقت بغیر فاتحہ پڑھے واپس کر دیا جاتا ـــــ پھر لطف کی بات یہ تھی کہ درگاہ شریف کے دروازے پر مجاور موصوف کے ایک رفیق پھول اور گلاب فروخت کر رہے تھے ـــــ ادھر فروخت کرتے، ادھر چڑھتا اور فوراً ہی چوری چھپے یہاں آجاتا، گویا یہ پھول اور یہ گلاب بار بار بکتا اور بار بار چڑھتا ؎

جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے، اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

۵۔ اور یہ منظر بھی دیکھنے میں آئے ـــــ دہلی کی ایک مشہور درگاہ میں جہاں علامہ اقبال نے بھی حاضری دی تھی، بمبئی سے چند عقیدت مند آئے، نہایت قیمتی مخملی چادر لائے، زردوزی کے کام سے لسی ہوئی چادر چڑھائی، فاتحہ کے لئے کھڑے ہو گئے ـــــ مجاورین کے متحارب گروپ (خانقاہوں اور مزارات پر اکثر متحارب گروپ نظر آئیں گے) شکرے کی طرح اس چادر کو تاڑتے رہے ـــــ جونہی وہ حضرات فاتحہ سے فارغ ہو کر چلے، یہ سب کے سب لپکے، دونوں کے ہاتھ چادر کا ایک ایک سرا لگ گیا، کھینچاتائی شروع کر دی، چادر تار تار ہو گئی، جو ٹکڑا جس کے ہاتھ لگا، لے گیا ؎

یہ بزمِ مے ہے یاں کوتاہ دستی میں ہے محرومی
جو بڑھ کر ہاتھ میں لے لے مینا اسی کا ہے

اللہ اللہ وہ اہل اللہ جنہوں نے تہذیب و شائستگی کا درس دیا، جنہوں نے لطفِ زندگی سے آشنا کیا اور جینا و مرنا سکھایا، ان کے مقابر آج بد تہذیبی اور خرافات کے گہوارے بن چکے ہیں ـــــ کاش ہماری آنکھیں کھل جائیں اور روحانیت کے ان مراکز میں مادہ پرستانہ ذہنیت کو چھوڑ کر ان

Marfat.com

حضرات کی روحانیت سے مستفیض ہوں ؎

دربارِ شہنشہی سے خوش تر
مردانِ خدا کا آستانہ

اہلِ ظاہر صرف ظاہری ٹیپ ٹاپ پر مرتے ہیں، ان کے خیال خام میں عمارت جتنی اونچی ہو گی صاحبِ قبر بھی اتنے ہی اونچے ہوں گے حالاں کہ ان حضرات کو اس ظاہری اونچ نیچ سے کوئی سروکار نہیں، یہ صرف ہمارے لئے جنت نظارہ ہے ـــــ ان کی جنت اور ہے، وہ اس مقام رفیع پر فائز ہیں جہاں سے انھیں کوئی نہیں اتار سکتا۔

سازوآواز

ایک وہ زمانہ تھا کہ فضائیں پرسکون، شہر و دیار پرسکون، آسمان پرسکون، زمین پرسکون، جدھر دیکھو سکون ہی سکون، خاموشی ہی خاموشی ـــــ آہ! وہ سکون کہاں گیا اور وہ خاموشی کیا ہوئی؟ ـــــ اب جدھر دیکھو آوازیں ہی آوازیں، ہنگامے ہی ہنگامے ـــــ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چشم بصیرت سے آنے والے ان ہنگاموں کو دیکھ لیا تھا اور فرمادیا تھا کہ وہ زمانہ آنے والا ہے، جب فضاؤں سے نغمے پھوٹیں گے ـــــ دنیا حیران تھی، لیکن منتظر تھی ـــــ وہ دور آگیا اور گردشِ دوراں نے بصیرتِ جنابِ رسالت مآب کی تصدیق کردی ـــــ اللہ اللہ! زمانہ اقوالِ محمدیہ کا سب سے بڑا مؤید ہے ـــــ اس تائید و تصدیق سے بڑھ کر اور کس کی تصدیق چاہیئے؟ ع

بَرّاں صفت تیغ دو پیکر نظر اس کی

ماہرین کا خیال ہے کہ آوازیں انسانی صحت پر بے حد اثر انداز ہوتی ہیں، جاگتے، سوتے، چلتے پھرتے، ہر وقت اثر انداز ہوتی ہیں، ہم کو احساس نہیں ہوتا لیکن آوازیں ہمارے تعاقب میں رہتی ہیں ـــــ واقعی کچھ محسوس تو بھی ہوتا ہے، ان صداؤں نے ٹکرا ٹکرا کر ہماری قوتِ حافظہ کو تقریباً زائل کردیا ـــــ وہ انسان تحقیق کے میدان میں جس نے آسمان کے تارے توڑے ہیں، قوتِ حافظہ کھو بیٹھا ـــــ جس کو دیکھو تقریر پڑھ رہا ہے اور تقریر کرتا عجائبات میں شمار

Marfat.com

ہونے لگا ـــــ آیئے دورِ "جہالت" کی پر سکون اور پر سکوت فضاؤں میں چلیں۔

یہاں عجیب عالم ہے، ایک ایک شاعر کو پورے کا پورا دیوان حفظ ہے اور اس سے بھی زیادہ نہ معلوم کیا کچھ یاد ہے ـــــ لکھنا پڑھنا عیب ہے، اس لئے نہیں کہ علم سے دل اچاٹ ہے بلکہ اس لئے کہ بلند ہمت، قوتِ حافظہ کے لئے لکھنا پڑھنا باعثِ عار سمجھتے ہیں اور اس شخص کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے جو خیالات کو تحریر کے سہارے محفوظ رکھتا ہے ـــــ قوت حافظہ کا یہ عالم ہے کہ جو بات سنتے ہیں، یاد کر لیتے ہیں، جو کہتے ہیں یاد ہو تا ہے، بھول چوک کا سوال ہی نہیں۔ چودہ سو برس گزر جانے کے بعد یہ محیّر العقول قوتّ حافظہ تقریباً جاں بلب ہے۔ زوالِ حافظہ کے اور بھی سبب ہو سکتے ہیں لیکن بیسویں صدی میں اس اچانک زوال میں ساز و آواز کا بڑا ہاتھ ہے جب ہی تو قرآن کریم نے انسانوں کو ہدایت کی کہ آہستہ بولا کرو، چلا چلا کر نہ بولا کرو ـــــ یہ بات قرآن نے کہی جو مذہبی سمجھ کر نظر انداز کر دی گئی ہے لیکن دورِ جدید کی تحقیق نے ثابت کر دیا کہ قرآن کی یہ بات سائنٹفک بھی ہے، یعنی چلا کر بولنے سے آوازوں کے تصادمات قوتِ حافظہ اور صحت کو متاثر کرتے ہیں ـــــ اسی لئے دربارِ نبوی میں حاضرین کو خاموش اور سراپا گوش بنایا گیا کہ اس مجلس میں جو کچھ بتایا جاتا تھا، یاد رکھنے کے لئے، دل میں اتارنے کے لئے، سینے سے لگانے کے لئے۔

اگر اب بھی کچھ شک ہو تو ذرا اس حقیقت پر غور کیجیے کہ دیہاتیوں کی قوتِ حافظہ شہریوں کی قوتِ حافظہ سے کہیں زیادہ ہوتی ہے ـــــ آخر کیوں؟ کیا بات ہے؟ ـــــ وہاں آوازیں اور ہنگامے نہیں اور یہاں آوازیں ہی آوازیں ہیں، ہر آواز ہمارے ذہنی خزانوں کو غیر شعوری طور پر لوٹ رہی ہے اور ہمیں خبر تک نہیں ـــــ قوتّ حافظہ کے اسی زوال نے ہمارے علمی اداروں میں امتحانات کو (جن کا تمام تر دارومدار قوتِ حافظہ پر ہوتا ہے) نہایت مشکل بنا دیا ہے ـــــ استاد پہلے بھی تھے، اب بھی ہیں ـــــ امتحان پہلے بھی ہوتے تھے اب بھی ہوتے ہیں مگر اس امتحان کے لئے جو خفیہ انتظامات ہوتے ہیں وہ پہلے نہ ہوتے تھے۔

Marfat.com

اور اس پر بھی طالب علم کمرۂ امتحان میں اپنے "انتظامات" الگ کرتا ہے، وہ زوالِ حافظہ کی وجہ سے غریقِ دریا کی طرح اِدھر اُدھر ہاتھ مارتا ہے ــــ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ــــ اسی مشکل کی وجہ سے مغربی ملکوں میں طریقۂ امتحان یکسر بدل دیا گیا ہے اور قوتِ حافظہ پر کم سے کم بار رکھا گیا ہے اور رکھا جانا چاہیئے ــــ یہ تو ظلم ہوگا کہ ایک طرف ہم سازو آواز سے طالب علم کی قوتِ حافظہ پر شبخون ماریں اور دوسری طرف اس سے وہی متاعِ گم گشتہ طلب کریں۔

آوازوں کی دنیا میں نہ کوئی عبقری پروان چڑھا اور نہ کوئی شئے کچھ بن کر ابھری ــــ ہر عبقری اور ہر شئے خاموش فضاؤں کی پروردہ ہے ــــ غارِ حرا کی پرسکون و پرسکوت فضاؤں سے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب عالمتاب بن کر جلوہ گر ہوئے ــــ دریا کی خاموش گہرائیوں میں قطرۂ بے مایہ سینۂ صدف سے گوہر آبدار بن کر ابھرا ــــ سینۂ گیتی کی خاموش فضاؤں میں تخم فرمایہ نئی قوت لے کر نکلا ــــ شکم مادر کی پرسکوت فضاؤں میں حضرت انسان نے زندگی پائی اور ایک نئی آن بان کے ساتھ ظاہر ہوئے ــــ غرض تعمیر و تشکیل اور ترقی کے لئے سکون و سکوت کی ضرورت ہے، لیکن آج ہر چیز میسر ہے، یہی نہیں ؎

کہتے ہیں جسے سکوں، نہیں ہے

سکوت و خاموشی

خاموشی شکم مادر بھی ہے اور سینۂ گیتی بھی ہے، سب ساز اس سے نکلتے ہیں اور پھر اسی میں گم ہو جاتے ہیں ــــ پھر وہی خاموشی وہی سکوت کا عالم ــــ لیکن یہ خاموشی کہ ساز و آواز سے بیگانہ نظر آتی ہے، مگر ساز و آواز سے معمور ہے 'ہنگامۂ خاموش' کا نام سکوت ہے ــــ دورِ جدید کی ایجادات نے اس عقدے کو حل کرکے رکھ دیا، فضائے خاموش میں ریڈیو کھولئے اور پھر دیکھئے کہ کیسا بولتا ہے ــــ یہ بول کہاں سے آگئے؟ ــــ یہ اچانک کیسا ہنگامہ برپا ہوگیا؟ ــــ اسی خاموشی نے ان ہنگاموں کو جنم دیا ہے؟ ــــ خاموشی کے اس راز کو سب سے پہلے ایک مسلم صوفی اور فلسفی محی الدین ابن عربی علیہ الرحمہ نے پایا تھا، یہ ساتویں صدی ہجری میں

Marfat.com

گزرے ہیں ــــ آج سے سات سو برس پہلے ــــ مگر ان کی بصیرت تو دیکھو کہ وہ بات کہہ گئے جو صدیوں بعد دریافت کی گئی ــــ سنیئے وہ کیا کہہ گئے:

"اما الحروف اللفظیۃ فانہا تتشکل فی الھواء ولھذا تتصل بالسمع علی صورۃ ما نطق بہا المتکلم فاذا تشکلت فی الھواء قامت بہا ارواحہا وھذہ الحروف لا یزال الھواء یمسك علیہا شکلہا وھذہ الحروف الھوائیۃ اللفظیۃ لا یدرکہ الموت بعد وجودھا بخلاف الحروف الرقمیۃ تقبل التغیر والزوال لانہا فی محل تقبل ذالك والاشکال اللفظیۃ فی محل لا یقبل ذالك ولھذا کان لہا البقاء فالجو کلہ مملو من کلام العالم یراہ صاحب الکشف صورۃ قائمۃ" (فتوحاتِ مکیہ ج ۱ ص ۱۹۱)

(ترجمہ) لیکن لفظی حروف فضا میں صورت پذیر ہوتے ہیں اسی لئے بولنے والا جس طرح بولتا ہے اسی طرح یہ کانوں سے ٹکراتے ہیں ــــ جب یہ فضا میں صورت پذیر ہوتے ہیں تو ان کے ساتھ ان کی روحیں بھی فضا میں ٹھہر جاتی ہیں ــــ یہی وہ حروف ہیں جو جیسی صورتیں اختیار کر لیتے ہیں، فضائیں ان کو زائل نہیں کرتیں ــــ صورت پذیر ہونے کے بعد ان خلائی اور لفظی حروف کو موت نہیں چھوتی برخلاف ان حروف کے جو کاغذ پر لکھے جاتے ہیں، ان میں تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے اور وہ ثابت نہیں رہتے کیوں کہ وہ ایسی جگہ رہتے ہیں جہاں تبدیلی اور بے ثباتی ہے ــــ لفظی صورتیں ایسی جگہ نہیں جہاں تبدیلی اور بے ثباتی ہو اس لئے یہ حروف خلاء میں باقی رہتے ہیں ــــ وہ خلاء جو اہل عالم کی باتوں سے سب کا سب اٹا پڑا ہے ــــ صاحب کشف (فضائے بسیط میں) حروف کی ان ٹھہری ہوئی صورتوں کو دیکھتا ہے۔"

Marfat.com

دیکھا آپ نے ! سات سو برس پہلے ایک ہسپانوی صوفی جو بات کہہ گیا، صدیوں بعد مغربی مفکرین وہاں تک پہنچے ـــــ یا اس تحریر نے ان کی رہنمائی کی کیوں کہ ان لوگوں کی عادت ہے، چراتے ہیں، بتاتے نہیں ـــــ ہم بے خبر ہیں، انہی کی سمجھتے ہیں ـــــ باخبر ہوتے تو ان کی چوریوں کا حال معلوم ہوتا اور پھر دل بزبان حال پکار اٹھتا ؎

چہ دلاورست دزدے کہ بکف چراغ دارد !

سائنس اور آرٹس

کہتے ہیں سائنس کا دور ہے، سائنس کے مضامین کی ضرورت ہے، آرٹس کے مضامین پرانے ہو چکے ـــــ بہت خوب ! ـــــ لیکن نوع انسان کے سامنے صرف اقتصادی اور معاشی مسائل نہیں، اس سے بڑھ کر اور مسائل بھی ہیں ـــــ اخلاقی، روحانی اور سیاسی مسائل، دور جدید کو ان مسائل کا سامنا ہے، حل کی کوئی صورت نظر نہیں آتی ـــــ کبھی غور کیا کہ اتنے سارے مسائل کا ڈھیر کیوں لگ گیا، یہ دنیا سراپا مسئلہ کیوں بن گئی ؟ ـــــ جہاں اور اسباب ہیں وہاں سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ ہم نے ان علوم و فنون سے آنکھیں بند کر لیں جو ان مسائل کو حل کرنے میں مدد دے سکتے ہیں ـــــ میں تو یہ کہوں گا کہ دور جدید کو آج ان مضامین کی جس قدر ضرورت ہے پہلے کبھی نہ ہوئی ہوگی ـــــ سائنس ایک عظیم قوت حاصل کر لیتی ہے لیکن اس قوت کا صحیح استعمال سائنس کے دائرۂ اختیار سے باہر ہے ـــــ یہ اس کے بس کی بات نہیں۔

ایک دکھی دل غموں سے چور بیٹھا ہے، دل مضطرب و بیقرار ہے ـــــ آنکھیں اشکبار ہیں ـــــ سکون کا متلاشی ہے، سکون نہیں ملتا ـــــ کسی کہنے والے نے کہا کہ اس کو ایئر کنڈیشنڈ کمروں میں بٹھاؤ، موٹروں میں پھراؤ، جہازوں پہ اڑاؤ ـــــ شاید دل بہل جائے ـــــ افسوس یہ کیسا علاج تجویز کیا ـــــ وہ دل پکڑے بیٹھا ہے، اس کا دل سنبھالو ! سائنس عاجز ہے ـــــ اس کے پاس دوائے دردِ دل نہیں ـــــ تو پھر کہاں جائیں ؟

Marfat.com

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب!

ہوشیار، خبردار! اطمینان وسکونِ قلب اللہ ہی کے ذکر وفکر میں ہے ــــ مگر یہ تو سائنس نہیں، نہ سہی، مداوائے دل یہی ہے۔ اب ہمیں سائنس کی ضرورت نہیں، دوائے دل کی ضرورت ہے۔

جب ظالم مظلوم پر چڑھ دوڑتا ہے ــــ جب سرمایہ دار حرام وناجائز ذرائع سے غریبوں کا خون چوستا ہے ــــ جب کمینے اور اوباش دامنِ عزت تار تار کرتے ہیں ــــ جب جواں، دیوانوں کی طرح تخریب کاری پر کمربستہ ہو جاتے ہیں ــــ جب دنیا کے سیاست داں عالمی مسائل کو سلجھانے کے لئے سر جوڑ کر بیٹھتے ہیں ــــ تو بتاؤ کون سی سائنس ہمارے کام آتی ہے؟ ــــ اسی لئے تو اقبال نے کہا تھا ؎

تقدیر امم کیا ہے کوئی کہہ نہیں سکتا
مومن کی فراست ہو تو کافی ہے اشارہ

ہمارے بہت سے مسائل کا تعلق رُوحانیت واخلاق سے ہے ــــ سائنس کو ان سے کوئی سروکار نہیں ــــ اسی لئے جب تک سائنس کے مضامین کے ساتھ ساتھ آرٹس کے مضامین کی تعلیم نہ دی جائے، سیرتیں پروان نہ چڑھیں گی، انسان نہ بنیں گے ــــ صرف سائنس وحشت کو جنم دیتی ہے، آرٹس کے مضامین اس وحشت کو ذرا نرما دیتے ہیں، ہمیں گرمی اور نرمی دونوں کی ضرورت ہے۔

اور ہاں ذرا اس حقیقت کی طرف تو نظر کیجئے، سائنس کی محیّر العقول ترقی کے باوجود کوئی سائنس داں قومی راہنما اور عالمی حکمراں بن کر نہیں ابھرا ــــ کار جہانبانی کے لئے سائنس کی نہیں آرٹس کی ضرورت ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں دنیا اتنی پیچھے نہ تھی ــــ اگر آپ چاہتے تو مدینہ شریف میں مختلف صنعتیں قائم ہو سکتی تھیں ــــ مشینی صنعتیں نہ سہی، گھریلو صنعتیں ہی

Marfat.com

سہی، مگر آپ نے تمام صنعتوں کو چھوڑ کر ایک صنعت قائم کی اور وہ دل سازی کی صنعت تھی۔

لقد منّ اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا یتلوا علیھم آیتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرز عمل سے معقولات پر منقولات کی فوقیت واضح ہو جاتی ہے ——— 'دل سازی' کی صنعت وہ ہے جس سے موت نہیں، زندگی ملتی ہے اور وہ بھی جاودان، پیہم دواں، ہر دم جواں ——— سائنس کو دیکھو تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ اس نے بنی نوعِ انسان پر موت مسلط کر دی ہے ——— ہر شخص سہما سہما نظر آتا ہے ——— آن کی آن میں لاکھوں فنا ہو سکتے ہیں ——— گر موت کی اس ارزانی میں، زندگی بہت گراں ہے ——— زندہ رکھنے کے کچھ سامان تو فراہم کیے جائیں ——— مگر موت کا وہ اہتمام کیا ہے کہ باید و شاید ؎

وہ فکر گستاخ جس نے عریاں کیا ہے فطرت کی طاقتوں کو
اسی کی بیتاب بجلیوں سے خطر میں ہے اس کا آشیانہ

حجاب و بے حجابی

بے حجابی نے ہمیں کہیں کا نہ رکھا ——— ہمارے فکر و شعور پر عورت مسلط ہو چکی ہے ——— ایک عرصہ پہلے اقبال نے کہا تھا ؎

ہند کے شاعر و صورت گر و افسانہ نویس
آہ ان بیچاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار

لیکن اب تو وہ ہر شخص کی راکب ہے ——— تاریخ گواہ ہے جو معاشرہ بے حجابی کا شکار ہو جاتا ہے وہ کہیں کا نہیں رہتا ——— اس بے حجابی نے قوموں کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔ یہ میں نہیں کہہ رہا دورِ جدید کا مشہور مؤرخ ٹوئمبی کہہ رہا ہے ——— وہ کہتا ہے ——— "میں نے تاریخ کو پڑھا ہے اور پرکھا ہے اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اقوامِ عالم اس وقت تباہ و برباد ہوئی ہیں، جب ان کی عورتیں بے حجابانہ باہر نکلی ہیں۔"

Marfat.com

ذرا غور تو کیجیے کہ عہدِ نبوی میں جب کہ ہر مسلمان پروردۂ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) تھا' نیک و پارسا تھا' ایسے پاک و صاف معاشرے میں بھی حجاب کی پابندیاں لگائی گئیں ___ آخر کیوں ___ کوئی تو حکمت ہو گی ___ مگر ہم ان تمام شرعی حکمتوں کو بالائے طاق رکھ کر میدان میں آگئے ع زمانہ آیا ہے بے حجابی کا عام دیدارِ یار ہو گا

پاکستان اس لئے بنایا تھا کہ ہم یہاں حُدود اللہ کی پاسداری کریں گے لیکن ہم نے کیا کیا؟ ع آنچہ ما کردیم بر خود ہیچ نابینا نہ کرد

آیئے ذرا ماضی کی طرف چلیں ___ پہلے کیا تھا اور اب کیا ہو گئے' ذرا دیکھیں! ___ ایک وہ زمانہ تھا جب خاتون خانہ سبھا کی پری نہ تھی ___ ڈولیوں میں جایا کرتی تھی' بغیر برقعے گھر سے نہ سرکتی تھی' زینے سے جب اترتی دروازے پر ڈولی لگا دی جاتی' اور اس پر بھی بس نہیں چاروں طرف پردہ لگا دیا جاتا' گلی کا ٹریفک رک جاتا' ہندو' سکھ' عیسائی غرض جو بھی گلی سے گزرتا ہوتا' منہ پھیر کر کھڑا ہو جاتا' جب یہ نازوں کی پالی ہزار نخروں سے ڈولی میں بیٹھتی ___ اور کہاروں کے دوش پر کوچہ و بازار سے اس طرح گزرتی جیسے کوئی شاہی سواری گزر رہی ہے ___ کہار' ہٹو بچو! کی صدائیں بلند کرتے چلتے اور سب لوگ پرے ہٹتے جاتے ___ یہ دہلی کی بات کر رہا ہوں لیکن اسلامی تہذیب کے گہواروں میں قریب قریب یہی کچھ ہوتا تھا مگر اب یہ سب باتیں ع نقش و نگارِ طاقِ نسیاں ہو گئیں

یہ بات اس وقت کی ہے جب پاکستان کی تحریک زوروں پر تھی' خدا سے وعدے کئے جا رہے تھے لیکن اب جب وعدہ پورا ہو چکا ہے ___ اپنے عہد سے پھر گئے' بدعہدی پر اتر آئے' اور وہ کچھ کیا کہ دنیا کے کسی عہد شکن نے نہ کیا ہو گا ___ برقعے پھینک دئے' دوپٹے اتار دئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون ___ سڑکوں اور بازاروں میں بے حجابانہ چلتی ہیں ___ یوں محسوس ہوتا ہے کہ دامِ صیاد سے مرغِ اسیر نکل بھاگا ہے ___ اور پھر ٹی وی ملاحظہ فرمائیں تو عجب بہار نظر آتی ہے' شرم و ندامت سے سر جھک جاتا ہے ___ اللہ اللہ! اگر ہمارے

Marfat.com

اکابرین واسلاف تھوڑی دیر کے لئے پھر زندہ کر دئے جائیں اور یہ مناظر دیکھیں تو دل دھک سے ہو جائے' ایسی آہ نکلے کہ کلیجہ پکڑ کے رہ جائیں اور پھر نہ اٹھ پائیں

منزل بمنزل

وجود سے ظہور تک' ظہور سے حضور تک' حضور سے شہود تک اور شہود سے فقود تک منزل بمنزل کاروانِ حیات چلتا چلا جا رہا ہے ـــــ کوتاہ نظری تو دیکھو کہ انسان نے منزلِ ظہور کو پہلی اور آخری منزل سمجھ لیا ہے اور ساری منزلوں سے بے پروا ہو کر مست و بے خود ہو گیا ہے ؎

نہ ادراکِ ہستی نہ احساس ہستی

جدھر چل رہا ہوں چلا جا رہا ہوں

حیات و موت سے کس کا امتحان لیا جا رہا ہے ـــــ وہ کیا ہے؟ ـــــ ناگفتنی ہے ـــــ خلق الموت والحیوٰۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا (ترجمہ) "موت و حیات کو اس لئے پیدا کیا گیا تا کہ تمہارا امتحان لیا جائے کہ تم میں سے کون اچھے کام کرتا ہے۔"

معلوم ہوا کہ موت و حیات ذرائع ہیں' مقصود بالذات نہیں' مقصود بالذات کچھ اور ہی ہے ـــــ لیکن یہ "تم" کیا ہے جس کا امتحان لیا جا رہا ہے؟ کیا موت و حیات سے ماوراء ہے ـــــ ہاں یہ وہی ہے جس سے اس کے مولیٰ نے عہد لیا تھا اور پوچھا تھا کہ "کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟" ـــــ اس نے کہا تھا ـــــ "ہاں ہاں تو ہی ہمارا رب ہے" ـــــ آج اس عہد کی آزمائش ہے بغیر آزمائش محبت و عشق کا اندازہ ہو نہیں سکتا ـــــ زندگی کیا ہے آزمائشِ عشق و محبت ہے ـــــ اور ہاں پھر نہ یہ موت ہو گی اور نہ یہ زندگی ـــــ یہ تو ذرائع تھے' امتحان کے بعد ذرائع کی پوچھ نہیں ہوتی ـــــ تو پھر کیا ہو گا؟ ـــــ زندگی ہو گی ـــــ لیکن خدا جانے کیسی زندگی ہو گی؟

نظروں کے سامنے جو کچھ ہوتا ہے' تشبیہ اس سے دی جاتی ہے ـــــ انجانی چیزوں سے نہیں دی جاتی کہ ایسی تشبیہ مہمل ہوتی ہے ـــــ ہاں تو جانی پہچانی چیزوں سے اس لئے تشبیہ دی جاتی ہے کہ ان دیکھی چیزیں نظر آنے لگیں اور انجانی چیزیں سمجھ میں آنے لگیں ـــــ

Marfat.com

جنت میں کیا کچھ نہ ہوگا لیکن خدا نے انھیں پھلوں کا ذکر فرمایا اور انھیں چیزوں کو بیان فرمایا جو جانی پہچانی تھیں تاکہ حقیقت سے کچھ قربت ہو جائے ـــــ مگر ان اشیاء کی حقیقتیں تشبیہ سے بالاتر ہیں ـــــ یہ سمجھ لینا کہ ایسے ہی پھل ہوں گے جیسے ہم کھاتے ہیں' یا ایسی ہی نہریں اور عمارتیں ہوں گی جیسی ہم دیکھ رہے ہیں' یا ایسے ہی فرش و فروش اور ظروف ہوں گے جیسے ہم استعمال کر رہے ہیں. سخت نادانی ہے۔

ایک دیہاتی نہیں جانتا کہ ریڈیو کیا ہے اور ٹیلیویژن کسے کہتے ہیں ـــــ آپ سے پوچھتا ہے ـــــ آپ فرماتے ہیں کہ ریڈیو ایک قسم کا ڈبہ ہے جس میں سے آوازیں نکلتی ہیں اور ٹیلیویژن بھی ایک قسم کا ڈبہ ہے جس کے آگے شیشہ لگا ہوتا ہے' اس میں سے آوازیں بھی نکلتی ہیں' اور صورتیں بھی نظر آتی ہیں ـــــ لیکن کیا اس بیان اور تشبیہ سے ریڈیو اور ٹیلیویژن کا حق ادا ہو گیا؟ ـــــ ہرگز نہیں' تشبیہ سے حقیقت کو کوئی علاقہ اور نسبت نہیں ـــــ ٹھیک اسی طرح خدا نے جن جن باتوں کا ذکر فرمایا ہے اور جن جن چیزوں کو گنایا ہے اور تشبیہ دے دے کے سمجھایا ہے ان کی حقیقتوں کا ادراک تو اسی وقت ہوگا جب ان حقائق سے واقف ہوں گے۔ ـــــ

بات زندگی کی تھی کہاں سے کہاں نکل گیا ـــــ عرض یہ کرنا چاہتا تھا کہ اس دنیوی موت وحیات کے بعد آنے والی زندگی' حیات دنیوی سے قطعاً مختلف ہوگی' وہ زندگی موت کی زد سے باہر ہوگی پھر ایسی زندگی کہاں ہو سکتی ہے؟ ـــــ لیکن چوں کہ ہم اسی زندگی سے واقف ہیں اس لئے جب خدا زندگی کا ذکر کرتا ہے تو اپنی تنگ دامانی کی وجہ سے ایسی ہی زندگی سمجھ بیٹھتے ہیں جیسی ہم گزار رہے ہیں ـــــ مگر زندگی ایک جیسی نہیں' گو ایک ہے۔

باری باری

باری باری سب چلے جا رہے ہیں ـــــ دل ہے کہ غم میں ڈوبا چلا جا رہا ہے۔ ؎

سماں رہ رہ کے آتا ہے یاد
ابھی کیا تھا اور کیا سے کیا ہو گیا

Marfat.com

یوں محسوس ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کو سہارا دے رہا ہے ـــــ اور سب منزل کی طرف رواں دواں ہیں ـــــ کل کسی کو ہم نے کندھا دیا تھا، آج ہم کو کندھا دیا جا رہا ہے، اور کل ان کو کندھا دیا جائے گا جنہوں نے آج ہم کو کندھا دیا ہے ـــــ کل کسی تربت پر ہم مٹی ڈال رہے تھے، آج ہماری تربت پر مٹی ڈالی جا رہی ہے اور کل ان کی تربت پر ڈالی جائے گی جو آج ہماری تربت پر ڈال رہے ہیں ـــــ اللہ اللہ یہ دنیا کیسا عبرت کدہ ہے! ؎

آہ! معلوم نہیں ساتھ سے اپنے شب و روز
لوگ جاتے ہیں چلے سو یہ کدھر جاتے ہیں؟

ایک لامتناہی سلسلہ ہے جو ختم ہونے پر نہیں آتا ـــــ حیف ہماری بہاریں بھی خزاں بداماں ہیں، ہاں ؏

زبانِ برگِ گل سے پوچھ کیا ارشاد ہوتا ہے!

زندگی جوں جوں آگے بڑھتی جاتی ہے، غمناک ہوتی جاتی ہے ـــــ جن کو ہم نے اپنی آنکھوں کے سامنے ہنستا بولتا دیکھا تھا، وہ اب آنکھوں سے اوجھل ہو چکے ہیں ـــــ کوئی دم میں ہم بھی اوجھل ہو جائیں گے ـــــ جانے والوں کا غم ایک طرف اور ان کے علم و فضل کا ماتم ایک طرف ـــــ ایک وہ ہیں جن کا جانا صرف ان کا جانا ہے اور ایک وہ ہیں ان کا جانا صرف ان کا جانا نہیں بلکہ عالم کا اٹھ جانا ہے۔ مَوْتُ العالِمِ مَوْتُ العالَم۔ ـــــ ابتدا سے ان مرحومین کا شمار کروں تو شمار کرتے کرتے تھک جاؤں ـــــ نہ معلوم کتنے دلوں کا یہ حال ہوگا ـــــ جوں جوں آگے بڑھتے جاتے ہیں، دل پہ داغ پڑتے جاتے ہیں ـــــ بیشک داغوں کی پرورش دل ہی کے بس کی بات ہے اور یہ اسی کی ہمت ہے جو یہ کہتا ہے۔ ؎

رنج، راحت ہے سکونِ غمِ ہجراں کی قسم
یادِ جاناں کی قسم، جلوۂ جاناں کی قسم

Marfat.com

سادگی و بے نیازی

سادگی اور بے نیازی کا چولی دامن کا ساتھ ہے ــــ جو سادہ مزاج ہوگا بے نیاز بھی ہوگا ــــ تکلف انسان کو نیازمند بنا کر قعر مذلت میں گرا دیتا ہے ــــ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"سادگی ایمان کی نشانی ہے۔"

جس کی زندگی میں سادگی نہیں اس کی زندگی ایمان کی سچی حلاوت سے محروم ہے ــــ ایک طرف سادگی کی نشانی بتائی اور دوسری طرف سے ٹھاٹ باٹ کی زندگی سے دور رکھنے کے لئے فرمایا کہ:۔

"سوال ذلت ہے اگرچہ والدین ہی سے کیوں نہ کیا جائے۔"

آپ نے دیکھا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس بے نیازی کا سبق سکھایا ہے۔ لیکن یہ دونوں سبق بھلا دئے گئے ــــ ہم کیسے بے نیاز تھے، مگر اب کیسے نیازمند ہو گئے ــــ اس نیازمندی نے ہم کو کہیں کا نہ رکھا ــــ مدنی آقا نے جو نسخہ بتایا تھا اس پر دہریوں اور غیر مسلموں نے عمل کیا اور پھل پایا ــــ جس طرح عالم نباتات میں جڑی بوٹیاں یکساں طور پر کافر و مسلم سب کے لئے مفید ہیں اس طرح علم و حکمت کے یہ نسخے بھی یکساں طور پر سب کے لئے مفید ہیں، یہ نہیں ہو سکتا کہ کافر عمل کرے تو تاثیر الٹا اثر دکھائے اور مسلمان عمل کرے تو فائدہ ہی فائدہ ــــ ہم خود دیکھ رہے ہیں کہ اس سادگی اور بے نیازی پر ایک پڑوسی ملک نے عمل کیا اور وہ عمر میں ہم سے چھوٹا ہونے ہوئے بھی کہاں سے کہاں پہنچ گیا کہ اب لوگ اس کے آگے ہاتھ پھیلا رہے ہیں ــــ اس ملک نے حیرت انگیز ترقی کیوں کی؟ ــــ ہاں آزادی ملنے کے بعد عہد کیا تھا کہ "کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلائیں گے، خود جو کچھ بن پڑے گا، کریں گے" ــــ اس نے انسان کو دنیا کی عظیم ترین دولت سمجھا اور اس دولت کے ذریعہ وہ ترقی کی کہ اس کو دولت نہ سمجھنے والے نادم و شرمسار ہیں ــــ کاش انسان کو ہم بھی اتنا ہی عظیم سمجھیں اور وہ خود اعتمادی پیدا کریں کہ کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلائیں! ــــ لیکن ہم کو تو مانگنے کی لت ایسی پڑی

Marfat.com

ہے کہ بظاہر یہ لت چھٹتی نظر نہیں آتی، مگر اس سے جتنی جلد چھٹکارا حاصل کر لیا جائے اچھا ہی ہے۔ کیوں کہ مانگنے کی لت معاشرے کی اقتصادی حالت کو اس طرح تباہ کر دیتی ہے جس طرح لکڑی کو گھن لگ جاتا ہے یا کتاب کو دیمک کھا جاتی ہے ـــــ اور افراد کو چین نہیں ملتا ـــــ چین کہاں سے ملے جب بوٹی بوٹی مقروض ہو!

جب تک سادگی دل میں گھر نہیں کرتی، قوم خوشحال نہیں ہو سکتی ـــــ سادگی سے تجاوز ہی انسان کو طلب و سوال پر مجبور کرتا ہے اور جب ایک مرتبہ ہاتھ پھیل جاتا ہے تو پھر پھیلتا ہی چلا جاتا ہے ـــــ ہم حال سے بے حال ہیں پھر بھی حال یہ ہے کہ شاندار عمارتیں، زرق برق لباس، لمبی لمبی کاریں ہماری زندگی کا جزو لاینفک ہیں ـــــ اور عورتوں کی رنگین مزاجی نے تو رہی سہی کسر پوری کر دی ـــــ ایک زمانہ تھا کہ کپڑے برسوں رکھے رہتے لیکن پھر بھی پہننے کے قابل ہوتے لیکن ایک یہ زمانہ ہے کہ فیشن کی برق رفتاری نے خود فیشن پرستوں کو حیران و پریشان کر رکھا ہے ـــــ کپڑوں کے ڈیزائن ہی نہیں، تراش خراش میں صبح و شام تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں ـــــ جو آج پہنا ہے وہ کل پرانا ہو گیا ـــــ یہ بھی ممکن ہے کہ آج ہی پرانا ہو جائے ـــــ ذرا غور تو کرو خزانے کے خزانے اس جنون و دیوانگی کی نذر ہو رہے ہیں اور حلال و حرام کی تمیز اٹھ چکی ہے!

لباس ہی نہیں رہن سہن میں بھی بڑا تکلف ہے۔ کوٹھیوں اور بنگلوں میں جا کر دیکھئے، ـــــ کیا سج دھج ہے! دنیا میں جنت کے مزے لوٹ رہے ہیں ـــــ یہ سب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں جو پیوند لگے کپڑے پہنتے تھے، جو چٹائی پر سوتے تھے، جو زمین پر بیٹھتے تھے، جو کچے مکانوں میں رہتے تھے۔

طاقت و صداقت

دنیا نے طاقت کی حکمرانی و بالادستی کو تسلیم کیا مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صداقت کی حکمرانی اور بالادستی کو تسلیم کرایا۔ یہ ایک عظیم کارنامہ ہے! ـــــ طاقت گھٹتی بڑھتی رہتی ہے مگر صداقت نہ گھٹتی ہے اور نہ بڑھتی

Marfat.com

ہے، وہ ناقابل تبدیل حقیقت ہے ـــــ یہ اسلامی صداقت ہے، یہ محمدی صداقت ہے، یہ الٰہی صداقت ہے، یہ کائناتی صداقت ہے ـــــ اور اہل دنیا کی صداقتوں کا عجیب حال ہے، یہ گھٹتی بڑھتی رہتی ہیں بلکہ یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ حق، باطل ہو جاتا ہے اور باطل، حق ـــــ وہی بات جسے آج باطل کہا جا رہا ہے، کل حق ہو جاتی ہے اور وہی بات جسے آج حق کہا جا رہا ہے، کل باطل ہو جاتی ہے دنیا حیران ہے کہ کیا صداقتیں بھی بدلا کرتی ہیں؟ ـــــ نہیں ہرگز نہیں ـــــ جس کو ذرا سی سیاسی بصیرت حاصل ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ دورِ جدید میں صداقت کی تبدیلیاں طاقت کے توازن اور اس کے اتار چڑھاؤ پر مبنی ہیں ـــــ جب صداقت کی بات کی جاتی ہے، طاقت کی بات ضرور ہوتی ہے، حالاں کہ نہ ہونی چاہیئے، اسی وقت قوی سے ضعیف کا حق دلایا جا سکتا ہے ـــــ جب صداقت کی تائید کی جاتی ہے تو درپردہ یا تو طاقت کی تائید کی جاتی ہے یا خود غرضیوں کی ـــــ صداقت ایک بہانہ ہے، اصل مقصود کچھ اور ہی ہے، جبھی تو اقبال نے یہ چبھتا ہوا مصرع کہا تھا ؎

دیو استبداد جمہوری قبا میں ہے پائے کوب

مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی صداقت کی تعلیم دی جو تمام مصلحت اندیشیوں اور خود غرضیوں سے بے نیاز ہے ـــــ قرآن کریم نے صداقت شعاری کا یہ معیار رکھا ہے ـــــ اگر صداقت، دشمن کی طرف ہے اور باطل، دوست کی طرف تو برملا دشمن کی حمایت کرو بلکہ اگر عدل گستری میں والدین کے مقابلہ میں فیصلہ دشمن کے حق میں کرنا پڑ جائے تو بلا چون و چرا فیصلہ کر دو، ذرا نہ جھجکو ـــــ ایسی صداقت شعاری اور عدل گستری کے لئے چیتے کا جگر چاہیئے لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیٹے کے خلاف فیصلہ فرما کر وہ روشن مثال قائم کر دی جو قیامت تک چمکتی رہے گی۔

اپنے لئے یا غیر کے لئے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "خَیْرُ النَّاسِ مَنْ یَّنْفَعُ النَّاس" ـــــ لوگوں میں اچھا وہی ہے جو لوگوں کو نفع پہونچائے ـــــ یعنی جو اپنا نہ ہو، سب کا ہو ـــــ

Marfat.com

شمع کی طرح جیئں بزمِ گہِ عالم میں
خود جلیں، دیدۂ اغیار کو بینا کر دیں

بلاشبہ انسانیت یہی ہے ورنہ اپنے لئے تو سب ہی کیا کرتے ہیں ــــــ یہ ایک حیوانی خوبی ہے، سارے حیوانات یہی کرتے ہیں ــــــ خود کھاتے پیتے ہیں اور اپنے بچوں کو کھلاتے پلاتے ہیں ــــــ اگر انسان ایسا کرتا ہے تو اس میں کیا خوبی ہے؟ ــــــ حیوانات میں ایسے بھی ملیں گے جو اپنا پیٹ پالتے ہیں اور ساتھ ہی اپنے ساتھیوں کی بھی خبر رکھتے ہیں ــــــ چیونٹیوں میں دیکھو کیسا ایکا ہے ــــــ اتحاد و یگانگت کا یہ منظر تو روزانہ گھروں میں نظر آتا ہے ــــــ اللہ اللہ حیوانات کا یہ حال اور انسان کی خودغرضی کا یہ عالم کہ ایک دوسرے کو کھائے جارہا ہے ۔ ع

آدمی کا آدمی دشمن، خدا کی شان ہے!

اور اس خودپسندی اور خودغرضی پر وہ گھمنڈ جیسے وہ فاتحِ عالم ہے ــــــ لیکن ذرا غور تو کرو، باوجود دنیا سمیٹنے کے وہ ابھی حیوانی منزل سے آگے نہیں بڑھا ہے ــــــ بیشک اس نے محل بنایا، دولت جمع کی، کاروں پر کاریں خریدیں ــــــ مگر یہ سب کچھ اپنے لئے ــــــ اور اگر صدقہ و خیرات کچھ دیا بھی تو آٹے میں نمک کے برابر اور اس پر بھی وہ غرور جیسے کسی پر زبردست احسان کیا ہو ــــــ

ــــــ لیکن ــــــ آؤ آؤ ــــــ دیکھو دیکھو ــــــ سرزمینِ حجاز میں دو عالم کا بادشاہ، فقیرانہ بیٹھا ہے ــــــ اس نے جو کیا دوسروں کے لئے کیا، اپنے لئے کچھ نہ کیا ــــــ اس کو جب تک چین نہیں آتا، جب تک وہ اپنا مال و متاع اپنے غلاموں میں نہیں لٹا دیتا ــــــ اس نے قیامت تک اپنوں کے لئے صدقہ و خیرات اور زکوٰۃ کی راہ بند کر دی اور یہ بتا دیا کہ نوعِ انسان کے ساتھ اس کا برتاؤ کتنا مخلصانہ تھا ــــــ اب دنیا کا کوئی انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اپنے لئے دنیا سمیٹنے کے لئے آیا تھا ــــــ نہیں نہیں، ہرگز نہیں ــــــ قیامت تک اس تہمت کا

Marfat.com

سدّباب کر دیا گیا اور بد خواہوں کی زبانیں بند کر دی گئیں ــــــ اہلِ دنیا، کیا حاکم، کیا محکوم جب دنیا سمیٹنے پر آتے ہیں تو ایک کو ایک کی خبر نہیں رہتی ــــــ یہ انسانی زندگی نہیں حیوانی زندگی ہے۔ ــــــ ایثار و قربانی کی زندگی، حقیقی زندگی ہے ــــــ لیکن ؎

بس کہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا
آدمی کو بھی میسّر نہیں انساں ہونا

تہمتِ بے تابی

رسولِ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے صبر و استقلال کا وہ درس دیا کہ رہتی دنیا تک یادگار رہے گا ــــــ مکّی زندگی کس مصیبت سے کٹی! ــــــ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ کس صبر و استقامت سے کاٹی! ــــــ ان کا کیا پوچھنا ان کی تو بات ہی کچھ اور ہے ؎

بے مثالی کی وہ مثال ہے حسن
خوبیِ یار کا جواب کہاں!

ان کے غلاموں کا حال پڑھیئے تو عبرت ہو ــــــ قدم قدم پر صبر و استقلال کے چراغ روشن نظر آئیں گے ــــــ زندگی کا بڑے سے بڑا حادثہ بھی ان غلاموں کے پایۂ ثبات کو متزلزل نہ کر سکا ــــــ کانوں سنے اور آنکھوں دیکھے کچھ واقعات و مشاہدات عرض کرتا ہوں۔

سلسلۂ نقشبندیہ کے مشہور بزرگ حضرت مجدّدالف ثانی علیہ الرحمۃ کے تین ہونہار نوعمر و نوجوان صاحبزادے طاعون کی وبا میں، آن کی آن میں خدا کو پیارے ہو گئے ــــــ کوئی اور ہوتا تو دل پھٹ جاتا مگر دیکھو دیکھو اس کوہِ استقامت نے کیا فرمایا:۔

"یہ خدا کی امانت تھے، اس کا شکر و احسان ہے کہ یہ امانت بلاچون وچرا خوش دلی کے ساتھ اس کے سپرد کر دی گئی"۔

اور سنئے:۔ سلسلۂ نقشبندیہ کے ایک اور بزرگ حضرت مفتیٔ اعظم محمد مظہر اللہ علیہ الرحمۃ (شاہی امام مسجد فتحپوری، دہلی) کے جواں سال، عالم و فاضل صاحبزادے خدا کو پیارے ہوئے ــــــ

Marfat.com

رونا دھونا کیسا، ذرا استقامت تو دیکھو کہ بیٹے کی لاش پر کھڑے فرما رہے ہیں :۔

"اے مولا! تو اپنے بندے کا امتحان لینا چاہتا ہے؟ ـــــ ہاں وہ تیری رضا پر راضی ہے، ہرگز ہرگز مضطرب نہیں" ؎

عشق خاموش کے مزے ہیں جگر

جوش فریاد دشوار، ماتم کیا

جب غلاموں کا یہ حال ہے تو آقا اور آقازادوں کے استقلال و استقامت کا کیا حال ہوگا ـــــ ذرا غور تو کرو! ـــــ میدانِ کربلا میں اس شہیدِ وفا کی شہادت کے بعد جو کچھ ہوا وہ وہ نہ تھا جو پیش کیا جاتا ہے اور نہ وہ ہو سکتا ہے ـــــ ذاکرین اور مرثیہ نگاروں نے جس بے صبری کو اہل بیت سے منسوب کیا ہے وہ اداشناسان خاندانِ نبوت کے لئے سخت حیران کن ہے ـــــ وہ ہرگز ان کی شایانِ شان نہیں ـــــ یہ تہمتِ بے تابی ہے ـــــ اس میں شک نہیں کہ جو کچھ ہوا وہ نہایت المناک و غم ناک تھا اور اس المناکی و غمناکی پر دل خون کے آنسو روتا ہے ـــــ لیکن اس جانکاہ حادثہ کا جو رد عمل بتایا جاتا ہے اس نے اہل بیت کی بزرگوں کو بے نور بنا دیا ہے ـــــ عظمت ان کی مظلومیت دکھانے میں نہیں بلکہ یہ دکھانے میں ہے کہ جس گھرانے کو اپنوں نے لوٹا اور پامال کیا اس نے کس صبر و استقلال اور ہمت و حوصلے کا مظاہرہ فرمایا۔

مرثیہ نگاروں نے مرثیئے لکھے اور خوب نام پایا ـــــ لیکن انھوں نے انحطاط و غلامی کے جس دور میں آنکھیں کھولیں اور اپنی عورتوں اور مردوں میں بے صبری کے جو جو مظاہرے دیکھے وہ سب ایک ایک کر کے اہل بیت کی پاک ہستیوں پر چسپاں کر دیئے اور یہ نہ سوچا کہ وہ یہ کیا ظلم کر رہے ہیں ـــــ مرثیوں میں جس تہذیب کی تصویر کھینچی گئی ہے وہ ہرگز حجازی نہیں بلکہ خالص ہندی اور وہ بھی اس علاقے سے متعلق ہے جہاں کے مردوں میں مردانہ پن سے زیادہ زنانہ پن آگیا تھا اور عورتوں کا تو کہنا ہی کیا تھا! ـــــ

Marfat.com

اللہ اللہ جو عزم و ہمت، صبر و استقلال کے روشن مینار تھے ان کی روشنی کو یوں پامال کیا گیا اور غمزدوں اور مصیبت کے ماروں کو اس طرح بے آسرا کر دیا گیا کہ وہ اس مینارۂ نور سے روشنی حاصل کرنا چاہیں تو مایوس ہو کے ایک ایک کا منہ تکیں اور بزبانِ حال کہیں ؎

ہائے کیا کروں، کہاں جاؤں؟

اے ذاکرو! اے مرثیہ نگارو! یہ ظلم تو نہ کرو ـــــ اور ہاں اے ناموسِ اہلِ بیت کے محافظو! یہ غضب تو نہ کرو، ہوش کی خبر لو ـــــ تم محبت میں متاعِ محبت برباد کیے دے رہے ہو ـــــ محبت یہ نہیں کہ اہلِ بیت کو دیارِ ہند کی عام عورتوں کی سطح پہ لا کھڑا کر دو۔ نہیں ہرگز نہیں ـــــ وہ بلند تھے، بہت بلند، ان کی بلندیوں کو قائم رکھو!

بین و ماتم سے ان کو کیا سروکار! ـــــ چودہ سو برس گزر جانے پر بھی ان کے غلاموں کی یہ ادا ہی نہیں ـــــ کم از کم غلاموں کو دیکھ دیکھ کر آقا اور آقازادوں کو پہچان لو ـــــ وہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کے تارے تھے، ان کے سامنے آپ کا اسوۂ حسنہ تھا، ان کے سامنے آپ کا پیکرِ استقامت تھا، ہاں اس گھر کا بچہ بچہ کوہِ استقامت تھا، ان پہ بیتابی کی تہمت نہ لگاؤ، ان کو بے صبرا نہ کہو، وہ جانِ صبر ہیں، وہ روحِ عزیمت ہیں ؎

سر داد، نداد دست، در دستِ یزید
حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسین!

احتساب

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

حاسبوا قبل ان تحاسبوا

"اس سے پہلے کہ تمہارا حساب کتاب لیا جائے، اپنا حساب کتاب خود کر لو۔"

کیسا اچھا اصول ہے اور کیسی دل لگتی بات فرمائی ہے ـــــ آیئے ہم خود اپنا محاسبہ کریں جدوجہدِ آزادی کے وقت ایک غلغلہ بپا تھا کہ سرزمینِ ہند میں ایک ایسا ملک بنانا ہے جہاں صرف اور صرف اللہ ہی کی حکمرانی ہو اور شریعتِ محمدی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام)،

Marfat.com

کی بالادستی ہو ـــــ وہ ملک وجود میں آگیا' ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ ـــــ لیکن جب بات عمل تک آپہونچی تو کہا گیا کہ یہاں مسلم اور غیر مسلم دونوں کو اپنے اپنے مذہب کی آزادی ہوگی ـــــ لیکن آزادی سے قبل یہ مذاہب کب گرفتار تھے جو اب آزاد کئے جا رہے ہیں ـــــ بات شریعت محمدی پر عمل کرانے کی تھی عمل کرنے دینے کی نہیں ـــــ عمل کرانے اور عمل کرنے دینے میں زمین آسمان کا فرق ہے ـــــ اس فرق کو وہی محسوس کر سکتے ہیں جن کو اسلام سے سچی محبت ہے اور جن کے دل میں اسلام کا سچا درد ہے ـــــ خیر یہ تو تھی برسر اقتدار طبقے کی ذمہ داری لیکن ان حریت پسندوں نے کیا کیا جو اسلام کے داعی تھے. اور محمد رسول اللہ کے فدائی ـــــ آؤ ذرا دیکھیں.

دلوں میں دین کا احترام تھا' نہ رہا ـــــ دین کی ہر بات بری لگنے لگی' منہ سے تعریف کرتے ہیں اور دل سے برا جانتے ہیں ـــــ دل کی بات کا عمل سے اظہار ہوتا ہے ـــــ عمل قطعاً مخالفانہ بلکہ معاندانہ ـــــ حد تو یہ ہے کہ بھری مجالس میں دین کی باتوں کا مذاق اڑایا جانے لگا ہے ـــــ استادِ محترم جناب ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں نے اپنی ایک تقریر میں کیسی دل لگتی بات فرمائی اور کیسا اچھا طنز کیا کہ آنکھیں کھل گئیں ـــــ آپ نے فرمایا :۔

" نماز پڑھے تو ملّا' روزہ رکھے تو ملّا' حج کرے تو ملّا' زکوٰۃ دے تو ملّا' جہاد کرے تو ملّا ـــــ اور جو کچھ نہ کرے ـــــ مسلمان !"

ماشاء اللہ' سبحان اللہ ! ذرا غور تو کرو' کیا ہمارا یہ طرز عمل اور یہ انداز فکر نہیں ؟

سر پر ٹوپیاں تھیں' نابود ہوگئیں' خدا جانے کہاں چلی گئیں ! ـــــ اب تو ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتی ـــــ بزرگوں کے سامنے بغیر ٹوپی اوڑھے جانا قیامت تھا' اب بزرگ خود ننگے سر پھرتے نظر آتے ہیں اور بڑی بے باکی اور بے حیائی کے ساتھ' بازاروں میں کھانا' ہوٹلوں میں جانا سخت معیوب تھا' اب بزرگ وخورد سب بازاروں اور ہوٹلوں میں کھاتے نظر آتے ہیں ـــــ باورچی خانے اوندھے ہوگئے' ہوٹل آباد ہوگئے ـــــ اقبال نے کہا تھا کہ غلامی میں قوموں کا ضمیر بدل جاتا ہے ـــــ یہ بات کچھ سمجھ میں آنے والی ہے' مگر یہاں تو آزادی نے قوم کا ضمیر بدل دیا ـــــ

Marfat.com

ایں چہ بوالعجبی است۔

قومی لباس شیروانی و شلوار اور ٹوپی اختیار کیا گیا ــــــ مگر کتنوں نے اپنایا ــــــ ہاں دفتروں میں چپڑاسیوں کو پہنے ضرور دیکھا تھا ــــــ وہی پاکستانی معلوم ہوتے تھے، باقی سب ولایتی ــــــ اور اب تو یہ شیروانی آثار قدیمہ میں شمار ہونے لگی ہے، ہزاروں میں کوئی ہوگا جو پہنتا ہوگا ــــــ اللہ اللہ ہماری ثقافت نے کتنی جلدی پلٹا کھایا ــــــ اس قربانی کے باوجود الزام یہ ہے کہ تم نے ہماری ثقافت نہ اپنائی ــــــ جس نے اپنا گھر بار لٹایا اور یہاں آکر ثقافت بھی لٹائی اس سے شکایت کرتے ہو؟ ــــــ اللہ کچھ تو انصاف کرو!

عورتوں کے بدن پر برقعے تھے اور پھر بھی وہ ڈولیوں میں بیٹھ بیٹھ کر جایا کرتی تھیں ــــــ یہ وہ زمانہ تھا جب ہم آزادی کی جد و جہد میں مصروف تھے، ہاں تو عورتیں ڈولیوں میں جاتیں، شہزادیوں کی طرح سوار ہوتیں، چاروں طرف پردے اور ٹریفک بند ــــــ اور جب ان ڈولیوں سے نجات ملی تو پردے تان تان کے تانگوں میں بیٹھنے لگیں ــــــ یہ شمالی ہند کے ابتدائی دور کی بات ہے ــــــ پھر یہاں آکر برقعے پہنے بازاروں میں گھومنا شروع کیا ــــــ اس پر بھی بس نہیں، منہ کھولے دندناتی پھرنے لگیں اور اب تو یہ برقعہ داغ مفارقت دے چکا ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون! ــــــ یہ ان گھرانوں کی بات کر رہا ہوں جو جدّ وجہد آزادی میں شریک تھے، جو شریک نہ تھے ان سے کیا شکایت وہ تو مقلد ہیں ــــــ ذمّہ دار تو امام ہی ہے ــــــ ہاں تو برقعے اتار پھینکے اور اب بے برقعہ کوچہ و بازار میں سرگشت کرتی نظر آتی ہیں، شرم و حیا دیکھ دیکھ کر کڑھتی ہے اور ماتم کرتی ہے ؏

ہائے کیا ہو گیا زمانے کو!

اور برقعہ اتارنے والی بات تو پرانی ہو چکی، کپڑوں کے لالے پڑ گئے، شرم و حیا فیشن کی نذر ہو گئے، وہ وہ لباس اختیار کئے گئے جن سے روحِ حیا کانپتی ہے ــــــ دوپٹے سکڑ سکڑا کر گلے میں آگئے اور بعض اہل ہمت نے یہ پھندا بھی نکال پھینکا ــــــ اور کپڑے سمٹ سمٹا

Marfat.com

کے بدن سے جا لگے ــــ اللہ اللہ یہ اس ملک کی عورتوں کا حال ہے جو خدا کی خدائی کے لیے بنایا گیا تھا ــــ اس حال کو ہم سب نے مل کر پہونچایا ہے، ہم سب ذمہ دار ہیں، خصوصاً جو تحریکِ آزادی میں شریک تھے! اور جن کو اپنی قربانیوں پر فخر ہے ــــ اور ہاں بے حجابی کی بات بھی پرانی ہو چکی ــــ اب تو محفلوں میں، مجلسوں میں، کلبوں میں ہر جگہ اس بے حجاب کو مردوں کے دوش بدوش دیکھئے ــــ کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ایسی مجلس سجائی تھی اور مرد و زن کو یوں یک جا بٹھایا تھا؟ ــــ خدارا ذرا تو سوچو! ــــ اور یہ مجلس و محفل والی بات بھی پرانی ہونے لگی، فاطمۃ الزہرا کی یہ باندیاں فلموں اور کھیلوں میں پیش پیش نظر آتی ہیں اور وہ وہ تماشے دکھاتی اور گل کھلاتی ہیں کہ شرم کے مارے سر جھکا جاتا ہے ــــ تحریکِ آزادی کے وقت تو یہ باتیں خواب و خیال میں بھی نہ تھیں۔

تقسیمِ ہند سے قبل کسی داڑھی والے کو گالی دیتا اور سگریٹ نوشِ جاں کرتے نہ دیکھا ہوگا۔ لیکن اب یہ باتیں داڑھی کے لوازمات سے ہو گئی ہیں ــــ خوب جی بھر کے مغلظات بکی جاتی ہیں اور چہرہ پہ دیکھو تو داڑھی ــــ سبحان اللہ، ماشاء اللہ ــــ ان فاسقین و فاجرین کی بات چھوڑیئے جو مفرد مرکب مغلظات میں یگانۂ روزگار ہیں ــــ یہاں تو ان کا ذکر ہے جو مسلمان صورت ہیں لیکن ان کو دشمن کی نظر کھا گئی ــــ خدا کا شکر ہے کہ لوگ ان گئے گزرے حالات میں بھی داڑھی سے حسنِ عقیدت رکھتے ہیں، ورنہ دوسرے اسلامی ممالک میں (ماسوائے چند ایک کے) اس کی مٹی پلید ہو چکی ہے ــــ ہمارے ہاں داڑھی والے سے یہ توقع رکھی جاتی ہے کہ وہ عاملِ شریعت ہو کر ایک مثالی کردار پیش کرے گا لیکن جب وہ مایوس کرتا ہے تو لوگ گستاخی پر اتر آتے ہیں۔ تو یہ گستاخی داڑھی کی نہیں، اس کی بداعمالیوں کی ہے ــــ تقسیم سے قبل داڑھی والوں کا اخلاقی حال اتنا گرا ہوا نہ تھا، اخلاقی حیثیت سے وہ بہت اونچے تھے مگر اب دیکھ دیکھ کے سخت مایوسی ہوتی ہے۔

قارئینِ کرام ہرگز یہ نہ سمجھیں کہ لکھنے والا اس نعمت سے محروم ہے، نہیں نہیں ــــ

Marfat.com

جبھی تو دل سوزی کے ساتھ یہ آپ بیتی سُنا رہا ہوں ـــــ کہاں تک سُناؤں، اس کے لئے تو دفتر کے دفتر درکار ہیں۔

استاد اور شاگرد

کہا جاتا ہے استاد شاگرد کا تعلق ایسا ہے جیسے باپ بیٹے یا جیسے بھائی بھائی ـــــ بیشک ایسا ہی ہے لیکن کیا کسی گھر میں کسی اولاد نے والدین سے اپنے مطالبات منوانے اور اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے کبھی یونین بنائی ہے اور ایک متوازی حکومت قائم کی ہے؟ ہرگز ایسا نہیں ہوا؟ ـــــ اور ہاں ایسا بھی نہیں ہوا کہ والدین نے اپنے بچوں سے یا بڑے بھائیوں نے اپنے چھوٹے بھائیوں سے چکا چکا کر پیسے لئے ہوں ـــــ ان کو اس طرح گھور گھور کے دیکھا ہو جیسے مجرم کو سپاہی گھورا کرتا ہے ـــــ ان کی کوتاہیوں کو نظر انداز کرنے کے بجائے ان سے خوب خوب انتقام لیا ہو ـــــ کم از کم مسلمانوں کی تاریخ کے چودہ سو برسوں میں یہ نہیں ہوا۔

جب استادوں کے لئے طلبہ مالِ تجارت بن جائیں تو خلوص و محبّت کی بات کیسے پیدا ہو سکتی ہے ـــــ عربی مدارس میں استادوں کو ہمیشہ پڑھاتے دیکھا ـــــ ہاں وہ خلوتوں اور جلوتوں میں پڑھاتے ہیں، طلبہ سے صلہ نہیں لیتے، وہ اس کو عار سمجھتے ہیں، صلہ لینا تو بڑی بات ہے وہ اس کا تصوّر بھی نہیں کر سکتے، ان کا حال اس شعر کے مصداق ہے ؎

سرمۂ مفت نظر ہوں مری قیمت یہ ہے
کہ رہے چشم خریدار پہ احساں میرا

مگر انگریزی اسکولوں اور کالجوں کا حال کچھ مختلف ہے ـــــ وہاں استاد پڑھاتے ہیں اور پوری پوری مزدوری لیتے ہیں ـــــ اور اس پر بھی بس نہیں، مطالبوں پہ مطالبے کرتے ہیں، سو سے ہزار، ہزار سے دو ہزار، دو ہزار سے تین ہزار ؏

اللہ کرے مرحلۂ شوق نہ ہو طے!

ـــــ ٹیوشن کی بات ان آرزوؤں پر مُستزاد ہے اور کاپیاں جانچنے والی بات مستزاد پہ مُستزاد

Marfat.com

مگر پھر بھی ؎ چین ملتا نہیں ذرا دل کو

عربی مدرسوں اور انگریزی مدرسوں کی تنخواہوں کا تقابل کریں تو زمین و آسمان کا فرق نظر آئے گا لیکن وہاں قناعت پذیری کے ساتھ اپنے کام میں لگے رہتے ہیں ـــــ کسی سے کچھ نہیں مانگتے" باوقار رہتے ہیں اور علمی شرافت و وجاہت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے ـــــ انگریزی اسکولوں اور کالجوں میں اساتذہ کا اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے اب حال یہ ہوگیا ہے کہ وہ ڈرے ڈرے اور سہمے سہمے سے رہتے ہیں ـــــ بلکہ قوم کے سب ہی بزرگ ڈرنے لگے ہیں، یہ وقت کبھی نہ دیکھا تھا کہ بڑے چھوٹوں سے ڈرنے لگیں ـــــ تقریر کرتے ہیں تو باندازِ خوشامد یہ فرماتے ہیں کہ "مستقبل کے معمار تو آپ ہی ہیں، آپ ہی کو حکومت سنبھالنی ہے" ـــــ غور کرو یہ اتنی بڑی حقیقت ہے کہ اگر اس کو تسلیم نہ کیا جائے تو خود تسلیم کرا کے چھوڑے گی ـــــ یہ ازلی اصول ہے کہ چھوٹے بڑوں کی جگہ لیتے ہیں ؎ کر دیا مرکے یگانوں نے یگانہ ہم کو

ہاں اس طرح زندگی کا قافلہ رواں دواں رہتا ہے، بھلا اس کی کیا ضرورت ہے کہ ہم چیخ چیخ کر اس واضح حقیقت کا اعلان کرتے پھریں؟ ـــــ ایک طرف خوشامد کے جرم میں مبتلا ہوں. اور دوسری طرف مستقبل کو تابناک دکھا دکھا کر جوانوں کی آنکھیں خیرہ کر کے ان کو کہیں کا نہ رکھیں ـــــ وہ اسی خوشی میں جوانی کے دن گننے لگیں کہ کب وقت آتا ہے، بزرگ اللہ کو پیارے ہوتے ہیں اور ہمارے سر پر تاجِ شاہی رکھا جاتا ہے ـــــ پھر ہر ایک کے سر پر تو تاج رکھا نہیں جائے گا ؛ معدودے چند ہوں گے، اس طرح سابقت کے جذبے کے ساتھ تعصب و خود غرضی و خود پسندی کے جذبات بھی ابھرنے لگتے ہیں ـــــ اور وہ ابتدائی منزلوں کی ان ذمہ داریوں سے بے پرواہ ہو جاتے ہیں جن کا پورا پورا احساس مستقبل کی ذمہ داریوں کے لئے ضروری ہے ـــــ کوئی بچہ فوراً بڑا نہیں ہو جاتا ـــــ منزل بہ منزل بڑھاپے تک پہنچتا ہے ـــــ اس طرح ہر منزل کی اپنی ذمہ داریاں ہیں اور ان پر نظر رکھنا ضروری ہے.

کسی امیر و کبیر انسان نے اپنے بیٹوں سے یہ کبھی نہ کہا ہوگا کہ تجھے کھانے کمانے کی

Marfat.com

ضرورت نہیں ہے، میں نے بہت کچھ کما لیا ہے، یہ سب کچھ تیرے ہی لئے ہے، تو ہی اس دولت کا مالک و مختار ہے ـــــ اس حقیقت کا اعلان تو قوتِ عمل کو ضائع کر دیتا ہے، اسی لئے امیر و کبیر لوگ بھی اپنے بچوں کو زندگی کی کش مکش میں بستلا کرتے ہیں تاکہ ان میں ذمہ داری کا احساس پیدا ہو اور وہ ان کی کمائی ہوئی دولت کی صحیح قدر و منزلت کر سکیں ـــــ جس امیر و کبیر نے ایسا نہ کیا اس کے بچے بے حس رہتے ہیں، ذمہ داری کا ذرہ بھر احساس نہیں ہوتا اور باپ کے مرنے کے بعد اس کی کمائی ہوئی دولت عیاشیوں کی نذر ہو جاتی ہے۔

پس دانائی یہ ہے کہ طالب علموں کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کیا جائے اور مستقبل کے تابناکی دکھا دکھا کر خواہ مخواہ ان کو خوش فہمی میں مبتلا کر کے بزرگوں سے برگشتہ نہ کیا جائے اور ایسا آدمی نہ بنایا جائے جو خود کچھ نہیں کرتا اور اپنے بزرگوں کی موت کے انتظار میں زندگی کے دن گن گن کر گزارتا ہے۔

بات کہاں سے کہاں پہونچ گئی ـــــ ذکر تھا استاد کے ڈرنے سہمنے اور طالب علم کی خوشامد کرنے کا ـــــ خوشامد و تملق نے استاد کو اس کے عالی منصب سے نیچے گرا دیا ہے ـــــ استاد کو ایسا نہ ہونا چاہیئے ـــــ وہ علم و فن ہی میں یگانہ نہ ہو بلکہ حسنِ خلق میں بھی یگانہ ہو، خود تربیت یافتہ ہو اور تربیت کے فن سے واقف ہو، بے لوث و بے غرض ہو، پیکر شفقت ہو ـــــ پھر ممکن نہیں کہ طالب علم اس کے مقابل آئے یا وہ طالب علم سے ڈرے ـــــ لیکن جس مثالی استاد کا ذکر کیا ہے، کم از کم ہمارے علمی اداروں میں نایاب ہوتا جا رہا ہے ـــــ ہم اس طالب علم سے جو کل تک شوخ و چنچل تھا، ہر برائی جس کے لئے دل لگی تھی اور ہر نیکی جس کے لئے مذاق، آج استاد بن جانے کے بعد یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ چشم زدن میں اپنی ماہیت تبدیل کر کے ایک سنجیدہ و پُروقار اور مثالی استاد بن جائے ـــــ چشم زدن میں استاد نہیں بنا کرتے، اس کے لئے تو مسلسل تربیت کی ضرورت ہوتی ہے ـــــ جو کل تک خود تربیت کا محتاج تھا، آج مربّی کیسے بن سکتا ہے؟ ذرا سوچو تو سہی! ـــــ بیک جنبشِ قلم کوئی ذرّے

Marfat.com

سے آفتاب نہیں بنا کرتا ــــ اخلاقی قدروں پر سختی سے عمل کرنے اور عمل کرانے کی ضرورت ہے۔ اس میں ڈھیل دی تو سارا نظام درہم ہو کر رہ جائے گا ــــ اصلاحِ حال کی پہلی منزل طالب علم ہے، یہی آگے چل کر استاد بنتا ہے، حکومت و معاشرے کا جس پر دار و مدار ہے، اس لئے اس کے اصلاح سے ہرگز بے پرواہ نہ ہونا چاہیئے۔

حساب و کتاب

زندگی، زندگی سے بنتی ہے ــــ صرف کتاب سے نہیں بنتی ــــ اگر ایسا ممکن ہوتا تو قرآن کریم کو وہ و من پر نازل ہو جاتا اور رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی تابناک سیرت سامنے نہ آتی ــــ لیکن اس کو سامنے آنا تھا، وہ سامنے آکر رہی اور جب سامنے آئی تو یوں محسوس ہوا جیسے لفظوں میں جان پڑگئی۔

دنیا کا کوئی ضابطۂ حیات ایسا نہیں جو کسی ایک شخصیت میں جیتا جاگتا نظر آئے، اس لئے کوئی ضابطہ اتنا مؤثر نہ ہو سکا جتنا قرآن مؤثر ہے ــــ قرآن نے سیرت رسول (علیہ السلام) میں جان ڈالی اور سیرتِ رسول نے قرآن میں جان ڈال دی ــــ جس طرح حرف و معنیٰ کو الگ نہیں کیا جا سکتا اسی طرح قرآن اور سیرتِ رسول کو الگ الگ نہیں کیا جا سکتا ــــ یہی وہ حقیقت ہے جس کی طرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اشارہ فرمایا اور یہی وہ حقیقت ہے جس کو اقبال نے یوں بیان کیا ہے ؎

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآں

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ رسولِ کریم محض ایلچی تھے جو ایک بادشاہ کا پیغام دوسرے بادشاہ کو پہونچا یا کرتا ہے اور پھر اس کا کام ختم ہو جاتا ہے ــــ لیکن خدائے واحد کی حکومت میں دوسرے بادشاہ کا وجود ہی کہاں ہے؟ ــــ رسولِ رحیم نے ایک بادشاہ کا پیغام دوسرے بادشاہ کو نہیں پہونچایا ــــ وہ ایک بادشاہِ مطلق کی طرف سے رعیت کی اصلاحِ حال کے لئے نائب السلطان بن کر تشریف لائے (صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم) ــــ جس نے ایلچی سمجھا اس

Marfat.com

نے اس عظیم حقیقت کو فراموش کر دیا کہ انسان صرف کتاب سے نہیں بنا کرتا ــــ اس کی تعبیر کے لیے زندگی چاہیے زندگی! ــــ رسول کریم کو کسی حال میں الگ نہیں کر سکتے ــــ وہ کتاب اللہ کی جان ہیں ــــ وہ جانِ ایمان ہیں ــــ

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی ست

قانونِ الٰہی

قانونِ الٰہی کی رُوح یہ ہے کہ مخلوقِ الٰہی کے لئے آسانیاں ہوں اور دشواریوں سے نجات ملے ــــ لیکن ہم نے اس روح کو فراموش کر دیا اور اس حد تک فراموش کر دیا کہ انسانی راحت و سکون کو بالائے طاق رکھ کر اس کی ایذا رسانی کے لئے قانون بنایا جاتا ہے ــــ قدم قدم پر قانون کے حوالے دیتے ہیں اور گرفت پہ گرفت کرتے ہیں ــــ اس طرح ہم خود قانون کو بے کیف بنا دیتے ہیں ــــ اور پھر مخلوق خدا میں اس سے محبت کی بجائے نفرت پیدا ہونے لگتی ہے جو نظامِ حکومت کے لئے سخت مہلک ہے۔

قرآنِ کریم عالمِ انسانیت کا غم خوار و دلدار بن کر آیا، جبھی تو مخلوقِ خدا نے اس کے لئے اپنی جانیں قربان کیں اور ہر وقت اپنی جان قربان کرنے کے لئے تیار ہے ورنہ بتایئے دنیا میں کس قانون کی حفاظت و احترام کے لئے دنیا والوں نے اس طرح جانیں نچھاور کیں؟ ــــ قانونِ الٰہی سے یہ پیار و محبت کیوں اور قانونِ فانی سے یہ نفرت و دل برداشتگی کیوں؟ ــــ اسی لئے کہ اس کی بنیاد عشق و مستی پر ہے اور اس کی بنیاد جبر و قہر ہے۔

قانون سازی کے سلسلے میں ایک اہم نکتہ قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ کہ جس طرح خدا نے بندوں کو یہ حق نہیں دیا کہ کسی بندے سے اپنی عبادت کرائیں، اسی طرح یہ حق بھی نہیں دیا کہ بادشاہِ مطلق بن کر کسی بندے کے لئے اپنا قانون نافذ کریں ــــ اللہ اللہ خدائے باقی کے بندے اور بندۂ فانی کا قانون! ــــ یہ کیسی گستاخی ہے! ــــ یہ کیسی جرأت ہے!

قرآن نے ایک مثالی جمہوریت کا درس دیا اور انسان کو انسان سے آزاد کر کے بلند سے بلند

Marfat.com

نذر کر دیا ـــــ ایک انسان کی حکومت ہو یا کئی انسانوں کی ـــــ حکومت بہرحال انسانوں ہی کی ہوئی ـــــ وہ انسان جو کسی وقت بھی گمراہ ہو سکتا ہے ـــــ جو جذبات کا تابع ہے ـــــ کسی وقت بھی جابر و قاہر اور ظالم و سفاک بن کر سامنے آ سکتا ہے ـــــ یہ بات عظمتِ انسانیت کے منافی ہے کہ اس پر خدا کا نہیں غیر کا حکم نافذ ہو ـــــ اسی لئے خدائے غیور کی غیرت نے گوارا نہ کیا کہ وہ اس طرح بندوں کو بندوں کے ہاتھ ذلیل و رسوا کرے ـــــ اس نے انسان کو اپنے قانون کا امین بنایا ہے ـــــ نہ صرف یہ کہ بندوں کو بندوں سے آزاد کرا دیا بلکہ بندوں کو ملکِ جہانبانی سے آزاد کر دیا۔ (جل جلالہ وعم نوالہٗ)

زمین و آسمان

جہاں جایئے وہی زمین ـــــ اسی کی مخلوق، اسی کی خدائی ـــــ کیا خوب کہا ہے ؎

وہ نہیں بھولتا جہاں جاؤں

ہائے میں کیا کروں کہاں جاؤں

لیکن نظر اتنی محدود ہو گئی کہ خدا کی خدائی میں بے چین رہتے ہیں ـــــ جہاں رہتے ہیں وہاں سے جانا نہیں چاہتے ـــــ بھیج دیا جائے تو مضطرب و پریشان ہو جاتے ہیں جیسے کسی دوسرے خدا کی خدائی میں چلے گئے ہوں ـــــ سرکاری ملازمین اس ابتلا میں زیادہ مبتلا ہوتے ہیں ـــــ ان کی زندگی میں اختیار کم ہے ـــــ جبر زیادہ ـــــ اسی لئے تبادلہ ہوا نہیں اور گھبراہٹ چھوٹی نہیں ! ـــــ جیسے خدا نے اپنے در سے ٹھکرا دیا ہو۔ ـــــ جس بستی میں جاؤ، جس شہر میں جاؤ، جس گلشن میں جاؤ، جس صحرا میں جاؤ، بحر و بر کے کسی گوشے میں جاؤ وہاں خدا ہی کی خدائی ہے ـــــ وہی زمین و آسمان اور وہی مخلوق ـــــ ہاں شہر کی رونقیں جدا جدا ہیں، سو ان رونقوں سے دل لگانا دانائی نہیں ـــــ یہ تو سب فنا ہونے والی ہیں ـــــ باقی رہنے والا اُسی کا ملک ہے ـــــ پھر یہ فرار کیوں؟ ـــــ یہ گھبراہٹ کیوں؟ ـــــ یہ بے چینی کیوں؟ ـــــ اے پست ہمتو! ہمت

Marfat.com

بند رکھو اور خدا کی خدائی میں دل لگا کر رہو ـــــــ گھبراتے کیوں ہو، وہ ہر جگہ تمہارا حامی و ناصر ہے ـــــــ سب بھول جائیں گے ـــــــ وہ نہیں بھولے گا ـــــــ سب روٹھ جائیں گے ـــــــ وہ نہیں روٹھے گا ـــــــ اللہ اللہ وہ کیسا رحیم و کریم ہے۔

غیبتیں اور چغلیاں

دوسروں کی برائیاں کرنے اور چغلیاں کھانے میں انسان کو بڑا مزا آتا ہے ـــــــ جہاں دو جمع ہوئے وہاں تیسرے کی چغلی ـــــــ جہاں تین جمع ہوئے وہاں چوتھے کی چغلی ـــــــ جہاں چار جمع ہوئے وہاں پانچویں کی چغلی غرض اس محبوب مشغلے میں وہ شغف وانہماک ہے کہ بس دیکھا کیجئے ـــــــ یوں محسوس ہوتا ہے کہ معاشرہ کا ہر فرد بہ زبانِ حال کہہ رہا ہے ؎

اب یہی روزگار ہے اپنا

عالم و عامی سب اس بلا میں مبتلا ہیں ـــــــ عالم اپنے زورِ علم سے فتوائے جواز نکال لاتے ہیں ـــــــ خصوصاً اپنے مخالفین و معاندین کے لئے ـــــــ عامی فتویٰ نویسی سے مجبور ہیں لیکن غیبت میں مصروف ہیں ـــــــ بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ قرآن نے کیا کہا اور حضورؐ نے کیا فرمایا ـــــــ سنئے سنئے، قرآن کہتا ہے :-

"(اے چغلی کھانے والے!) کیا تو یہ پسند کرے گا کہ مردہ بھائی کی لاش بھوڑے؟ ـــــــ ہرگز پسند نہ کرے گا"

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

"مبارک ہے وہ جو اپنے عیوب کی تلاش میں ایسا منہمک ہوا کہ دوسروں کی عیب جوئی کی اس کو فرصت ہی نہ ملی"

آپ نے دیکھا کہ چغلی کھانے والے کے لئے کیسی وعید ہے اور غیبت سے پرہیز کرنے والے کے لئے کیسی خوش خبری ہے!

ایمان کے تین مدارج ہیں ـــــــ برائی کو دیکھ کر ہاتھ سے روک دینا ـــــــ نہیں تو

Marfat.com

زبان ہی سے باز رکھنا ـــــ ورنہ پھر دل سے برا جانتا ـــــ ایمان کی دو منزلوں سے گذر کر ہم تیسری منزل کو پہونچے ہیں اور یہ بھی اس کو میسر ہے جس کے دل میں کچھ روشنی ہے ورنہ ظلمت کا یہ عالم ہے کہ ہر بری بات اچھی لگنے لگی اور ہر اچھی بات بری ـــــ جب اشیاء کی حقیقتیں بدل گئی ہوں تو ایمان کا کیا نام لیا جائے جس کی بنیاد حقیقتوں اور صداقتوں پر ہے۔

اس دورِ پُرآشوب میں غیبت سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ خود کو مصروف رکھیے، کچھ کرتے رہیے، خالی نہ بیٹھیے ـــــ سب سے ملیے مگر کم کم ـــــ بات کیجیے، چغلی کی نوبت آئے، کترا جائیے ـــــ کترانے نہ دیں، اٹھ جائیے ـــــ خود کو سنبھالے رکھیے ـــــ بچاتے رہیے ـــــ شیطانِ لعین دامِ تزویر بچھائے ہماری تاک میں ہے ـــــ اس سے باخبر رہیے ـــــ بے خبر ہوئے نہیں اور پھنسے نہیں ـــــ کبھی وہ یہ کہہ کر دھوکا دیتا ہے کہ جو برائیاں بیان کی جارہی ہیں یہ تو اس میں ہیں جس کی برائیاں بیان کی جارہی ہیں ـــــ ہرگز ہرگز اس دھوکے میں نہ آیئے ـــــ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حقیقی برائیوں کا پسِ پشت بیان کرنا ہی غیبت ہے ـــــ جھوٹی برائیوں کا منسوب کرنا تو بہتان ہے ـــــ غیبت نہیں ـــــ پس غیبت سے بچتے رہیے ـــــ نظر اپنی طرف رکھیے ـــــ عیب گنتے گنتے تھک جائیں گے ـــــ کسی کی غیبت کا ہوش نہ رہے گا۔

نصیحت و اجرت

یہ کبھی نہ سنا ہوگا کہ اجرت لے کر اور چکا چکا کر کسی نے تبلیغ و ارشاد کا کام کیا ہو ـــــ لیکن دورِ جدید میں یہ بھی ہوتا ہے ـــــ جب نصیحت اللہ کے لئے کی جاتی تھی، بلا کا اثر تھا، اب وہ اثر باقی نہ رہا کہ للّٰہیت نہ رہی ـــــ دل میں سوز نہیں تو آواز میں ساز کہاں سے آئے اور جب آواز میں ساز نہیں تو دل کیسے کھنچیں اور دل میں بات کیسے اترے؟ ـــــ اب تو حال یہ ہے کہ

کہ جتنا کھینچتا ہوں اور کھنچتا جائے ہے مجھ سے

محراب و منبر میں، محفل و مجلس میں، ریڈیو و ٹیلی ویژن میں ہر جگہ اجرت لے کر نصیحت کی جاتی

Marfat.com

ہے لیکن یہ نصیحتیں اثر سے بیگانہ ہیں' اب وہ بات نہیں ہے

فقط نگاہ سے ہوتا ہے فیصلہ دل کا

ایک تجربہ کار اور جہاندیدہ ڈاکو ساتویں مرتبہ قید کاٹ کر جب رہا ہوا تو اس کو پھر چوری کی سوجھی ـــــ رات کا وقت تھا' ہر طرف سنّاٹا ہی سنّاٹا تھا ـــــ ایک مکان کے پچھلے حصّے سے اندر داخل ہوا ـــــ ادھر ادھر تلاش کیا کوئی چیز نہ ملی' کپڑوں کے تھان رکھے تھے ۔ انھیں کو باندھنا شروع کیا ـــــ لیکن مشکل یہ آپڑی کہ ہاتھ پیر سزاؤں کی نذر ہو چکے تھے ـــــ لولا لنگڑا تھا مگر اپنے پیشے میں ایسا طاق کہ بالائی منزل پر چڑھ گیا اور کمرے کے اندر داخل ہو گیا ـــــ ہاں تو کپڑوں کی گٹھری باندھتے باندھتے پسینوں میں شرابور ہو گیا ـــــ اچانک کمرے کا دروازہ کھلتا ہے اور ایک بزرگ نمودار ہوتے ہیں ـــــ یہ سمجھتا ہے کہ شاید یہ بھی کوئی ڈاکو ہے جو رات گئے ادھر نکل آیا ہے ـــــ ان بزرگ نے اس کو دودھ لاکر پلایا اور سامان کی چھوٹی بڑی دو گٹھریاں باندھیں ـــــ اب تو اس کو بالکل یقین ہو گیا کہ یہ کوئی ڈاکو ہی ہے ـــــ صبح ہونے والی تھی' ـــــ یہ دو گٹھریاں سنبھال کر گھر سے باہر نکلے اور صحرا کی طرف چل پڑے ـــــ بڑی گٹھری بزرگ نے اٹھائی اور چھوٹی گٹھری اس لولے لنگڑے ڈاکو نے ـــــ چلتے چلتے وہ ڈاکو پہاڑ کے دامن میں اپنی غار تک پہونچ گیا ـــــ گٹھریاں رکھ دی گئیں ـــــ ڈاکو نے ترس کھا کر بزرگ سے کہا کہ لاؤ تمہارا حصّہ تم کو دے دوں ـــــ بزرگ نے فرمایا :-

"یہ سامان تو میرا ہی ہے"

یہ کہہ کر چل دیئے اور ڈاکو کے دل پر ایک بجلی سی گر گئی ـــــ صبح ہو چکی تھی' دل نے کہا کہ چلو پھر اس بوڑھے کے مکان پر چلیں ـــــ گیا ـــــ کیا دیکھتا ہے کہ مجلس جمی ہے ، ہزاروں انسان سر جھکائے سراپا گوش بنے' دو زانو بیٹھے ہیں ـــــ یہ مجلس میں داخل ہوا ـــــ داخل ہوا ہی تھا کہ اس بزرگ کی نظر اس پر پڑی اور اپنا کام کر گئی ؎

ایک ہی بار ہوئیں وجہ گرفتاریٔ دِل　　　التفات ان کی نگاہوں نے دوبارہ نہ کیا

Marfat.com

اللہ اللہ ے

خاک کے ڈھیر کو اکسیر بنا دیتی ہے
یہ اثر رکھتی ہے خاکستر پروانۂ دل

اب یہ ڈاکو، ڈاکو نہ رہا بلکہ عارف باللہ ہو گیا اور اس کا شمار عرفاء و صلحاء میں ہونے لگا ــــ یہ اعجاز تھا اس بزرگ کی نگاہِ کیمیا اثر کا جس کا نامِ نامی اسمِ گرامی جنید بغدادی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہے۔ اللہ اکبر! منہ سے کچھ نہ کہا اور ذرّے کو آفتاب بنا دیا ــــ جب نظر کا یہ فیض تھا تو صحبت کا فیض کیا ہو گا اور پھر نصیحت کا کیا اثر ہو گا!

آپ نے دیکھا حضرات اہل اللہ نے کسی سے مال نہ لیا بلکہ اپنا مال دوسروں پر لٹایا ــــ جب تک یہ جذبہ پیدا نہیں ہوتا صحبت و نصیحت اثر دکھا ہی نہیں سکتی ــــ نصیحت و حیرانت میں کوئی رشتہ نہیں ــــ اللہ اللہ محراب و منبر میں اجیر، محفل و مجلس میں اجیر، ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر اجیر ــــ ان اجیر واعظوں اور ناصحوں کو دیکھ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے ــــ کس دیدہ دلیری سے بیٹھتے ہیں ــــ کیسی دھواں دھار تقریریں کرتے ہیں اور کیسے روپے بٹورتے ہیں ــــ جب جان پیسوں میں اٹکی ہو تو تقریر جان پرور کیسے ہو سکتی ہے؟

اے واعظو اور اے ناصحو! تم جانشینِ مصطفےٰ ہو، محراب و منبر کی لاج رکھو ــــ! دیکھو دیکھو کہیں تمہاری ہوس پرستی کشتیٔ امت کو ڈبو نہ دے ے

فریاد ہے اے کشتیٔ امت کے نگہباں
بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے

مریض و حکیم ہونا تو یہ چاہیے کہ مریض، حکیم کے کہے پر چلے لیکن ہوتا یہ ہے کہ حکیم مریض کے کہے پر چلتے ہیں اور پھر مریض کا کیا حال ہوتا ہے ع

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

ایک حکیم حاذق کے پاس مریضہ آئی، حکیم صاحب نے نبض دیکھی اور نسخہ لکھنے لگے ــــ

Marfat.com

مریضہ بولیں "حکیم صاحب اس میں عناب بھی لکھنا" ــــــ پھر تھوڑی دیر بعد بولیں "اور سونف بھی لکھنا" ــــــ کچھ دیر نہ ہوئی تھی کہ پھر بولیں "اور ملیٹھی بھی لکھنا" ــــــ حکیم صاحب سے رہا نہ گیا' انھوں نے کاغذ و قلم اس کے آگے رکھتے ہوئے فرمایا ــــــ "پھر تم خود ہی نسخہ لکھ لو" ــــــ

ــــــ دانا و بینا حکیم بھی کیا کرتے ہیں ــــــ لیکن ہمارے معاشرے کے حکیم یعنی ادیب و شاعر اور صحافی یہ نہیں کرتے ــــــ ممکن ہے کہ یہاں کوئی ادب کی افادیت و عدم افادیت' مقصدیت و عدم مقصدیت اور ادب برائے ادب اور ادب برائے زندگی کی بحث چھیڑ دے ــــــ لیکن ہم افادیت و مقصدیت پر ہی یقین رکھتے ہیں اور یہ اس لئے کہ کائنات کی کوئی شئے بے مقصد نہیں' مقصدیت پوری کائنات پر محیط ہے ــــــ ہاں جو کائنات کو بے مقصد سمجھتا ہے اس کی بات الگ ہے' ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں ــــــ ہاں تو عرض کر رہا تھا کہ ہمارے معاشرے کے حکیم ــــــ ادیب و شاعر اور صحافی مریض کی چاہت پر قلم چلاتے ہیں اور اس کا دل خوش کر کر کے اپنے جیب و دامن بھرتے ہیں ــــــ مگر یہ حکیمی نہیں' قزاقی ہے بلکہ سفاکی ہے۔

حکیم تو وہ ہے جسے مریض کی صحت سے بڑھ کر کوئی چیز عزیز نہ ہو ــــــ وہ مریض کا مریض سے زیادہ ہمدرد ہو ــــــ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا کہ اصلاحِ امت کے لئے کیسی جان کھپائی! ــــــ اغیار کے ایسے ہمدرد کہ بس دیکھا کیجئے! ــــــ لیکن افسوس ہمارے معاشرے میں حکیم کو مریض سے زیادہ اپنی فکر رہتی ہے ــــــ مریض خستہ و بدحال ہوتا ہے تو ہوا کرے ــــــ اے ادیبو! اے شاعرو! اے صحافیو! خدا کے لئے رحم کرو ــــــ تمہارے پڑھنے والے مریض ہیں' ان کی خبر لو ــــــ کچھ ہمت سے کام لو ــــــ کچھ ایثار سے کام لو ــــــ کساد بازاری کا خوف ہو تو فکر نہ کرو ــــــ اپنا نامۂ اعمال تو سیاہ نہ کرو ــــــ وہ کچھ کرو کہ میدانِ محشر میں سرخرو اٹھو ــــــ وہ کچھ کرو کہ رہتی دنیا تک یاد رہو ــــــ وہ کچھ کرو کہ قوم تمہارا نام لے لے کر جیتی رہے ــــــ شکم پروری سے آگے قدم بڑھاؤ ــــــ جان پرور بنو! پیاسی روحیں تمہارا منہ تک رہی ہیں۔

Marfat.com

بُت گری و بُت تراشی

ہم پرستش کر کر کے انسانوں کو خود بت بناتے ہیں ـــــــ خود غرضیاں ہم کو خوشامد کی راہ پر لگا دیتی ہیں اور پھر اچھا خاصا انسان آن کی آن میں بگڑتا چلا جاتا ہے ـــــ ہم زہر پلاتے ہیں اور وہ پیتا چلا جاتا ہے ایک بے بس اور مجبور انسان جب کسی عہدے پر فائز ہوتا ہے، ماتحت خوشامد و چاپلوسی سے منہ پہ چڑھتے اور دل میں گھر کرنے کی کوشش کرتے ہیں ـــــ رقابت، مسابقت پر مجبور کر دیتی ہے ـــــ پھر ایک سے ایک بڑھ کر خوشامد کرتا ہے اور اس کوشش میں انسان خود کو ذلیل و خوار کر دیتا ہے ـــــ کہیں آیۂ کریمہ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ میں اس طرف تو اشارہ نہیں؟ ـــــ ہاں تو انسان خوشامد تملق سے انسان کو تراش خراش کر بت بنا دیتا ہے اور رفتہ رفتہ بات ہاتھوں سے نکل جاتی ہے اور وہ جابر و قاہر بن جاتا ہے، وہ مطلق العنان بن جاتا ہے، جو جی میں آتا ہے کرتا ہے، کوئی ٹوکنے والا نہیں ہوتا۔

سادہ لوح انسانوں کی حیرانیاں تو ملاحظہ ہوں ـــــ ایک انسان جو پہلے بھی اپنا کام کرتا تھا ـــــ عام سواریوں میں سفر کرتا تھا ـــــ عام لوگوں سے ملتا جلتا تھا ـــــ کبھی کبھی معمولی لباس بھی پہن لیا کرتا تھا ـــــ سب کے ساتھ ہنستا بولتا تھا ـــــ مگر اب جب وہ مسند نشین ہو چکا ہے، اس کی ہر بات عجوبۂ روزگار ہے ـــــ جب وہ خود کام کرتا ہے تو لوگ اسے حیرت سے اس کا منہ تکتے ہیں ـــــ جب وہ عام لوگوں کے ساتھ بیٹھتا ہے تو لوگ ایک ایک سے جا کر بیان کرتے ہیں ـــــ جب وہ ہنستا بولتا ہے تو لوگ کھلکھلا اٹھتے ہیں ـــــ غرض جو کچھ وہ پہلے کرتا تھا، اب جو کرتا ہے تو ہر طرف سے نعرہ ہائے تحسین و آفریں بلند ہوتے ہیں ـــــ یہی وہ نازک گھڑی ہے جب انسان بگڑنا شروع ہوتا ہے، وہ سوچنے لگتا ہے کہ میں کیا سے کیا ہو گیا! ـــــ پھر اس کا جی چاہنے لگتا ہے کہ لوگ اس کی ایک ایک بات کی تشہیر کریں اور ہر بات کو بڑھا چڑھا کر بیان کریں ـــــ

Marfat.com

بدولت اس کو عارضی شہرت تو بخش دیتی ہے لیکن وہ شہرتِ دوام سے محروم رہتا ہے، شہرتِ دوام کا تعلق سچی سیرت اور بے داغ کردار سے ہے ـــــ اور ایسی تابناک سیرت کو تحسین و آفریں کی ضرورت نہیں۔

بت سازی اور بت گری کا یہ عمل نہ معلوم کب سے چلا آرہا ہے ـــــ مدنی تاجدار (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس بت کو پاش پاش کر دیا ـــــ اور انسان کو اس کے مقام سے آگاہ کیا اور یہ بتایا کہ منصب و عہدے سے انسان بدلا نہیں کرتے ـــــ انسانیت ایک عظیم حقیقت ہے ـــــ جب آپ کو منصبِ رسالت و نبوت ملا تو معاذ اللہ غرور و تکبر سے سر اونچا نہ کیا بلکہ عاجزی و انکساری سے زمین پر جھک کر چلتے رہے ـــــ ذرا غور تو کرو ـــــ سیرتِ پاک کی رفعت تو دیکھو! ـــــ سینۂ اقدس کی وسعت تو دیکھو! ـــــ رات رات بھر نفل پڑھتے ـــــ جب رفیقۂ حیات ام المومنین نے عرض کیا کہ "آپ کا مولیٰ تو آپ سے راضی ہے پھر رات رات بھر آپ کیوں نفل پڑھتے ہیں"؟ ـــــ فرمایا ـــــ "کیا اپنے مولیٰ کا شکر ادا نہ کروں"! ـــــ دیکھا آپ نے! ـــــ اب ذرا دیکھئے ہم میں سے کتنے ایسے ہیں کہ منصب ملنے کے بعد یوں سر جھکائے رات رات بھر خدا کے سامنے کھڑے ہوں ـــــ یہ تو بہت بڑی بات ہے ـــــ بہت اونچی بات ہے ـــــ فرائض سے بیگانہ ہو جاتے ہیں ـــــ خدا کو بھول جاتے ہیں اور زعمِ اقتدار میں مخلوقِ الٰہی پر ظلم کرنا شروع کر دیتے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اے انسانو! اپنے مقام کو پہچانو، دوسروں کو بت بنا بنا کر یوں خود کو ذلیل و خوار نہ کرو ـــــ اور اے منصب والو! کرسیوں پر اکڑ اکڑ کر نہ بیٹھو ـــــ محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے روشن نمونے سامنے رکھو ـــــ سر جھکائے رکھو ـــــ مخلوقِ خدا پر مہربان رہو ـــــ خدا سے ڈرتے رہو ـــــ جس نے عزت دی ہے وہ ایک آن میں ذلیل و خوار کرنے پر قادر ہے ـــــ ہزاروں معزز ہو کر اپنی ناشکری اور ناسپاسی کی بدولت ذلیل و خوار ہو چکے

Marfat.com

ہیں ـــــــ ان سے عبرت حاصل کرو ـــــــ

عظمتِ مستعار

ایک وہ ہیں جن کی عظمتیں ان کے باہر لٹکی ہیں ـــــــ اور ایک وہ ہیں جن کی عظمتیں ان کے دل میں اٹکی ہیں بلکہ چپکی ہیں ـــــــ ہٹائے نہیں ہٹتیں ـــــــ حقیقی عظمت کے سامنے عظمت مستعار کی کیا حقیقت؟

وہ زندہ رہتے ہیں تو عظیم ـــــــ مرتے ہیں تو عظیم ـــــــ حشر میں اٹھیں گے تو عظیم ـــــــ ان کی عظمت کو کوئی چھین نہیں سکتا ـــــــ اور ہاں وہ بھی ہیں جن کی عظمت مستعار ہے ـــــــ زرق برق کپڑوں، شاندار کوٹھیوں، لمبی لمبی کاروں، اونچے اونچے عہدوں میں ان کی عظمت لٹکی ہے ـــــــ کپڑوں پر داغ نہ پڑ جائے کہ عظمت داغدار ہو جائے گی ـــــــ کوٹھیوں کا رنگ روغن خراب نہ ہو جائے، در و دیوار بوسیدہ نہ ہو جائیں کہ عظمت خراب و خستہ ہو جائے گی۔ ـــــــ کاریں بگڑ نہ جائیں کہ عظمت بگڑ جائے گی ـــــــ عہدوں سے ہٹا نہ دئے جائیں کہ عظمت ہٹ جائے گی۔

غور کیجئے یہ عظمتِ مستعار کیسی معرضِ خطر میں ہے ـــــــ! تاریخِ عالم کا مطالعہ کیجئے ـــــــ ایسے کتنے عظیم انسانوں کی عظمت دیکھتے دیکھتے گردش دوراں کی نذر ہو گئی۔ ـــــــ اور وہ گلیوں میں ٹھوکریں کھاتے پھرے، کوئی ان کا پرسانِ حال نہ رہا ـــــــ لیکن ایک عظیم وہ ہیں جن کے پاس زرق برق کپڑے نہیں، شاندار کوٹھیاں نہیں، لمبی لمبی کاریں نہیں اونچے اونچے عہدے نہیں ـــــــ ہاں پھر بھی وہ عظیم ہیں، ان کی عظمت خدا کے سوا کوئی نہیں چھین سکتا ـــــــ وہ کچے اور بوسیدہ مکانوں میں رہتے ہیں لیکن پھر بھی عظیم ـــــــ وہ افسر اعلیٰ نہیں، فقیر بے نوا ہیں لیکن پھر بھی عظیم ـــــــ ہاں ہاں ؎

دربارِ شہنشہی سے خوش تر

مردانِ خدا کا آستانہ

مزاجِ عالم

دورِ جدید کی سیاست، زمانۂ ماضی کی سیاست سے بالکل مختلف ہے

Marfat.com

مشکل اور پیچیدہ ـــــ سبک رفتار ذرائع حمل ونقل، برق رفتار وسائلِ رسل ورسائل حیرت انگیز آلاتِ حرب اور عالم گیر معاشی نظام نے سب کو چوکنا کر دیا ہے ـــــ ماضی میں کوئی بادشاہ یا حاکمِ وقت اپنے ملک یا ملک کے کسی صوبہ میں کچھ کرتا تھا تو صرف پاس پڑوس پر سرسری نظر کے ساتھ ساتھ ملکی سیاست پر گہری نظر رکھتا تھا ـــــ لیکن جدید سیاست میں صرف اتنا کافی نہیں ـــــ دنیا کے کسی گوشے میں حکومت کیجئے مگر سارے عالم پر نظر رکھیے ـــــ پھونک پھونک کر قدم رکھیے ـــــ ذرا چوکے مارے گئے ـــــ یوں کہنے کو تو ہر ملک آزاد ہے، کوئی کسی کے ملک اور ملکی معاملات میں دخیل نہیں ـــــ مگر، تیور کچھ اور بتا رہے ہیں، تیوروں پر نظر رکھنا ضروری ہے ـــــ اس سے بے خبر ہوا غیض وغضب کا شکار ہوا۔

معمولی سے معمولی اقدام کے لئے بڑی سیاسی بصیرت کی ضرورت ہے ـــــ کرتے اپنے ملک میں ہیں، مزاجِ عالم پر نظر رکھنی پڑتی ہے کہ کہیں بگڑ تو نہیں رہا ـــــ ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ میں بھارت نے مزاجِ عالم کو نظر انداز کیا تو کیا پایا؟ ـــــ مزاجِ عالم بہت ہی نازک ہے اس لئے ہرگز ہرگز اس طرف سے بے خبر نہ ہونا چاہیئے ـــــ جس کو صرف اپنی خبر ہے اور عالم سے بے خبر ہے، وہ حکمرانی کے لائق نہیں ـــــ جہانبانی کے لئے بڑے باخبر انسان کی ضرورت ہے اور جب یہ میسر آجائے تو وہ کام کر گزرتا ہے کہ دنیا دیکھ کر انگشت بدنداں رہ جائے ـــــ قصۂ آدم وابلیس میں یہی سیاسی نکتہ بیان کیا گیا ہے ـــــ جہانبانی کے لئے شرافتِ نفس سے زیادہ علم وفضل کی ضرورت ہے ـــــ مزاجِ عالم کو پرکھنا بے خبروں نہیں باخبروں کا کام ہے۔

غیرتِ کفر

غیرتِ اسلام کے مظاہر چشمِ عالم نے دیکھے تھے ـــــ مگر غیرتِ کفر کا تماشہ دورِ جدید نے دکھایا ـــــ غیرتِ اسلام جب خوابیدہ ہوتی ہے تو غیرتِ کفر جاگ اٹھتی ہے ـــــ ایک پڑوسی ملک نے اپنے ہم مذہبوں کے لئے کیا کچھ نہ کیا ـــــ لیکن اس پھرتی وچالاکی سے کیا کہ کسی کو اس کی غیرتِ کفر کا احساس تک

Marfat.com

نہ ہوا ـــــ وہ غم خوارِ انسانیت بن کر ابھرا اور ہاتھ کی صفائی دکھا کر چلتا بنا ـــــ سب دیکھتے رہ گئے وہ اپنا کام کر گیا ـــــ نام کو یہ ملک لادینی ہے اور دنیا کے اکثر ممالک لادینی سیاست پر یقین رکھتے ہیں (ماسوائے پاکستان کے جس کی بنیاد خالص دینی اور نظریاتی ہے) لیکن عقلیت پرستی کے اس دَور میں بھی دین ایک زندہ حقیقت ہے ـــــ دین کی محبت رگ وپے میں جاری و ساری ہے ـــــ خواہ منہ سے کتنی لادینیت کا پرچار کیا جائے۔ ـــــ کہتے ہیں کہ ہم کو شکست ہوئی ـــــ لیکن فتح و شکست تو اس وقت ہوتی ہے جب دو حریف ایک مشترکہ مقصد کے لیے نبرد آزما ہوں ـــــ دو بھائیوں کا جھگڑا تھا، گھر کی لڑائی تھی ـــــ گلی تک آواز پہونچی ـــــ لوگ مدد کو دروازے تک پہونچے ـــــ شدہ شدہ بات اک خبر پہونچی اور حمایتی چڑھ دوڑے، دیکھتے ہی دیکھتے گھر میں گھس گئے ـــــ دونوں بھائی ہکا بکا رہ گئے ـــــ ہائے یہ کیا ہوا ـــــ گھر لٹ گیا ؎

متاعِ راحت و شادیٔ ما بغارت داد
چہ فتنہ بود کہ ناگہ در آمد از درِ ما

قزاقی اور سفاکی کا نام فتح و نصرت نہیں ـــــ یہ غیرتِ کفر کی کرشمہ سازیاں تھیں جو شاید تاریخِ اسلام میں چشمِ مسلم نے کبھی نہ دیکھی ہوں گی۔

عید یا وعید

کہتے ہیں عید مسرتوں کا دن ہوتا ہے ـــــ لیکن جن کے دل داغدار اور سینے پاش پاش ہیں، ان سے پوچھئے کہ یومِ عید، یومِ عید ہے یا یومِ وعید ہے ـــــ غمزدہ انسان کے لیے ہر خوشی پیغامِ رنج و الم ہے ـــــ لوگ خوش ہو ہو کر رقص کر رہے ہیں اور وہ ظلمتِ غم میں کھویا ہوا ہے ـــــ اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھایا ہوا ہے ؎

مرے غم خانۂ مصیبت کی
چاندنی بھی سیاہ ہوتی ہے

بیس برس ہونے ہیں ـــــ نوعمری کا زمانہ تھا ـــــ عید گاہ میں نمازِ عید

Marfat.com

کے لیے جب لوگ ایک ایک سے گلے مِل رہے تھے، ایک غمزدہ انسان تنہا کھڑا ایک ایک کا منہ تک رہا تھا ــــــ مگر اس کی طرف کوئی ملتفت نہ تھا ــــــ اس سے رہا نہ گیا ــــــ بے ساختہ پکار اٹھا:

"ارے مجھ سے تو ملو ــــــ میرا کوئی نہیں!"

اس کی چیخ نکل گئی ــــــ وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔

نوعمری کے اس زمانے میں جب کہ فضاؤں میں خوشیاں ہی خوشیاں نظر آتی ہیں، اس طلب و آرزو پر ہنسی آئی ــــــ لیکن جوں جوں زمانہ گزرتا گیا اور نشترِ غم سے سینہ چھلنی ہونے لگا، اس غمزدہ کے الفاظ رہ رہ کر کانوں میں گونجتے اور تیر و نشتر بن بن کر چبھتے ہیں ــــــ

اللہ اللہ اس کارخانۂ ہستی میں انسان کو رفتہ رفتہ اکیلا کر دیا جاتا ہے ــــــ اگر زندگی کی منزلِ اولین پر تنہا کر دیا جاتا تو اس کا کلیجہ پھٹ جاتا ــــــ نہ معلوم کتنے غم رسیدہ ہیں، عید کے دن جن کا کوئی پرسانِ حال نہیں ــــــ اور کتنے آفت رسیدہ ہیں، عید کے دن وہ مسکرانے پر مجبور کیے گئے ہیں مگر ان کے دل میں تو آگ سلگ رہی ہے، انگارے دہک رہے ہیں، وہ سوزش و جلن ہے کہ آتشِ دوزخ میں بھی نہ ہوگی ؎

آتشِ دوزخ میں یہ گرمی کہاں
سوزِ غم ہائے نہانی اور ہے

لیکن مردانگی یہ ہے کہ دل میں جہنم ہو تو چہرے پر جنت ؎

عشق دانی چیست لب بر خندہ کردن نزدِ خلق
بے خبر از آہ و افغاں، آہ و افغاں داشتن

بچپن میں جب کسی بزرگ کو غمزدہ دیکھتے تو تعجب ہوتا تھا کہ یہ خوش کیوں نہیں ہو رہے ــــــ یہ تو عید کا دن ہے ــــــ خوشیوں کا دن ہے ــــــ اچھے اچھے کپڑے

Marfat.com

پہنے جا رہے ہیں ـــــ خوشبوؤں سے فضائیں معطر و معنبر ہیں ـــــ ایک دوسرے کے ہاں جا رہے ہیں ـــــ معانقے ہو رہے ہیں، مصافحے ہو رہے ہیں ـــــ عیدیاں مل رہی ہیں۔ ـــــ سویّاں، کچوریاں، مٹھائیاں کھائی جا رہی ہیں ـــــ غرض ہر طرف خوشیاں ہی خوشیاں ہیں ـــــ لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ یہ بزرگ ایک عظیم قافلے سے بچھڑ چکے ہیں۔ ـــــ ان کا دل داغ داغ ہے ـــــ ان کا سینہ چاک چاک ہے ـــــ آج وہ کاروانِ رفتہ کے ماتم میں سوگوار ہیں ـــــ دل کہتا ہے کہ وہ بھی ہوتے تو کیا اچھا ہوتا ـــــ غم کہتا ہے کہ قانونِ قدرت یہی ہے کہ جانے والے آنے والوں کو گریاں چھوڑ جاتے ہیں ؎

یارانِ رفتہ ہم سے منہ اپنا چھپا گئے
معلوم بھی ہوا نہ کدھر کارواں گیا

آلام آلام معمارِ حیات ہیں ـــــ شاید اس نظر سے ہم نے نہیں دیکھا ورنہ آلام سے نفرت نہ ہوتی، پیار ہوتا ـــــ ہم مصیبتوں سے بھاگتے ہیں مگر وہ ہم کو بنانے سنوارنے آتی ہیں ـــــ وہ غازۂ حیات ہیں ـــــ وہ بہارِ زندگی ہیں ـــــ ہاں عذابِ الٰہی والی بات الگ ہے اور اگر دیکھا جائے تو یہ عذاب بھی دوسروں کیلئے عبرت ہے ـــــ دوسروں کا کارساز ہے

تاریخِ عالم دیکھ جائیے، مشاہیرِ عالم میں کوئی ایسا نظر نہیں آئے گا جو غم و الم سے بیگانہ رہا ہو ـــــ ان حضرات پر ایسی ایسی مصیبتیں ہیں کہ ہم ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے ـــــ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر جتنی مصیبتیں آئیں، سطحِ زمین پر کسی پر نہ آئی ہوں گی ـــــ عظمت و الم کا چولی دامن کا ساتھ ہے ـــــ رہروِ منزل سے پوچھیے کہ منزل تک پہنچتے پہنچتے اس پر کیا کچھ گزرتی ہے ـــــ منزل تک پہنچ نہیں سکتا جب تک مصائب کو خوش آمدید نہ کہے۔ بلکہ اگر بلند ہمت اور عالی حوصلہ ہے تو اس کو دعوت دینی چاہیئے۔

Marfat.com

لیکن ہم خوشیوں کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہیں ۔۔۔۔۔ یہ حباب کی طرح ابھرتی اور مٹتی رہتی ہیں ۔۔۔۔۔ ہاتھ نہیں آتیں ۔۔۔۔۔ قابو میں نہیں رہتیں ۔۔۔۔۔ دلفریب ہیں ۔۔۔۔۔ مسرت کے ماروں کو رواں دواں رکھتی ہیں اور بالآخران کو موت کی آغوش میں جا سلاتی ہیں ۔۔۔۔۔ وہ شعراء جنہوں نے غم کے گیت گائے ہیں اور مصیبتوں کو نعمتِ عظمیٰ سمجھا ہے، وہ عظمتِ غم والم سے ناواقف نہ تھے ۔۔۔۔۔ جبھی تو فانی کہتا ہے ؎

میری ہوس کو عیشِ دو عالم بھی تھا قبول
تیرا کرم کہ تو نے دیا دل دُکھا ہوا

اور اقبال کہتا ہے ؎

کانٹا وہ دے کہ جس کی کھٹک لازوال ہو
یارب وہ درد جس کی کسک لازوال ہو

ہاں اے رفیقو! اے ساتھیو! غم والم سے نہ بھاگو ۔۔۔۔۔ اس کو خوش آمدید کہو ۔۔۔۔۔ آنکھوں پر بٹھاؤ ۔۔۔۔۔ سینے سے لگاؤ کہ یہ سینے سے لگنے ہی کے قابل ہے۔

؎ دردِ عشق اے میہمانِ جانِ من
باش وجہِ رونقِ ایں خانہ باش

تمغات و خطابات

دنیا کے بادشاہوں، نوابوں، راجاؤں اور سپہ سالاروں کی تصویریں دیکھئے، ان کے جسم فانی پر تمغات قطار اندر قطار نظر آئیں گے ۔۔۔۔۔ ذرا دیکھئے تو یہی ننھی سی جان پر کیا کیا آویزاں ہے اور یہ کس مصیبت میں مبتلا ہے؟ ۔۔۔۔۔ کیا ایک تابناک سیرت کو ان تکلفات کی ضرورت ہے؟ ۔۔۔۔۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں! ۔۔۔۔۔ وہ خود تمغۂ دو عالم ہے ۔۔۔۔۔ اس کو کسی تمغے کی ضرورت نہیں ۔۔۔۔۔

دیکھو دیکھو مدینہ کی بستی میں ایک غریب نواز بیٹھا ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) ۔۔۔۔۔

Marfat.com

اس کے غلاموں نے تاجِ شاہی کو روندا ہے ____ اس کی ہیبت سے عالم لرزاں و ترساں ہے ؎

ظاہر میں غریبُ الغربا پھر بھی یہ عالم
شاہوں سے سوا سطوتِ سلطانِ مدینہ

ہاں اس غریب نواز کی ادائے دل نواز نے سب شاہی ٹھاٹ باٹ خاک میں ملا کر رکھ دیئے ____ اس کے جسمِ نازنیں پر ایک کملی ہے ____ کملی پر کوئی تمغہ نہیں ____ پیوند ہی پیوند ہیں مگر پھر بھی اندر باہر سے چمک رہا ہے اور اس کی چمک دمک سے عالم کی نگاہیں خیرہ ہو رہی ہیں ____ اس کے پاس نہ کوئی تمغہ ہے اور نہ کوئی خطاب اور نہ اس کو تمغہ و خطاب کی ضرورت ____ وہ رسولِ ربّ العالمین ہے ____ رحمۃ للعالمین ہے ____ وہ صرف خدا کی عطا پر جی رہا ہے اور اسی نے اس کو وہ عروج بخشا ہے کہ مہ و پرویں کو اس نے روندا ہے ____ وہ صرف رضائے الٰہی کا طالب ہے ____ یہی وہ تمغہ ہے جس کے بعد کسی تمغے کی ضرورت نہیں ____ اس کے پاس کچھ نہیں لیکن سب کچھ ہے ____ وہ دنیا سے بے نیاز ہے اور دنیا والوں کے لئے ایک مثالی نمونہ ____ کامل نمونہ ____ زندۂ جاوید نمونہ ____ اس نے یہ راز بتایا کہ سیرت تابناک ہو تو پھر پیوند لگے کپڑے ہزار تمغوں اور سیکڑوں خطابات پر بھاری ہیں۔

اور دیکھو دیکھو اس کا غلامِ وفا شعار فاروقِ باوقار (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) پیوند لگے کپڑے پہنے ہے اور مسندِ خلافت پر بیٹھا ہے ____ عالم میں غلغلہ بپا ہے ____ ایک ایرانی سیاح لکھتا ہے کہ لنکا سے دو تین ہندو ہزاروں میل کی مسافت طے کر کے مدینہ پہونچے اور اس خلیفۂ رسول کا حال دیکھ کر ہکا بکا رہ گئے ____ مگر اس کی سادگی کا وہ نقشِ دل پر لے گئے کہ جب لنکا جا کر یہ ماجرا سنایا تو سب نے (مشرک و کافر ہوتے ہوئے) فاروقِ اعظم کی یاد میں پیوند لگے کپڑے پہنے (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) ____ یہ تمغے نہ تھے ____ یہ پیوند

Marfat.com

تھے، لیکن دیکھو دیکھو نگاہِ اغیار میں یہ تمغے بن گئے ــــ سب لگا رہے ہیں اور خوشی خوشی لگا رہے ہیں۔

دنیوی تمغات وخطابات دنیا ہی میں رہ جائیں گے ــــ آخرت میں کس کام آئیں گے؟ ــــ وہاں نیک اعمال ہی کام آئیں گے ــــ لیکن غفلت کا کچھ ایسا پردہ پڑا ہوا ہے کہ تمغات وخطابات کے پیچھے مارے مارے پھرتے ہیں ــــ اور جب یہ ملتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ دولتِ کونین مل گئی ــــ غفلت کی انتہا ہے کہ قبروں کے کتبوں پر ان تمغات وخطابات کو کندہ کرایا جاتا ہے حالاں کہ یہاں ان کا ذکر وفکر عبث ہے ــــ یہاں پکارنے والا پکار رہا ہے ــــ خبردار! یہاں ڈگریوں، تمغوں اور خطابوں کا ذکر نہ کرنا ــــ یہ میدانِ محشر ہے ــــ ہاں نیک عمل ہے تو ضرور پیش کرو، پورا پورا صلہ دیا جائے گا ــــ ورنہ تمہارے اعمال تمہارے منہ پر مار دیئے جائیں گے

اگر انسان ذرا بھی عقل سے کام لے، وہ تمغات وخطابات کے پردۂ فریب کو چاک کرکے صحرا میں نکل کھڑا ہو اور پھر وہ خوبی پیدا کرے جو ہزار تمغوں پر بھاری ہو ــــ جن کو خدا نے عقل دی انھوں نے تختِ شاہی چھوڑا ــــ قلمدانِ وزارت چھوڑا اور ــــ پھر فقیری میں وہ بات پیدا کی جو شاہی میں بھی میسر نہ آسکی۔

مَبلَغِ علم انسان کتنا کچھ حاصل کرلے لیکن حقیقتاً کچھ حاصل نہیں ہوتا ــــ بہت ہاتھ پیر مارے تو ساحل تک تو پہنچ پاتا ہے ــــ وہ بھی شاذ ونادر ــــ ذرا علم کی وسعت تو دیکھیے، مولائے کریم نے رسولِ رحیم علیہ التحیۃ والتسلیم کو ہدایت فرمائی

قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا

ــــ وہ رسولِ رحیم جن کے علم کی یہ شان ہے کہ سوائے خدا کے مخلوق میں کسی کا علم ان کے علم پر محیط نہیں ــــ لیکن پھر بھی ازدیادِ علم کے لئے دعا پر دعا مانگ رہے ہیں ــــ اور اسی لئے امت کو یہ ہدایت فرما رہے ہیں:۔

Marfat.com

اُطْلُبُوا الْعِلْمَ مِنَ الْمَهْدِ اِلَى اللَّحْدِ

مہد سے لحد تک علم حاصل کرو کہ علم کی کوئی انتہا نہیں ــــ وہ صفت خالق کائنات ہے ــــ لم یزل ولایزال ہے ــــ

بڑے سے بڑا عالم بھی اگر اپنے علمی سرمایہ کو پیش کرے تو وہ اتنا بھی نہیں کہ جتنا سمندر کے سامنے ایک ذراسی بوند ــــ چند کتابوں اور چند گنی چنی کتابوں کے سوا اس کو آتا ہی کیا ہے ــــ درس نظامی کی سند ہو یا ایم۔اے اور پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگریاں ــــ لوگ ان کو بہت کچھ سمجھتے ہوں گے لیکن حقیقت میں کچھ بھی تو نہیں ــــ ہزاروں زبانیں ہیں اور ہزاروں علوم وفنون ــــ ایک زبان کے کسی خاص مضمون کا عارف تمام زبانوں کے جملہ علوم وفنون کا عارف نہیں بن سکتا ــــ اور دیکھا جائے تو اس مضمون میں بھی اس کو کماحقہٗ تبحر حاصل نہیں ہو پاتا ــــ • اگر علم کی سچی طلب ہے تو ہر منزل پر خود کو تشنہ ہی پائے گا اور جوں جوں آگے بڑھتا جائے گا حیرت میں بڑھتا ہی جائے گا۔

تبحر علم کا علم تو بڑی بات ہے ــــ ایک شاخ کے ایک پتے کی ایک رگ پر بھی تو ہمارا ہاتھ نہیں پہونچ پاتا ــــ پھر زعم علم میں پھولے نہیں سماتے ــــ سچ پوچھیے تو یہ جاننے کے لئے کہ ہم کچھ نہیں جانتے اور کچھ نہیں جان سکتے، بہت کچھ جاننے کی ضرورت ہے ــــ اعتراف جہل کمال عرفان کی علامت ہے ــــ جو جہل تک نہیں پہونچے وہ کمال تک نہیں پہونچے ــــ اسی لئے حریم عشق میں عرفا کی صدائیں کانوں سے ٹکرا ٹکرا کر ہم کو خبردار کر رہی ہیں :۔ مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ

اپنی مدد آپ

اپنی مدد آپ ــــ ایک اچھا اصول ہے ــــ ہمارے اسلاف اور ہمارے بزرگوں نے بھی کر کے دکھایا ہے ــــ فاروق اعظم اونٹ پر سوار جا رہے ہیں ــــ چابک گر گیا ــــ راہگیروں سے نہ مانگا ــــ سواری کو روکا، نیچے اتر کر خود اٹھایا ــــ کہ طلب بہرحال طلب ہے ــــ دینے والا ہاتھ لینے والے

Marfat.com

ہاتھ سے افضل ہے ___ اور سنیئے ___ بیت المال سے ایک اونٹ گم ہو گیا ___ مدینہ کی گلیوں میں بنفسِ نفیس تلاش کرتے پھر رہے ہیں ___ شرفاءِ مدینہ نے کہا "آپ نے خود کیوں تکلیف کی، کسی غلام کو بھیج دیا ہوتا" ___ معلوم ہے فاروق اعظم (رضی اللہ عنہ) نے کیا جواب دیا؟ ___ آپ نے فرمایا :-

"اللہ اکبر! کیا مجھ سے بڑھ کر بھی کوئی غلام ہے؟"

اللہ اللہ! وہ بات کہہ دی کہ پندار شاہی اور زعمِ افسری کو خاک میں ملا کر رکھ دیا۔ لیکن ہمارے معاشرے میں شاہانہ ٹھاٹ باٹ اب تک قائم ہے ___ کارواں کہاں سے کہاں نکل گیا لیکن ہم ظلمتوں کی نذر ہو گئے۔

دفتروں میں دیکھئے ___ کالجوں میں دیکھئے ___ کوچہ و بازار میں دیکھئے ___ گھروں میں دیکھئے ___ بہت سے "اپاہج" نظر آئیں گے ___ دفتر میں صفائی کرنا اور نیچے گری ہوئی چیز اٹھا کر دینا چپڑاسی کا کام ہے ___ کالجوں اور اسکولوں میں سیکڑوں طلبہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں ___ ساری ذمہ داری ایک دو چپڑاسیوں اور ایک دو مالیوں پر ہے ___ طلبہ کا کام صرف لکھنا پڑھنا ہے ___ بلکہ یہ کام تو پہلے کرتے تھے ___ اب تو کھیلنا، کودنا اور شرارتیں کرنا ہے ___ مستثنیات کی بات الگ ہے ___ ہاں نوجوان کے لئے اپنا ڈیسک اور میز کرسیاں صاف کرنا کسرِ شان ہے ___ یہ تو بڑی چیز ہے کالج کے لان اور سبزہ زار میں پتا ادھر سے ادھر نہیں کر سکتے ___ ہاں گل چینی کا کام اچھا آتا ہے ___ اجڑوانا ہو تو منٹوں میں اجاڑ دیتے ہیں ___ مستثنیات کی بات الگ ہے

کوچہ و بازار میں صفائی کا خیال رکھنا صرف حلال خوروں کا کام ہے، ہمارا کام کوڑا پھیلانا ہے ___ گھروں میں جہاں سارا کام نوکروں کے سر ہے وہاں بھی صفائی کا خیال رکھنا نوکر کا کام ہے ___ گھر والوں کا کام چیزیں الٹ پلٹ کرنا اور کوڑا پھیلانا ہے ___ بالخصوص مردوں کا کام یہی ہے ___ وہ دفتروں میں ملازمت کرتے ہیں، گھر پر چھٹی گزارتے

Marfat.com

ہیں ـــــ نازک مزاجی کی انتہا ہے ـــــ ذرا صاحب بہادر کو دیکھیے ایک ننھا سا فائل چپڑاسی لئے پیچھے پیچھے رواں دواں ہے اور وہ آگے آگے شاہانہ آن بان کے ساتھ چلتے جا رہے ہیں ـــــ بُرا ہو اس جھوٹی شان و شوکت کا جس نے اچھے خاصے توانا و تندرست انسان کو اپاہج بنا کر رکھ دیا ـــــ خلافتِ فاروقی میں مدینے کے بیچ بازار میں جا رہے ہیں ـــــ آگے آگے وہ اور پیچھے پیچھے کچھ لوگ ـــــ سربازار جج صاحب کے ایک درّہ رسید کیا اور فرمایا :۔

"یہ آگے آگے چلنا تمہارے لئے فتنہ اور پیچھے چلنے والوں کے لئے ذلت و رسوائی ہے"۔

اللہ اللہ ! احترامِ انسانیت کا کیا درس دیا ہے ـــــ جب تک ابنائے جنس کا دل میں احترام نہ ہو اور جب تک عزتِ نفس کا پاس و لحاظ نہ ہو، انسان اپنی مدد آپ نہیں کر سکتا ـــــ وہ عزت اسی میں سمجھتا ہے کہ اپنے کاموں کے لئے دوسروں سے مدد لی جائے ـــــ حالاں کہ اس میں عزت نہیں سراسر ذلت ہے •

قربان جایئے اس نفوسِ قدسیہ کے جنہوں نے احترامِ انسانیت کا درس دیا اور عزتِ نفس کا سبق پڑھایا ـــــ اے یارانِ وطن اور اے فرزندانِ قوم ! ہوش سنبھالو، خود اعتمادی پیدا کرو ـــــ خود کام کرنے کی عادت ڈالو ـــــ اس کو عار نہ سمجھو ـــــ یہ سنّتِ رسول کریم ہے لیکن اگر تمہیں سنّت سے چڑ ہے (معاذاللہ، استغفراللہ!) تو پھر سنو کہ ملک چین اسی سنّت پر عمل پیرا ہو کر پچیس سال کے اندر اندر دنیا کی تیسری بڑی طاقت بن چکا ہے ـــــ اور ہم نے اس مدت میں رہی سہی قوت بھی گنوا دی ہے اور اب تعمیرِ نو کی فکر میں لگے ہیں ـــــ لیکن جب تک خود ہاتھ پیر نہ ہلائیں گے، تعمیرِ نو مشکل ہی نہیں، ناممکن ہے ـــــ بڑھو بڑھو کہ زمانہ قیامت کی چال چل رہا ہے

صلہ رحمی

لڑکپن میں یہ حدیث سنی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز صحابہ سے فرمایا :
"کیا تم کو وہ چیز نہ بتا دوں جو ارکانِ پنجگانہ سے بھی افضل ہے ؟" ـــــ صحابہ نے عرض کیا "کیا ایسی بھی کوئی چیز ہے جو نماز، روزے، حج اور زکوٰۃ وغیرہ سے افضل ہو؟" ـــــ فرمایا "ہاں وہ صلہ رحمی ہے" ـــــ ؎

Marfat.com

دل بدست آور کہ حج اکبر است

یہ حدیث سن کر تعجب ہوتا تھا کیوں کہ لڑکپن کے اس دور میں نماز، روزہ مشکل معلوم ہوتا تھا ____ ہاں ملنے جلنے میں بہت لطف آتا تھا ____ جس عزیز کے ہاں جاتے، روپے پیسے ملتے ____ اور عید پر تو سبحان اللہ ماشاء اللہ! ____ ایسی مزیدار چیز کو افضل ترین بنانا تعجب خیز تھا ____ افضل ترین ہونے کا استحقاق اسی کو ہے جو مشکل ترین ہو۔

بچپن و لڑکپن کا عہد شاہی بیت گیا ____ دورِ شباب آیا ____ کچھ جھٹکے لگے ____ ہوش آیا اور دل نے گواہی دی کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا کہ صلہ رحمی افضل ترین عمل ہے ____ واقعی یہی مشکل ترین ہے ____ جوں جوں قدم آگے بڑھتے گئے، ارشادِ مصطفوی کی صداقت عیاں ہوتی چلی گئی ____ ہاں ہاں ____ ع

جادۂ راہِ وفا جز دمِ شمشیر نہیں

نماز کے لئے ایک وقت ہوتا ہے ____ روزے کے لئے بھی ایک خاص مہینہ ہوتا ہے ____ حج کے لئے بھی ایک زمانہ ہے ____ جہاد کے لئے بھی ایک وقت ہے ____ زکوٰۃ کے لئے بھی ایک وقت ہے ____ غرض ان فرائض پنجگانہ میں کوئی فرض ایسا نہیں جس کا عمل ہر وقت جاری رہے ____ جو ہمیشہ نفس و روح کو کشمکش میں مبتلا رکھے ____ لیکن ہاں صلہ رحمی ____ اور وہ بھی بدخواہوں اور بدبینوں سے ____ ایک ایسا عمل ہے جو تلوار سے تیز اور بال سے باریک ہے ____ جو ہر وقت کشمکش میں مبتلا رکھتا ہے ع

جہاں ہم ہیں وہاں دار و رسن کی آزمائش ہے!

قرآنِ کریم نے تعزیرات میں بھی صلہ رحمی کے جذبے کو پیشِ نظر رکھا ہے ____ بیشک اہل دنیا کے لئے رخصت ہے لیکن اہل دل کے لئے عزیمت ہی عزیمت ہے ____ جہاں رخصت ہے وہاں ساتھ ہی ساتھ عزیمت کا درس دیا گیا ہے ____ کان کے بدلے کان ____ آنکھ کے بدلے آنکھ ____ ناک کے بدلے ناک ____ جان کے بدلے جان ____ بیشک

Marfat.com

عقلِ انسانی اور فطرت انسانی اسی بدلے کی متقاضی ہے ـــــــ لیکن جہاں یہ رخصت ہے وہاں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ اگر معاف کر دو تو کیا کہنے !

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی کر کے دکھایا ـــــــ طائف کے بازاروں میں ـــــــ لہولہان کیا گیا لیکن آپ نے اپنے نفس کی خاطر کسی کے خون کا ایک قطرہ بھی نہ بہایا ـــــــ جنگ احد میں دانت شہید ہو گئے، لوہے کا خود چہرۂ مبارک میں دھنس گیا ـــــــ مگر آپ نے کسی کے دانت نہ توڑے اور کسی کا سر نہ پھوڑا ـــــــ بلکہ دشمن کو بھی معاف کر دیا ـــــــ فتح مکّہ کے بعد معافی کا عام اعلان رہتی دنیا تک یاد رہے گا ـــــــ یہ ہے صلۂ رحمی ـــــــ یہ ہے دلداری ـــــــ کیا دنیا ایسی کوئی نظیر پیش کر سکتی ہے ؟

اے یارانِ وطن آؤ ہم سب گلے ملیں اور اس عزم کے ساتھ آگے بڑھیں کہ آج کے بعد کوئی کسی کا دل نہ دکھائے گا ؂

یہی مقصودِ فطرت ہے، یہی رمزِ مسلمانی
اخوّت کی جہانگیری محبّت کی فراوانی

دل و دماغ

دنیا نے یہ بتایا کہ دماغ ایک عظیم قوت ہے ـــــــ مگر اسلام نے یہ بتایا کہ دل ایک عظیم قوت ہے ـــــــ اُس کی منزل حیرت ہے، اس کی منزل یقین ہے اور یقین، حیرت سے بہت آگے ہے ؂

اک دانشِ برہانی اک دانشِ نورانی
ہے دانشِ برہانی حیرت کی فراوانی

بیشک دماغ قدرتِ الٰہیہ کا اعجوبہ ہے ـــــــ ننھے سے بچّے میں اس اعجوبۂ روزگار کی کرشمہ سازیاں کا پتہ نہیں چلتا ـــــــ لیکن جوں جوں وہ بچہ بڑا ہوتا جاتا ہے، دماغ گل کھلاتا جاتا ہے ـــــــ ذرا غور تو کریں کہ وہ ننھّا سا بچّہ دیکھتے دیکھتے چاند پر چڑھ دوڑتا ہے ـــــــ فکر کی جولانیوں کی کوئی حد ہے ؟ ـــــــ دماغ تو پھر بھی ایک بہت بڑی چیز ہے ـــــــ معمولی بیج

Marfat.com

کو دیکھیے ایک عظیم قوت اس میں نہاں ہے ـــــ سینۂ گیتی چیر کر اچانک نکل پڑتا ہے ـــــ بڑے سے بڑا پہلوان بھی زمین میں دفن ہونے کے بعد زمین سے نہیں نکل سکتا ہے ـــــ لیکن یہ بڑی آب و تاب کے ساتھ نکلتا ہے ـــــ دفن ہونے کے بعد اس طرح نکلتا ہے جس طرح میدانِ حشر میں مُردے اٹھیں گے ـــــ ایک بیج کی کیا اوقات ہے! مگر کیسے کیسے گل بوٹے اور برگ و ثمر اس میں سے نکلے پڑتے ہیں اور برسوں نکلتے رہتے ہیں ـــــ بیج کیا ہے، چشمۂ حیات ہے! ـــــ بات کہاں سے کہاں نکل گئی ـــــ دماغ کی بات کر رہا تھا' اور یہ کہہ رہا تھا کہ دل، دماغ سے کہیں زیادہ عظیم ہے ـــــ دماغ کی پہونچ صرف محسوسات و مشاہدات تک ہے لیکن جو محسوسات سے بالاتر ہے اور دیکھنے اور سننے میں نہیں آتا' دل وہاں کی خبر لاتا ہے ـــــ دل والوں کے حالات پڑھیے تو معلوم ہوگا کہ یہ حضرات پلک جھپکتے ہی کہاں سے کہاں پہونچ گئے ـــــ اور آن کی آن میں وہ کچھ دیکھ لیا جو دماغ والوں نے صدیوں میں بھی نہ دیکھا۔

یادِ رفتگاں

بچپن کا زمانہ بے خودی کا زمانہ ہوتا ہے ـــــ بچّے کو دیکھو مست و بے خود چلتا چلا جاتا ہے ع

نہ ابتدا کی خبر ہے نہ انتہا معلوم

ـــــ اے جانے والے تجھے ہزار ہزار رحمتیں ہوں! ـــــ تو محمدِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا پیارا ہے ـــــ تجھے گودیوں میں اٹھایا ہے ـــــ تجھے کندھوں پر بٹھایا ہے ـــــ تو ہر ایک دل کا سہارا ہے ـــــ تو غم والم کا بہلاوا ہے ـــــ تو شاہ وقت ہے ـــــ

ہاں بچپن کے بعد لڑکپن کا دور شروع ہوتا ہے ـــــ یہ بھی بے خودی کا زمانہ ہے ـــــ خوشیاں زیادہ معلوم ہوتی ہیں اور غم کم ـــــ اور جسے دورِ شباب کہتے ہیں ـــــ دورِ سرمستی و سرشاری ـــــ یہ درحقیقت مستی کا دور نہیں، ہشیاری کا دور ہے ـــــ جو مست ہوا' تباہ ہوا ـــــ جو ہشیار رہا' کامران رہا ـــــ لیکن اس ہشیار کو غمِ دوراں کھائے جاتا ہے ـــــ کرے تو کیا کرے! ـــــ خیر جوں توں کر کے وقت گزرتا جاتا ہے ـــــ شباب ڈھلنے لگتا ہے ـــــ آنکھیں

Marfat.com

کھلنے لگتی ہیں ـــــ ماضی کی پشیمانیوں، حال کی پریشانیوں اور مستقبل کی حیرانیوں میں انسان کھو سا جاتا ہے ؎

بر احساسِ ہستی نہ ادراکِ مستی

جدھر چل پڑا ہوں چلا جا رہا ہوں

دوست احباب ایک ایک کرکے اٹھنے لگتے ہیں ـــــ اور دیکھتے ہی دیکھتے مجلس درہم برہم ہو کر رہ جاتی ہے اور انسان تنہا رہ جاتا ہے ـــــ زندگی کے یہ تلخ تجربات بتاتے ہیں کہ اگلوں نے پچھلوں کے دل کیسے داغدار کئے، مگر وہ ہماری خاطر مسکراتے تھے ـــــ ان کے دل میں جشنِ روشن تھی ـــــ بڑی ہمت کی بات تھی، بڑے حوصلے کا کام تھا۔

لیکن ہمارا غم ان کے غم سے دوگنا ہے ـــــ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ـــــ ماضی میں جو کوئی اٹھتا اس کا جانشین مرہم کافوری ہوتا ـــــ لیکن اب جانے والے جا رہے ہیں ـــــ مسندیں ویران ہو رہی ہیں ـــــ علم و حکمت کا بازار سرد ہو چکا ہے ـــــ ایک ایک کا منہ تکتے ہیں ـــــ کوئی نظر نہیں آتا ؎

تا سحر وہ بھی نہ چھوڑی تو نے او بادِ صبا!

یادگارِ رونقِ محفل تھی پروانے کی خاک

شکر رنجیاں اور تلخیاں

دنیا میں کتنے دن رہنا ہے ـــــ زندگی کتنی ہے؟ ـــــ دو روزہ ـــــ اور وہ دو روز بھی تعمیرِ آرزو اور انتظار آرزو میں گزر جاتے ہیں ـــــ تکمیلِ آرزو کا وقت ہی نہیں آتا ؎

خموشی میں نہاں خوں گشتہ لاکھوں آرزوئیں ہیں

چراغِ مردہ ہوں میں بے زباں گورِ غریباں کا

کسی نے کیا خوب کہا ہے ـــــ "زندگی کیا ہے؟ نماز و اذان کا درمیانی وقفہ" ـــــ غور کیجئے، تو کہنے والے نے کیسی دل لگتی بات کہی ہے ـــــ بچہ ہوتا ہے، ایک کان میں اذان دی جاتی ہے دوسرے کان میں اقامت ـــــ بس نماز کی کسر رہ جاتی ہے سو رفتہ رفتہ وہ وقت بھی

Marfat.com

آجاتا ہے اور نماز بھی ہو جاتی ہے ــــــ لیکن اذان و اقامت کے بعد نماز کا یہ انتظار کرنے والا جھگڑنے پر کیسا کمر بستہ نظر آتا ہے، بات بات پر لڑائی ــــــ قدم قدم پر لڑائی۔

پھر ذرا غور کیجئے ــــــ زندگی کیا ہے ــــــ ایک حباب دم کشیدہ جو دم میں پھول پھٹتا ہے ؎ اس موج خیز دہر میں ہم کو قضا نے آہ

پانی کے بلبلے کی طرح سے مٹا دیا

نہیں زندگی کیا ہے؟ ایک چنگاری ہے جو بھڑک کر آن کی آن میں ختم ہو جاتی ہے ؎

ہم تو چمکتے ہی ہوا ہو گئے

مثل شرر دم میں فنا ہو گئے

نہیں نہیں وہ ایک عارضی بہار ہے ــــــ وہ فریب نظر ہے ؎

ایک جھونکے میں ہے ادھر سے ادھر

چار دن کی بہار ہے دنیا

زندگی ایسی سیماب پا ہے لیکن پھر بھی ہم آپس میں لڑتے مرتے ہیں ــــــ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے دنیا نہیں، کوئی میدانِ جنگ ہے جہاں ہر شخص دست بہ گریباں ہے ؎

ہر جگہ جنگ ہر جگہ ہے نزاع

عرصۂ کارزار ہے دنیا

دنیا کو خدا نے جنت بنایا لیکن ہم نے لڑ لڑ کے اس کو جہنم بنا لیا ــــــ لیکن ہاں یہ جہنم پھر جنت بن سکتی ہے ــــــ صبر و استقلال کی بات ہے، ہوش و خرد کی بات ہے ــــــ جذبۂ مروّت و محبت کی بات ہے ؎

آسائشِ دو گیتی تفسیرِ این دو حرف است

با دوستاں مروّت با دشمناں مدارا

بڑی بڑی جنگیں تو فطرتِ انسانی کے تقاضے معلوم ہوتی ہیں ــــــ ازل سے ہو رہی ہیں،

Marfat.com

ابدتک ہوتی رہیں گی ___ مسئلہ خلافت میں فرشتوں نے اسی دلیل سے استحقاقِ خلافت کو رد کرنا چاہا تھا ___ تو یہ جنگیں تو ہوتی رہیں گی اور یہ خون بہتا رہے گا ___ لیکن یہاں بات معمولی معمولی شکر رنجیوں کی ہے ___ موت کی خبر کیوں نہ دی ___ شادی میں کیوں نہ بلایا ___ ولیمہ میں بلایا تھا تو نکاح میں کیوں نہ بلایا ___ ہم نہ گئے تھے تو ہمارا حصّہ کیوں نہ آیا ___ وہ ہمارے گھر کیوں نہ آئے ___ انھوں نے ہم کو خط کیوں نہ لکھا ___ وغیرہ وغیرہ ___ ان شکایتوں کی کوئی حد ہو تو ذکر بھی کی جائیں ___ لامحدود و لامتناہی ہیں ___ لیکن یہ اسی وقت تک ہیں جب تک ہماری آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں ___ پردے ہٹتے ہی ساری شکایتیں ختم ہو جاتی ہیں اور انسان کو اپنی پڑ جاتی ہے کہ اس احکم الحاکمین کے حضور جائے گا تو کیا لے کر جائے گا ___ جب یہ پوچھا جائے گا کہ ہم نے اپنے انعامات سے تجھ کو نوازا اور تو مخلوقِ خدا سے لڑتا پھرا؟ ___ بتاؤ کیا جواب دوگے؟ ___ آؤ، اس دربار میں حاضری کی تیاری کریں ___ سب کا دل رکھیں، کسی کا دل نہ دکھائیں ___ اور اس سے دل لگائیں جس کی محبّت دوعالم سے بے نیاز کر دیا کرتی ہے ؎

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذّتِ آشنائی

جتنا اس سے دور ہوتے جائیں گے، غیر سے تعلق بڑھتا جائے گا اور شکایتوں کے انبار کے انبار لگتے جائیں گے ___ اور جتنا اس سے تعلق قوی ہوتا جائے گا، غیر کا تعلق ختم ہو جائے گا اور شکایتیں خود بخود رفع ہوتی جائیں گی ؎

تری بندہ پروری سے مرے دن گزر رہے ہیں
نہ گلہ ہے دوستوں کا نہ شکایتِ زمانہ

موت کا سناٹا

موت کا سناٹا چھایا ہوا تھا ___ مگر وہ چیخ رہی تھی ___ وہ اپنی جان ہتھیلی پر لے کر نکلی تھی ___ دکھی دل تھی ___ خانماں برباد

Marfat.com

تھی ـــــ گھر بار لٹا کر آئی اور شاید موت کی تلاش میں سرگرداں تھی ـــــ موت اس کے سر پر منڈلا رہی تھی مگر حکم ربی کی منتظر تھی ـــــ وہ چیخ چیخ کر کچھ کہتی اور پھر خاموش ہو جاتی ـــــ پھر دہاڑیں مار مار کر رونے لگتی ـــــ سب موجود تھے مگر اپنے اپنے گھروں میں بند ـــــ کوئی کسی کا مونس و غمخوار نہ تھا نفسی نفسی کا عالم تھا ـــــ گولیوں کی سنسناہٹ ـــــ بموں کی گھڑ گھڑاہٹ ـــــ پھر ایک خاموشی اور اس خاموشی میں اس غم رسیدہ کی آواز ـــــ

"بھیا پک رہا ہے، بھیا پک رہا ہے، اماں میں بھیا کھاؤں گا" ـــــ وہ کہتی جاتی اور روتی جاتی۔

اس وقت نوعمری کا زمانہ تھا، اس آواز پر کچھ ہنسی سی آئی ـــــ لیکن آج رہ رہ کر جب یہ آواز کانوں میں گونجتی ہے تو کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے ـــــ اپنا لختِ جگر ہو تو اس کی جدائی کے تصور ہی سے دل لرزنے لگتا ہے ـــــ پھر جدائی کی قیامت جدائی کے ساتھ ہے ـــــ ستمبر ۱۹۴۷ء کے خونریز ہنگاموں میں نہ معلوم کتنی ماؤں کی گودیں خالی ہو گئیں ـــــ ان کے بچے دہکتی ہوئی آگ میں جھونک دیے گئے ـــــ ان کے لختِ جگر نیزوں کی انیوں پر چڑھا دیے گئے ـــــ ہاں یہ دہلی کی ایک اجل رسیدہ اور غم رسیدہ تھی جس کا بچہ پامالِ ستم ہو چکا تھا ـــــ اس کا گھر لٹ چکا تھا ـــــ وہ اپنے ہی وطن میں وطن سے بے وطن ہو گئی تھی ـــــ وہ اپنی ہی گلی کوچوں میں غریب الدیار ہو چکی تھی ـــــ اس کو لٹے گھر کی پرواہ نہ تھی ـــــ اس کو صرف اور صرف اپنے لختِ جگر کی چاہ تھی ـــــ اس کی آنکھیں اشکبار تھیں ـــــ اس کا دل داغدار تھا ـــــ اس کا سینہ چاک چاک تھا۔

وہ جاں بکف شب کی تاریکی میں سڑک پر چلتی چلی جا رہی تھی ـــــ دہاڑیں مار مار کر روتی اور دل کے بہلانے کو بچہ کے بول بولتی :

"بھیا پک رہا ہے، بھیا پک رہا ہے ـــــ اماں میں بھیا کھاؤں گا"

مگر ان بولوں سے اس کے دل میں ایک آگ سی لگ جاتی اور پھر دہاڑیں مار مار کر رونے لگتی۔

Marfat.com

خواب و خیال

خواب کی دنیا عجب دنیا ہے ماہرین نفسیات آج تک یہ معمہ حل نہ کر سکے ___ کہا تو بس یہی کہا کہ خواب کیا ہیں، گزرے ہوئے واقعات کا عکس و آئینہ ___ لیکن نہیں نہیں، بعض خواب تو مستقبل کی خبر دیتے ہیں ___ اور ان کی تعبیریں مستقبل قریب یا مستقبل بعید میں مشاہدے میں آتی ہیں۔

دل گواہی دیتا ہے کہ خوابوں کی دنیا میں ایک پُر اسرار اور عظیم قوت پنہاں ہے جو بن دیکھے دکھانے اور بن سنے سنانے پر قادر ہے۔

وحی کا آغاز رؤیائے صادقہ ہی سے تو ہوا ___ سچے خوابوں کا ظہور فطرت کی بلندی اور روح کی بالیدگی کا بیّن دلیل ہے ___ یہ بلندی اور بالیدگی نبی کی ذات قدسی صفات میں اپنے عروج پر ہوتی ہے، اس لئے وہ نہ غلط سوچ سکتا ہے اور نہ غلط دیکھ سکتا ہے ___ نہ عالم خواب میں اور نہ عالم بیداری میں ___ نہ صرف یہ کہ وہ خود غلط سوچتا اور دیکھتا نہیں بلکہ دوسروں کے متعلق جو کچھ سوچتا ہے اور دیکھتا ہے، حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوتا ہے ___ حضرت یوسف علیہ السلام نے خوابوں کی جو جو تعبیریں بتائیں قرآن شاہد ہے کہ مستقبل نے ان سے تعبیرات پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔

ہم میں سے بہت سے لوگوں نے ایسے خواب دیکھے ہوں گے جن کی تعبیریں مستقبل میں نظر آئی ہوں گی ___ نہیں معلوم کہ اوروں نے کیا کیا دیکھا ___ میں نے جو کچھ دیکھا ہے اس کی ایک جھلک دکھاتا ہوں جس سے یہ حقیقت واضح ہوگی کہ خواب ماضی کی آواز بازگشت ہی نہیں، مستقبل کی گونج بھی ہے، سنئے سنئے

ستمبر ۱۹۴۷ء کے خونریز فسادات سے قبل خواب دیکھا کہ جامع مسجد فتحپوری دہلی میں شامیانے تنے ہیں ___ نمازیوں کا ہجوم ہے ___ مکبّر پر مؤذن کے ساتھ میں بھی بیٹھا ہوں ___ جمعہ کی نماز ہونے والی ہے ___ خطبہ ہو رہا ہے، کہ اچانک شامیانے کی رسّیاں ٹوٹ گئیں ___ مکبّر گر پڑا اور سارے نمازی شامیانے کے نیچے دب گئے ___ والد ماجد

Marfat.com

حضرت مفتی اعظم شاہ مظہر اللہ علیہ الرحمہ سے یہ خواب عرض کیا تو چہرہ زرد ہوگیا ـــــ فرمایا صدقہ دے دو ـــــ مگر جو کچھ ہونا تھا وہ ہو کر رہا، سرزمینِ ہند اور بالخصوص دہلی میں مسلمانوں پر جو ظلم و ستم ڈھائے گئے وہ ایک خونچکاں داستانِ غم ہے ـــــ نہ کہی جاسکتی ہے اور نہ سنی جاسکتی ہے ـــــ اور سنئے :۔

۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ سے قبل خواب دیکھا کہ اسی مسجد جامع فتحپوری کے صحن میں کھڑا ہوں ـــــ اچانک آسمان پر آفتاب و ماہتاب بڑی تیزی کے ساتھ ایک دوسرے کیطرف لپکے اور پھر ٹکرا کر پاش پاش ہوگئے ـــــ ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا چھا گیا ـــــ یوں محسوس ہوا کہ جیسے قیامت آگئی ہو ـــــ ہر شخص لرزاں و ترساں اور گریاں ـــــ تھوڑی دیر بعد کیا دیکھتا ہوں کہ آفتاب کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑے دفعتاً آسمان پر نمودار ہوئے اور ایک مرکز پر جمع ہو کر پھر آفتاب بن گئے ـــــ یہ آفتاب تیزی کے ساتھ آسمان کی بلندیوں پر پہونچا اور ٹھہر گیا ـــــ سارا عالم نورٌ علیٰ نور ہوگیا ـــــ اب اس کو ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ کے افسوسناک آغاز اور حیرت انگیز انجام کی طرف اشارہ سمجھئے یا ۱۹۷۱ء کی جنگ میں ہونے والے دو ٹکڑوں کے ملنے کا انتظار کیجئے۔

ہاں اور سنئے :۔

بیس پچیس سال ہوتے ہیں، طالب علمی کے زمانے میں خواب دیکھا کہ ایک شاہراہ ہے جو اوپر کی طرف جا رہی ہے جہاں ایک بڑا گنبد ہے اور گنبد پر ایک کلس ـــــ میں اس شاہراہ پر جا رہا ہوں، حتیٰ کہ گنبد تک پہونچ گیا اور پھر گنبد پر چڑھ کر کلس کو ہاتھ لگایا ـــــ بظاہر علمی اور دنیوی ترقی کے اسباب مسدود نظر آرہے تھے ـــــ لیکن اللہ تعالےٰ جس کو نوازنا چاہتا ہے بغیر اسباب ظاہر کے نوازتا ہے ـــــ وقت گزرتا گیا ـــــ میٹرک سے ایم اے تک پہونچا اور سندھ یونیورسٹی کے تمام امتحانات میں اوّل آیا ـــــ گولڈ میڈل اور سلور میڈل ملا ـــــ پھر پی۔ ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی جو علومِ جدیدہ میں آخری ڈگری تصور کی جاتی ہے ـــــ سرکاری ملازمت

Marfat.com

میں ترقیوں پر ترقیاں ملیں ــــــ یہ سب کچھ ماضی میں خواب دیکھنے کے بعد ظاہر ہوا ــــــ اس کو تعبیر ہی سمجھنا چاہیئے ــــــ مگر یہ دنیوی ترقیاں عارضی و فانی ہیں ــــــ مولا تعالیٰ دینی ترقی سے نوازے اور آخرت میں شرمندہ نہ کرے، آمین!

ان خوابوں سے یہ حقیقت سامنے آگئی ہوگی کہ خواب صرف ماضی کا عکس یا ماضی کی آواز بازگشت نہیں بلکہ مستقبل کے بارے میں بہت کچھ بتا دیتے ہیں ــــــ اشاروں میں، کنایوں میں ــــــ گو ماہرینِ نفسیات اب تک عالم خواب کا کھوج لگا رہے ہیں مگر کچھ پتا نہیں چلتا ع

ہے دانش برہانی حیرت کی فراوانی

پریشان خیالی

اس دنیوی زندگی کو خواب سمجھ لیں اور آنے والی زندگی کو بیداری ــــــ یا اس زندگی کو بیداری سمجھ لیں اور آنے والی زندگی کو ایک خواب ــــــ کچھ بھی سمجھ لیں، دونوں صورتوں میں بات سمجھ میں آسکتی ہے ــــــ زندگی پریشان ہو تو خواب بھی پریشان نظر آتے ہیں ــــــ کبھی کبھی تو ایسے پریشان خواب نظر آتے ہیں کہ دم گھٹنے لگتا ہے اور جی چاہتا ہے کہ زندگی سے چھٹکارا ملے تو جان میں جان آئے ــــــ ایسے پریشان خواب دیکھ کر جب آنکھ کھلتی ہے تو دم میں دم آتا ہے۔

جس طرح اس عارضی زندگی کے اثرات ہماری خوابیدہ زندگی پر مرتب ہوتے ہیں اسی طرح پوری زندگی کے اثرات ہماری برزخی زندگی پر مرتب ہوں گے ــــــ جو آنے والی ہے ــــــ جو یہاں مطمئن ہے وہ وہاں بھی مطمئن ہوگا کہ مطمئن ہونے والا، عالم خواب میں مطمئن ہی رہتا ہے ــــــ اسی لیئے اسلام نے پریشان دماغوں کو سکون و چین کی طرف بلایا کہ کہیں انسان کی پریشان دماغی اس کی عقبیٰ کو برباد نہ کردے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد بھی یہی بیان فرمایا کہ آپ دلوں کو چین دینے آئے ہیں ــــــ خدا کی یاد دلانے آئے ہیں ــــــ باربار ہدایت کی گئی اور ببانگِ دہل اعلان کیا گیا کہ دلوں کا چین تو خدا ہی کی یاد میں ہے ــــــ بیشک خدا کی یاد میں بڑا چین ہے، بڑا

Marfat.com

سکون ہے، بڑی راحت ہے، بڑی فرحت ہے ـــــ یاد کرکے تو دیکھو، دل لگا کے تو دیکھو ـــــ ہاں ہاں چین کو تلاش کرو کہ آنے والی زندگی چین سے گزرے ـــــ جس کو چین کی تلاش نہیں اور وہ اس پریشانی پر قانع ہے تو اس کو پریشان خوابی کے لئے تیار رہنا چاہیئے کہ عنقریب ایک نہ ختم ہونے والا خواب نظر آنے والا ہے جس کی تعبیر نہ معلوم کب ظاہر ہوگی ـــــ اسے خواب کہہ لو یا حقیقت پسند ہو تو بیداری کہہ لو ـــــ یا پھر زیادہ حقیقت پسند ہو تو زندگی کہہ لو ـــــ جو کچھ ہونے والا ہے وہ سب کچھ سوتے جاگتے دکھایا جا رہا ہے ـــــ بس نظر چاہیئے، سب کچھ نظر آسکتا ہے ـــــ حشر و نشر کی بات سمجھ میں نہ آتی تھی ـــــ فرمایا ـــــ باغوں اور کھیتوں کو نہیں دیکھتے خزاں کے بعد کیسے بہار آتی ہے ـــــ ہر مردہ چیز زندہ ہو جاتی ہے ـــــ حشر و نشر کا یہ عمل بار بار ہوتا ہے مگر ہماری آنکھیں نہیں کھلتیں ـــــ اور یہ بات سمجھ میں نہ آتی تھی کہ عذاب و ثواب کیسے ہوگا اور کیسا ہوگا ـــــ لیکن خوابوں کی دنیا میں دکھا دیا کہ غلط کاریاں اور سیہ کاریاں شب کی تاریکیوں میں عذاب بن کر نمودار ہوتی ہیں اور پریشان خوابی سے انسان کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے ـــــ نیک اعمال اور بد اعمال دونوں اپنے اپنے اثرات رکھتے ہیں ـــــ ان کے اثرات کو مولا تعالیٰ ہی زائل کر سکتا ہے ـــــ وہی مقلب القلوب ہے ـــــ وہی مبدّل الاحوال ہے، ورنہ ہر عمل اپنا اپنا اثر دکھا کر رہے گا ـــــ آگ کا کام جلانا ہے، یہ جلائے گی مگر جسے مولیٰ نہ چاہے ؎

نارِ نمرود کو کیا گلزار

دوست کو یوں بچا لیا تو نے

پانی کا کام غرق کرنا ہے، یہ غرق کرے گا مگر جس کو خدا نہ چاہے ؏

پانی میں اس نے راہبری کی کلیم کی

یہ بات کہاں سے کہاں نکل گئی ـــــ عرض صرف یہی کرنا تھا کہ حشر و نشر میں کچھ شک ہو تو عالم خواب کی سیر کرو ـــــ بات سمجھ میں آجائے گی ـــــ غور کرو، پھر غور کرو ـــــ وحیِ الٰہی دل میں گھر کر جائے گی۔

Marfat.com

آغوشِ مادر

آغوشِ صدف جس کے نصیبوں میں نہیں ہے
وہ قطرۂ نیساں کبھی بنتا نہیں گوہر

جس طرح گوہرِ آبدار کے لئے آغوشِ صدف سرمایۂ حیات ہے اسی طرح طفلِ شیرخوار کے لئے آغوشِ مادر سرمایۂ حیات ہے ـــــ لیکن دورِ جدید کی مشینی زندگی نے بچوں کو آغوشِ مادر سے محروم کر دیا اور عورتوں کو بچوں کی چاہت سے بیگانہ کر دیا ؎

تہذیبِ فرنگی ہے اگر مرگِ امومت
ہے حضرتِ انساں کیلئے اسکا ثمر موت

معاشرے کی حقیقی ترقی اور خوشحالی اسی آغوش پر منحصر ہے ـــــ ترقی یافتہ معاشرے میں ، (جہاں روح سولی پہ چڑھی ہے اور جسم صوفے پر بیٹھا ہے) بچے آغوشِ مادر سے دور ہیں اور بعض جگہ بہت دور ـــــ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے سامنے ایک عظیم معاشرہ پیش کیا جہاں سکون وچین نصیب تھا ـــــ اس معاشرے میں عورتوں کو تو بچوں کی چاہت تھی ہی مگر مرد بھی بچوں پر بڑے شفیق و مہربان تھے ـــــ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مبارکہ ہمارے سامنے ہے خطبہ پڑھ رہے ہیں، سامنے سے نواسے کو آتے دیکھا' لپک کر اٹھا لیا ـــــ نماز پڑھ رہے ہیں ، پیٹھ پر نواسے بیٹھ گئے تو سجدے ہی سے نہ اٹھے ـــــ راہ چلتے بچوں کو گود میں لے کر پیار فرماتے ـــــ شاید آج کل کی طرح اس زمانے میں بھی یہ عمل معیوب ہوگا اسی لئے جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ گلی کوچوں میں بچوں کو پیار کرتے ہیں ؟ ـــــ فرمایا ـــــ جب خدا نے تمہارے دلوں سے محبت و شفقت چھین لی تو پھر کیا جواب دوں ؟ ـــــ اللہ اللہ کیا بات فرمائی ! ـــــ واقعی یہ سوال ہی بتا رہا ہے کہ سائل محبت و شفقت سے بیگانہ ہے ـــــ بیگانہ نہ ہوتا تو یہ سوال کاہے کو کرتا !

آج باوجود دعوئ اتباعِ سنت کے بہت کم علماء اور صوفیا ایسے ہوں گے جو گلی کوچوں میں بچوں کو اس طرح پیار کریں جس طرح تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے ـــــ بلکہ بعض

Marfat.com

حضرات تو بچوں سے بچتے نظر آتے ہیں خصوصاً مجالس و محافل میں ـــــ اور مساجد میں تو بعض بوڑھوں کو بچوں کا جانی دشمن پایا ہے' انا للہ وانا الیہ راجعون! ـــــ ہم غیر شعوری طور پر رہبانیت کی طرف جا رہے ہیں ـــــ ہمارے بعض علماء و صوفیہ میں بھی رہبانیت کسی حد تک دخیل معلوم ہوتی ہے ـــــ اور شاید عوام بھی ان کو راہب ہی دیکھنا چاہتے ہیں۔

مغربی ممالک میں "مامتا" کا تصور تقریباً ختم ہو چکا ہے ـــــ وہاں بچوں کو نہ ساتھ رکھا جاتا ہے اور نہ ساتھ سلایا جاتا ہے ـــــ دن کو علاحدہ ـــــ رات کو علاحدہ ـــــ لاحول ولاقوۃ ـــــ جہاں نفس کی حکمرانی ہو وہاں یہی کچھ نظر آئے گا ؎

ہے دل کے لئے موت مشینوں کی حکومت
احساسِ مروّت کو کچل دیتے ہیں آلات

جس بچے کو آغوشِ مادر ملا ہو ـــــ جس کو ماں کی شفقت ملی ہو وہ بچہ وحشی نہیں ہو سکتا ـــــ یہی وجہ ہے کہ مشرقی ممالک باوجود پس ماندہ ہونے کے شفقت کے معاملے میں بہت آگے ہیں ـــــ ان کے بچے وحشی نہیں ـــــ ہاں مغربی ممالک میں قدم قدم پر آثارِ وحشت نظر آئیں گے اور ایسے ایسے واقعات سننے میں آئیں گے جو نہ کان نے سنے اور نہ آنکھ نے دیکھے ـــــ یہ حقائق ان لوگوں کے لئے عبرت ہیں جو مغربی تہذیب و تمدن پر جان چھڑکتے ہیں اور پیروئ سنت سے جی چراتے ہیں

آئینہ خدا آئینے کا بھلا کرے کہ اس نے ہمیں ہم کو دکھا دیا ورنہ تو ہمیں معلوم ہی نہ تھا ـــــ کہ ہم کیسے ہیں ـــــ علم الیقین تھا، عین الیقین نہ تھا ـــــ اس آئینے نے یقین کی دوسری منزل تک پہونچایا ـــــ اپنے لئے بھی دوسروں کے محتاج اور ایمان بالغیب پہ قانع تھے ـــــ اللہ اللہ عین حضوری میں یہ غیبوبت! ـــــ ہزاروں انسان اپنی صورتوں کو ترستے دنیا سے چلے گئے ـــــ ساری زندگی دنیا میں رہے مگر خود کو نہ دیکھ سکے ؎

حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

Marfat.com

ایمان بالغیب پر ہی ان کا کام تمام ہوا ـــــ شاید اسی دورِ ناخود شناسی کی یہ باتیں یادگار رہ گئی ہیں ـــــ سنیئے! ـــــ یہ باتیں اور یہ واقعات لطائف نہیں، عبرت ہیں ـــــ

ایک کسان کی شکل و صورت اپنے مرحوم باپ سے ملتی جلتی تھی مگر اس کو پتہ نہ تھا کہ آئینہ نہ دیکھا تھا ـــــ راہ چلتے ایک آئینہ کا ٹکڑا مل گیا، اٹھا کر جو دیکھا، دل باغ باغ ہو گیا، سمجھے کہ والد مرحوم تشریف فرما ہیں ـــــ سلام نیاز پیش کیا اور ادب و احترام سے اٹھا کر وہ ٹکڑا گھر لے آئے ـــــ ایک مخصوص کوٹھری کے طاق میں سجایا اور مقفل کر دیا ـــــ

روزانہ کھیت جانے سے پہلے اس کوٹھری میں حاضر ہوتے ـــــ والد مرحوم کو سلام محبت پیش کرتے ـــــ وہاں سے بھی جواب ملتا ـــــ کہ اپنی صورت آئینہ میں سلام کرتی معلوم ہوتی ہے ـــــ اور الٹے پاؤں واپس لوٹ جاتے ـــــ اس یومیہ معمول کو دیکھ کر بیوی کا ماتھا ٹھنکا ـــــ ایک روز آؤ دیکھا نہ تاؤ، جھٹ تالا توڑ اندر داخل ہوئیں ـــــ کیا دیکھتی ہیں کہ سامنے ایک چڑیل بیٹھی ہے ـــــ اتفاق سے یہ بدصورت اور سیاہ فام تھیں مگر اپنی صورت کبھی نہ دیکھی تھی ـــــ سمجھیں کہ خاوند اس چڑیل پر دل باختہ ہے ـــــ بہت برافروختہ ہوئیں اور جب خاوند گھر میں داخل ہوا تو خوب خبر لی ـــــ مگر وہ معصوم ہکا بکا رہ گیا ؏

یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے؟

اللہ اللہ یہ لوگ کیسے معصوم تھے کہ ان کو اپنی بھی خبر نہ تھی ـــــ غالباً اسی لئے خوشامدی نہ تھے کہ خوشامد کی ابتدا آئینہ سے ہوتی ہے ـــــ انسان خود کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا ہے بنتا سنورتا ہے، پھر بھی ـــــ چین نہیں آتا پھر دیکھتا ہے ـــــ اور بعض لوگ تو چلتے پھرتے خود بینی میں مصروف نظر آتے ہیں ـــــ لیکن بے خبری بھی ایک نعمت تھی کہ انسان خود بینی سے بے نیاز تھا ـــــ وہ خود بینی جو انسان کو خدا سے بے نیاز کر دیا کرتی ہے ـــــ جب انسان دل کی گہرائیوں میں اترنے کے بجائے اپنی صورت میں اٹک کر رہ جائے تو یہی کچھ ہوگا ـــــ اے جوانو! آئینۂ دل صاف کرو ـــــ خود کو نہ دیکھو، اپنے خدا کو دیکھو ـــــ ہاں اگر خدا

Marfat.com

کو دیکھنے کے لئے خود کو دیکھتے ہو تو خوب دیکھو کہ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ ؎

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن، اپنا تو بن

ایسا دیکھنا، دیکھنے والوں کو مبارک ہو! ؎

"تا دوست رسیدیم چو از خویش گزشتیم
از خویش گزشتن چہ مبارک سفرے بود!

قومی لباس و قومی تہذیب

قومی لباس کا مسئلہ بڑا نازک اور اہم ہے ـــــ اس کا تعلق قومی تہذیب اور قومی احساسات و جذبات سے ہے ـــــ اس لئے قومی لباس سے ہر قوم کا جذباتی تعلق ہوتا ہے ـــــ زندہ قومیں اپنا ہی لباس پہنا کرتی ہیں اور مردہ قومیں دوسروں کا اترن پہنتی ہیں ـــــ ہماری تلون مزاجی کا عجب عالم ہے ـــــ ایک سرے سے دوسرے تک چلے جایئے رنگ برنگ لباس نظر آئیں گے ـــــ ایک ہی محفل میں یہ رنگارنگی دیکھی جا سکتی ہے ـــــ اور ٹوپیاں ـــــ بیچاری ٹوپیاں ـــــ اول تو نظر آئیں گی نہیں اور اگر کسی مسجد میں نظر آگئیں تو دو ٹوپیاں یکساں نہ ہوں گی ـــــ ماسوائے ان ٹوپیوں کے جو کبھی کبھی برہنہ سروں کے لئے مسجدوں میں رکھ دی جاتی ہیں ـــــ یہ رنگارنگی ہماری تلون مزاجی کی علامت ہے اور یہ علامت کوئی اچھی نہیں ـــــ یک رنگی اور یکسوئی کی ضرورت ہے ـــــ ایسے لباس کی ضرورت ہے جو قومی ہونے کے ساتھ شائستہ بھی ہو اور سستا بھی ـــــ ہر کس و ناکس پہن سکے ـــــ جن قومی لباسوں میں یہ بات نہیں وہ عوام میں مقبول و پسندیدہ نہیں ہو سکتے۔

قومی لباس، قومی عزت کی نشانی ہے، اس لئے فاتحین، مفتوحین کے لباس اور تہذیب و ثقافت کو خود اس کی نظروں میں ذلیل و خوار کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ قومی وحدت پارہ پارہ ہو جائے اور وہ آسانی کے ساتھ مفتوحین کے قلب و نظر پر حکومت کر سکیں۔

Marfat.com

دور کیوں جایئے انگریز ہی کو دیکھئے ——— اس نے ہندوستان پر قبضہ کرکے رفتہ رفتہ کیا کیا؟ ——— شریفوں، وزیروں، راجاؤں، نوابوں اور بادشاہوں کے لباس ہر اس ملازم کے لئے تجویز کئے جو بادشاہ سے لے کر معمولی افسر کا کفش بردار و خدمت گزار تھا ——— اور اس طرح ہماری قومی تہذیب کو خود ہمارے سامنے ذلیل و رسوا کر کے ہمارے دلوں سے اس کی محبت نکال دی اور اب اس لباس سے دل لگنے لگا جو فاتح قوم پہنا کرتی ہے ——— اس لباس میں فخر محسوس کیا جاتا ہے ——— افسوس صد افسوس آزادی ملے ہوئے ۳۰ سال ہو گئے۔ لیکن اب تک ہم نے اپنے لباس سے محبت کرنی نہ جانی ——— حالاں کہ آزادی ملنے کے بعد انگریز کے طرزِ عمل کا یہ جواب دینا چاہیئے تھا کہ صدر سے لے کر معمولی افسر کے ملازمین کو کوٹ پتلون پہنایا جاتا، ٹائی لگائی جاتی، ہیٹ پہنایا جاتا ——— اور خود وہی سیدھا سادا لباس پہنتے جس میں قومی وحدت اور قومی وقار نظر آتا ——— پھر تماشہ دیکھتے کہ ایسے ماحول میں صاحب بہادر کس قدر شرمندہ و شرمسار ہوتے۔

لیکن حیف ہمارے اکثر افسروں کو قومی لباس سے للّٰہی بغض رہا ——— جو شاید کسی قوم میں نظر نہ آئے ——— ابتدا میں جناح کیپ، شلوار یا پاجامہ، کرتا یا قمیص اور اس پر شیروانی قومی لباس کی نشانیاں تھیں جو اب قریب قریب مٹ چکی ہیں ——— ہاں تو اس زمانے میں بیکری پر بیٹ جانا ہوا اور یہ دیکھ کر حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ چپراسی اور اسی قسم کے دوسرے ملازمین قومی لباس میں ملبوس ہیں ——— مگر صاحب بہادر وہی کوٹ پتلون پہنے ہیں جو دورِ غلامی کی بدترین یادگار ہے۔

یہ تو قومی لباس کی بات تھی ——— بات سے بات نکلتی جاتی ہے ایک اور بات سنیئے ——— مشرقی طریقہ یہ تھا کہ گھروں میں چاندنیاں بچھائی جاتیں ——— قالین سجائے جاتے، گاؤ تکیے لگائے جاتے ——— لیکن انگریز حاکم نے مشرق کی ان تہذیبی نشانیوں کو اس طرح مٹایا کہ ان پر صوفے رکھے اور پھر جوتیوں سے اس تہذیب کو روندا ——— انا للّٰہ وانا الیہ راجعون!

Marfat.com

—— قومی غیرت کی بات الگ رہی —— ذرا عقل سے تو سوچیے اس میں کیا معقولیت ہے کہ ہزاروں روپے کے فرش و فروش بچھائے جائیں اور اس پر خود نہ بیٹھیں بلکہ اس کو جوتیوں سے پامال کریں —— ذرا انصاف سے کہیے، مغربی تہذیب میں معقولیت ہے یا مشرقی تہذیب میں؟ —— اقبال نے دل لگتی بات کہی ہے کہ غلامی میں قوموں کا انداز فکر بدل جاتا ہے،

—— واقعی بدل جاتا ہے، اگر نہ بدلتا تو ہم اپنی تہذیب کو کیوں ٹھکراتے؟

نہ معلوم کتنی صدیوں کے بعد انسان نے سلیقے سے بیٹھنا سیکھا لیکن برا ہو اس تہذیب کا جس نے بیٹھے بیٹھے اٹھا دیا —— اللہ اللہ خاک میں ملنے والا انسان کس طرح اس خاک سے بچا پھرتا ہے حتیٰ کہ زمین پر بیٹھنا اس کو دوبھر معلوم ہوتا ہے —— ہاں یہی انسان جو صوفوں پر بیٹھتا ہے، جو مسہریوں پر سوتا ہے، جو موٹروں میں پھرتا ہے —— وہ زمین پر قدم نہیں رکھتا کہ زمین اس قابل نہیں —— لیکن نہیں نہیں، یہی زمین اس کو ایسی گرفت میں لے گی کہ وہ ہکا بکا رہ جائے گا۔

دیکھو دیکھو وہ کالی کملی والا تاجدار (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ مسہریوں پر سوتا ہے اور نہ کرسیوں اور صوفوں پر بیٹھتا ہے، وہ زمین پر سوتا ہے —— وہ زمین پر بیٹھتا ہے —— آؤ آؤ تم بھی زمین پر بیٹھو —— ہاں اے صوفوں اور کرسیوں پر بیٹھ کر قالینوں کو پامال کرنے والو! آؤ زمین پر بیٹھ کر مہ و پروین کو پامال کرو اپنی رفعتِ شان کا دنیا کو تماشا دکھاؤ!

افکار و احجار

ایک پتھر وہ ہیں جو مارے مارے پھرتے ہیں اور ایک وہ ہیں جو محفوظ خزانوں میں رکھے جاتے ہیں —— جن پر پہرے بٹھائے جاتے ہیں —— سب ہی پتھر ہیں مگر پتھر پتھر میں فرق ہے —— سب ہی سوچتے ہیں مگر سوچ سوچ میں فرق ہے —— زمین و آسمان کا فرق —— ایک فکر وہ ہے جسے کوئی کوڑی کے مول لینے کو تیار نہیں اور ایک فکر وہ ہے جس کے لئے گھر لٹائے جاتے ہیں، جانیں نذر کی جاتی ہیں —— یہ کیا راز ہے؟ —— کچھ تو بتاؤ! —— یہ کیا بات ہے؟ —— کچھ تو بتاؤ! ——

Marfat.com

فیضانِ نظر کی بات ہے ـــــ جو پتھر فیضِ سماوی سے فیضیاب ہوا، لعل و الماس بن کر چمکا ـــــ اور جو فکر فیضانِ نبوت سے فیضیاب ہوا، آفتاب عالم تاب بن کر جگمگایا ـــــ جب آفتاب نبوت طلوع ہوا، مشرکین عرب کی عقلوں پر پتھر پڑے ہوئے تھے ـــــ پھر اس نے ان تیرہ و تار عقلوں کو نورِ مطلق کی شعاعوں سے چمکا کر "کوہ نور" بنا دیا ـــــ اب وہ پتھر نہ تھے ـــــ نہ معلوم کیا سے کیا ہو گئے تھے ـــــ دیکھنے والے حیران تھے پتھر ہیرے بن رہے تھے ـــــ کنکریاں لعل بدخشاں بن رہی تھیں ـــــ دنیا کی قسمت جاگ رہی تھی ـــــ

فکر و صاحب فکر

خدا نے انسان بنایا اور فکر و خیال کو آزاد کر دیا ـــــ لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ ـــــ کوئی ہے جو اپنی ملک کو اتنا اختیار دے دے اور بے اختیار کو مختار بنا دے؟ ـــــ یہ اسی بے نیاز کا کام ہے ـــــ لیکن ہاں وہ اختیار کے ناجائز استعمال پر ضرور باز پرس کرتا ہے ـــــ اس لئے نہیں کہ وہ نیاز مند ہے، اس لئے کہ وہ رحیم و کریم ہے ـــــ یہ باز پرس معقول بھی ہے اور مشفقانہ بھی۔

اسلام کو افکار سے غرض ہے، اشخاص سے نہیں کہ اصلاح فکر ہی سے شخصیت بنا کرتی ہے ـــــ اشخاص سے غرض ہوتی تو کفار و مشرکین مسلمان ہونے کے بعد بھی قابل نفرت رہتے اور فاجر و فاسق توبہ کر لینے کے بعد بھی لائقِ ملامت رہتے ـــــ لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ کفار و مشرکین محبوب بن رہے ہیں اور فاسق و فاجر مرغوب ہو رہے ہیں ـــــ کیوں؟ ـــــ کہ افکار میں انقلاب آ چکا ہے ـــــ جام وہی ہے، شراب اور ہے ـــــ محبوبیت کا ایک رازِ سربستہ افشا ہو رہا ہے ـــــ خدا کو انسان سے نفرت نہیں، ان کی کج فہمی اور کج روی سے نفرت ہے ـــــ جب سیدھا راستہ دکھایا گیا تو ٹیڑھے راستے پر کیوں چلا گیا؟ ـــــ سزا اس کج روی کی ہے۔

رحمتِ عالم نے فرمایا "انسان، انسان کا بھائی ہے" ـــــ اور یہ بھی فرمایا "مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے" ـــــ ایک 'انسانی اخوت' ہے اور ایک 'اسلامی اخوت' ـــــ ہمیں ان

Marfat.com

دونوں اخوتوں کی حقیقت پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا ہوگا ـــــ عین جنگ میں کفار و مشرکین کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں اس بات کی غماز ہیں کہ جنگ اشخاص سے نہیں، افکار سے ہے ـــــ دیکھو دیکھو میدانِ جنگ کی طرف ایک فوج جارہی ہے اور تاجدارِ دو عالم ہدایت دے رہے ہیں ـــــ "میدانِ جنگ میں جو مدِمقابل ہے اس کا سر پھوڑ دو کہ اس میں شیطان نے گھونسلہ بنا رکھا ہے" ـــــ "ہاں خبردار! کسی شہری، بوڑھے، بچے، عورت پر ہاتھ نہ اٹھانا" ـــــ عمارات کو مسمار نہ کرنا، کھیتوں کو پامال نہ کرنا"

سوال کرنے والا سوال کر سکتا ہے کہ جب جنگ افکار سے تھی تو اشخاص کا کیوں خون بہایا گیا؟ ـــــ ہاتھ، پیر، ناک، کان دشمن بھی کاٹتے ہیں اور سرجن بھی کاٹتا ہے ـــــ مگر کاٹنے کاٹنے میں بڑا فرق ہے ـــــ جس طرح جسمانی حیات کی بقا کے لئے اعضائے انسانی کاٹے جاتے ہیں، اسی طرح ملی حیات کے لئے بھی کاٹ چھانٹ ضروری ہے ـــــ اسلام میں 'حیاتِ ملی' 'فکرِ صحیح' سے عبارت ہے ـــــ اسلام ایک ماہر سرجن کی طرح ایسے اعضائے ملی کاٹ پھینکتا ہے جو ملت کی حیاتِ اجتماعیہ کو مجروح کر دیں ـــــ اسی کا نام 'جہاد' ہے ـــــ جو جسموں کے لئے نہیں، دماغوں کے لئے کیا جاتا ہے ـــــ عملِ جہاد حکیمانہ ہے ـــــ عمل جنگ سفاکانہ ہے ـــــ جہاد کا مقصود اصلاحِ فکر ہے ـــــ جنگ کا مقصود اقتدارِ نفس اور ہلاکتِ جسم و جاں۔

جرم و سزا اور خدمت و جزا

جرم و سزا اور خدمت و جزا میں عدل ضروری ہے ـــــ سزا کے معاملے میں 'عدل' سے آگے 'عفو' ہے اور جزا کے معاملے میں 'عدل' سے آگے 'فضل' ہے ـــــ لیکن حیف، جدید معاشرے میں 'عدل' ہی نہیں ـــــ عفو اور فضل کی بات تو بہت اونچی ہے ـــــ عدل کی جگہ ظلم کی کارفرمائی ہے ـــــ جرم تھوڑا، سزا بہت ـــــ جرم بڑا، سزا کچھ نہیں ـــــ خدمت تھوڑی، جزا بہت ـــــ خدمت کچھ نہیں، صلہ لامحدود ـــــ عجیب عجیب تماشے نظر آتے ہیں ـــــ قصور کسی کا معاف کوئی کرے ـــــ قتل کسی کا، درگزر کوئی کرے ـــــ یہ بات تو خدا بھی نہیں کرتا ـــــ

Marfat.com

اس عادلِ مطلق کی شان یہ ہے کہ سوائے اپنے قصور کے کسی کا قصور خود معاف نہیں کرتا' جب تک کہ وہ خود معاف نہ کرے جس کا قصور ہوا ہے ـــــ اور کسی کو کوئی قتل کرتا ہے تو جب تک مقتول کے ورثاء معاف نہ کریں' قاتل معاف نہیں کیا جاتا ـــــ یہ ہے عدل! ـــــ یہ ہے انصاف!

حاکمِ حقیقی نے جرم کی نوعیت کا خود فیصلہ فرمایا ہے کہ انسان ظالم و جاہل ہے ـــــ ہاں بعض جرائم میں خلیفۂ وقت کو مختار بنایا ہے ـــــ لیکن اس کا اختیار محدود ہے' اس کی ذمہ داریاں بہت ہیں ـــــ ہمارا حال یہ ہے کہ ہم خود جرائم کا تعین کرتے ہیں جس طرح ان کی سزاؤں کا تعین کرتے ہیں ـــــ کوئی ہماری بات نہ مانے 'کشتنی' سوختنی' گردن زدنی ہے ـــــ خدا کی بات نہ مانے' کوئی بات نہیں ـــــ لیکن ہماری بات ضرور ماننی چاہیئے ـــــ جب فرمودۂ انسان' فرمودۂ خدا ہو جائے ـــــ اور فرمودۂ خدا' فرمودۂ انسان بن جائے تو پھر معاشرے کا اللہ ہی مالک ہے! ـــــ جب تک جرم کو قانونِ الٰہی کی روشنی میں نہ دیکھیں گے ـــــ اور جب تک سزائیں دامنِ عدل نہ تھامیں گے بلکہ کچھ آگے بڑھ کر اپنے قصور واروں سے درگزر نہ کریں گے ـــــ اور جب تک خدمت کا پورا پورا صلہ نہ دیں گے بلکہ کچھ آگے بڑھ کر دامن نہ بھر دیں گے ـــــ نہ خدا راضی ہو سکتا ہے اور نہ خدا کے بندے ـــــ ہاں نفس راضی ہو سکتا ہے' لیکن نفس کی رضا ہلاکت کا پیش خیمہ ہے ـــــ ہاں اے اہلِ دانش و بینش! جذبات کو شریعت کے تابع کرو اور اس کے آگے جھک جاؤ جس نے حکومت و سلطنت کے وہ گُر بتائے جو رہتی دنیا تک کوئی نہ بتا سکے گا۔

بمصطفٰے برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

بس و بے بس

اللہ اللہ! ہم بس میں نفس کے ہاتھوں بے بس ہوئے جاتے ہیں۔ بھری بس میں ایک ایک سیٹ کو تکتے پھرتے ہیں ـــــ خالی ہوتے ہی ایسے لپکتے جھپٹتے ہیں جیسے چیل چیچھڑوں پر لپکتی ہے یا باز چڑیوں پر جھپٹتا ہے ـــــ اللہ اکبر! ایثار و قربانی کا ایک وہ عالم تھا کہ مجاہدینِ اسلام لہولہان' زخموں سے چور' جاں بلب'

Marfat.com

میدانِ جنگ میں پڑے ہیں، شدت کی پیاس لگی ہے ـــــ پانی پلایا جاتا ہے تو کوئی نہیں پیتا ـــــ اخوت اسلامی کا عجب نظارہ نظر آتا ہے ـــــ جس مجاہد کے منہ کے آگے کٹورا لگایا جاتا ہے وہ دوسرے کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اس کو پلاؤ ـــــ پلانے والا آگے بڑھتا جاتا ہے اور یہی اشارے پاتا جاتا ہے ـــــ حتی کہ وہ آخری جاں بلب مجاہد تک پہنچا لیکن وہ بھی نہیں پیتا اور اپنے رفیق کی طرف اشارہ کرتا ہے ـــــ ادھر ملک الموت جام شہادت لئے کھڑا ہے اور ادھر پانی کا کٹورا جاں نثاروں کی محفل میں گردش کر رہا ہے ـــــ کوئی نہیں پیتا کہ رفیق تو پیاسا ہے، میں کیسے پی لوں؟ ـــــ اور ہر ایک جاں بلب ایک ایک کرکے جام شہادت نوش کر لیتا ہے ـــــ ان شہیدوں نے وہ مینارۂ محبت روشن کیا جو رہتی دنیا تک دکھائی دیتا رہے گا۔

ایثار و قربانی کا یہی جذبہ تھا جس نے وحدت و یگانگت کا وہ کرشمہ دکھایا کہ دنیا نے کبھی نہ دیکھا ہوگا ـــــ اسی لئے وہ بڑھتے رہے ـــــ وہ پھیلتے رہے ـــــ وہ چھاتے رہے ـــــ انھوں نے سنگ و خشت پر حکومت نہیں کی، دلوں پر حکومت کی ـــــ کوئی کرکے تو دکھائے۔

لیکن آج ہماری خود غرضیوں نے ہمیں کہیں کا نہ رکھا ـــــ ہم نے اپنی میراث گنوا دی۔ ہم نے اپنی دولت لٹا دی ـــــ ہم نے خود اپنے گھر میں آگ لگا دی ـــــ حیف یہ ہم نے کیا کیا؟ ع آنچہ ما کردیم بر خود ہیچ نابینا نہ کرد

ذرا غور کیجیے، جس قوم کے افراد بسوں میں ایک سیٹ کو یوں تکتے پھریں ـــــ سیٹ مل جائے تو جھپٹ پڑیں ـــــ نہ ملے تو لڑ پڑیں ـــــ بھلا ایسی خود غرض قوم کا کیا انجام ہوگا؟

اے ہموطنو! اپنے اسلاف کی راہ پر چلو ـــــ ایثار و قربانی کے چراغ روشن کرو۔ بھائیوں کے لئے جان نذر کر دو کہ ؎

یہی مقصود فطرت ہے یہی رمزِ مسلمانی

Marfat.com

زمین و آسماں

شاہانِ عالم نے کرۂ ارض پر بہت سے کھیل کھیلے ہیں ـــــ مگر اس شہنشاہِ بحر و بر کے قلب کی وسعتوں کو تو دیکھو جس نے کرۂ ارض کو ایک کھیل سمجھا ـــــ وہ زمین سے بلند ہوا ـــــ بہت بلند کہ جہاں کسی بڑے سے بڑے انسان اور بڑے سے بڑے فرشتے کا بھی گزر نہیں ؎

ہمسایۂ جبریلِ امیں بندۂ خاکی
ہے اس کا نشیمن نہ بدخشاں نہ بخارا

غلامانِ مصطفےٰ کے لئے کیسی شرم کی بات ہے کہ وہ آسمان کی نہیں، زمین کی بات کرتے ہیں ـــــ انسان آسمانی مخلوق ہے جو زمین پر بھیجی گئی ہے ـــــ قصۂ ابلیس و آدم نے اس کی سماویت پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے ـــــ وہ مسافر ہے اور ہوش مند مسافر اپنے گھر ہی کو گھر سمجھتا ہے ـــــ سرائے کو گھر سمجھ کر پیر نہیں پسارتا ـــــ جہاں جاتا ہے مسافرانہ بسر کرتا ہے ـــــ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کے حالات پڑھو اور غور کرو کہ ان "مقیمانِ کوئے یار" نے دنیا میں کیسے بسر کی ـــــ حیرت ہوتی ہے ـــــ اور یہ حیرت بھی ہماری غفلت کی غماز ہے ـــــ ہم میخانے میں آئے، ساقی پر نظر نہ رکھی، جام و سبو پر نظر رکھی! ـــــ حیف صد حیف "نگاہِ ساقی میں لطفِ صد میخانہ نہ پایا"!

جمادات، نباتات آسمان سے نہیں آتے، گو فیضِ سماوی سے محروم نہیں ـــــ حشر و نشر میں ان کا کوئی ذکر نہیں ـــــ ان کی تباہی و بربادی کی بات ضرور کی گئی ہے حتیٰ کہ اجرامِ فلکی میں ماہتاب کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے اور جمادات میں پہاڑوں کے ریزہ ریزہ ہونے کی اطلاع دی گئی ہے۔ لیکن جو ٹکڑے ٹکڑے اور ریزہ ریزہ ہو چکا ہے اس کے اٹھ کھڑے ہونے کا ذکر ہے اور جا بجا ذکر ہے ـــــ کیسی حیرت کی بات ہے! ـــــ اگر یہ سماوی نہ ہوتا تو زمین اس کو کھا جاتی ـــــ مگر یہ آسمانی امانت ہے ـــــ مسجودِ ملائک ہے۔

مگر پھر بھی ہم زمین کی بات کرتے ہیں ـــــ مادرِ گیتی، کہہ کر پکارتے ہیں ـــــ بُت

Marfat.com

پرست نہیں مگر بت پرستی کرتے ہیں ــــ ہم زمین کے ترانے گاتے ہیں ــــ ہم نہ آسمان کی بات کرتے ہیں اور نہ آسمان والے کی ــــ ہم اس حقیقت کو نہیں سمجھ پاتے کہ زمین ہمارے لئے ہے ــــ ہم زمین کے لئے نہیں ــــ حدیثِ قدسی میں بڑے پتے کی بات فرمادی ــــ ''آپ نہ ہوتے تو یہ نہ زمین و آسمان ہوتے اور نہ یہ مخلوق'' ــــ ہاں یہ سب کچھ انسانِ کامل کے دم قدم کا ظہور ہے ــــ یہ سب کچھ آقا کے لئے ہے ــــ ہاں یہ سب کچھ غلاموں کے لئے بھی ہے۔

دیکھو دیکھو تاجدارِ عرب و عجم زمین پر سجدے کر رہا ہے ــــ زمین کو سجدے نہیں کر رہا ہے ــــ زمین کو سجدے تو پہلے ہوتے تھے ــــ اس نے زمین کی پستیوں کو آسمان کی رفعتوں سے جا ملایا ــــ یہ عظیم حقیقت آنکھ سے دیکھ رہے ہیں لیکن عقل سے نہیں سمجھ پاتے ــــ عقل کی بصارت گم ہوگئی ــــ زمین کی محبت نے ہمیں دیوانہ بنا دیا ــــ بھائی کا بھائی دشمن ہوگیا' انسان انسان کے خون کا پیاسا ہوگیا ــــ ایک وہ تھے جو اللہ کی محبت میں دیوانے تھے اور دوستوں کے لئے ابرِ کرم اور ایک ہم ہیں جو زمین کے لئے دیوانے اور اپنے دوستوں کے لئے قہر در قہر ــــ وہ زمین کو صرف اس لئے چاہتے تھے کہ اس پر اللہ کا نام لیا جاتا تھا ــــ ہم کو اس سے غرض نہیں ہم زمین کو زمین کے لئے چاہتے ہیں اور اس کے لئے جان دینے کو تیار ہیں' خدا کے لئے نہیں ــــ گویا کہ وہ ہمارا خالق نہیں' مالک نہیں' رازق نہیں' زمین ہی سب کچھ ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اے یارانِ وطن! کہاں جا رہے ہو؟ کچھ تو سوچو تم کون ہو؟ تم کیا ہو؟ ــــ خدا کے بندے ہو ــــ محمد مصطفےٰ کے غلام ہو ــــ تم زمین پر حکومت کے لئے آئے ہو ــــ یہ کیا ہوا کہ اس بے جان زمین کے پیچھے دل و دماغ دے بیٹھے؟ ــــ دیکھو دیکھو! وہ معراج کا دولہا جو زمین سے آسمان اور آسمان سے عرش تک اور عرش سے بھی آگے جا پہنچا ــــ اپنے جاں نثاروں کو کیا حکم دے رہا ہے ــــ مکہ فتح ہو چکا ہے ــــ جاں نثاروں سے کہہ رہا ہے کہ تمہارے گھروں میں جو لوگ بس گئے' اپنے گھر انہیں کو دے دو ــــ اور خود بھی اپنے وطن سے واپس جا رہا ہے ــــ ہاں وہ زمین سے بے نیاز ہے ــــ زمین اس کی نیاز مند ہے ــــ وہ کہہ رہا ہے جس کے پاس

Marfat.com

زمین کا ٹکڑا ہے وہ اپنے بھائی کو نذر کر دے ـــــ اگر وہ زمین کا پرستار ہوتا تو یوں بے نیازانہ زندگی بسر نہ کرتا جیسے زمین و زماں سے اس کو کچھ سروکار ہی نہیں ـــــ لیکن ہم اس زمین کو جس کو محمد مصطفےٰ نے ٹھکرایا ـــــ گھور گھور کر للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے ہیں ـــــ بڑھ بڑھ کے لے رہے ہیں، ایک ایک انچ پر لڑ رہے ہیں اور ایک دوسرے کا سر پھوڑ رہے ہیں ـــــ محبت کے تاج محل میں آگ لگتی ہے تو لگنے دو لیکن اپنے نفس کی آگ نہ بجھنے دیں گے اور اس الاؤ کو روشن رکھیں گے (استغفراللہ! معاذاللہ)

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اس زمین پر کتنوں نے حکومت کی، کتنوں نے جنگیں لڑیں، کتنوں نے محل بنائے ـــــ لیکن پھر کیا ہوا؟ ـــــ وہ حکومتیں افسانہ بن کر رہ گئیں اور وہ محل عبرت کدہ بن کر رہ گئے ـــــ لیکن زمین جہاں کی تہاں موجود ہے ـــــ نہ وہ کھیل ہے اور نہ ہی وہ کھلاڑی، سب ملکِ عدم کو چلے گئے ـــــ آفریں ہے ان اولوالعزم ہستیوں کو جو اس کھیل میں شریک نہیں ہوئے اور کھیل کو کھیل ہی سمجھا ـــــ وہ زمین سے بلند ہوئے، بہت بلند ـــــ اور زندگی کو پالیا وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ط وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ـ

مرد و زن

پاکستان بنایا تھا اور اس لئے بنایا تھا کہ مرد و زن اپنی اپنی حدود کی پاسداری کریں گے ـــــ شریعت کا بول بالا ہوگا اور ابلیس کا منہ کالا ـــــ لیکن نہیں وہ کچھ ہوا جو خواب و خیال میں بھی نہ تھا۔ حدود و قیود کو توڑ دیا گیا اور احکامِ الٰہیہ کو اس طرح پامال کیا گیا کہ روحِ ابلیس بھی تڑپ کر رہ گئی ـــــ اس کا قصور یہ تھا کہ اس نے خدا کے حکم سے غیرِ خدا کو سجدہ نہ کیا لیکن ہمارا گناہ یہ ہے کہ ہم خدا کے حکم سے بھی خدا کے آگے نہ جھکے ہاں عملاً اعلانِ بغاوت کیا۔ ـــــ وہ جو کبھی رونقِ خانہ تھی، رونقِ کوچہ و بازار ہوگئی ـــــ اور وہ جو کبھی بہارِ محفل تھا، ویرانوں کی نذر ہوگیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

محفلِ شادی ہو یا مجلسِ عزا، ہر جگہ دونوں ساتھ ملیں گے، حد تو یہ ہے کہ حسنِ قرأت

Marfat.com

کی محفلوں میں بھی دونوں ساتھ ساتھ نظر آنے لگے ہیں ــــ گویا اس طرزِ عمل سے خدا کو منہ چڑایا جا رہا ہے (معاذ اللہ! معاذ اللہ) ــــ یہ بات تحریک پاکستان کے وقت کبھی خیال میں نہ آئی تھی کہ بات یہاں تک پہنچے گی ــــ ورنہ ذرا غور تو کیجئے کیا ملت اسلامیہ کے ان گنت علما مد صلحا نے اس فسق و فجور اور اس سرکشی و نافرمانی کے لیے کوشش کی تھی؟ ــــ ہرگز نہیں! ہرگز نہیں! ــــ ان کا دامن اس داغ سے داغدار نہیں۔

اللہ اللہ کوچہ و بازار صحن خانہ بن کر رہ گئے ــــ اس طرح گھومتی پھرتی ہیں جیسے کوئی اپنے صحن میں پھر رہا ہو ــــ صرف پھرنے پر ہی بس نہیں، خودنمائی کے وہ مظاہرے کہ الامان الحفیظ! ــــ بعض مردوں کی تنخواہ کا بیشتر حصہ اس خودنمائی پر صرف ہو جاتا ہے ــــ اور کبھی خود بھی کما کر لگایا جاتا ہے ــــ اور پھر شکایت کہ "فلاں ہم کو گھور رہا ہے" ــــ "فلاں ہم کو چھیڑ رہا ہے" ــــ گھورنے اور چھیڑنے سے حیرت نہیں ہوتی ــــ نہ گھورتے اور نہ چھیڑتے تو حیرت ہوتی کہ اس دورِ پرآشوب میں قرنِ اوّل جیسے پاکباز مسلمان موجود ہیں کہ ہزار دلفریبیوں اور رعنائیوں کے باوجود ان کے دل اپنے مولیٰ کی طرف متوجہ ہیں ــــ یاد آیا، دورِ فاروقی میں ہرقلِ روم نے چند صحابیوں کو حسین و جمیل دوشیزاؤں اور ہزار سامانِ تعیش کے ساتھ کچھ عرصہ کے لیے ایک کمرے میں بند کر دیا۔ ہفتے گزر گئے لیکن کسی نے آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا ــــ یہ ہے کمالِ بصیرت! ــــ صحبتِ نبوی میں اس کمال تک پہنچ چکے تھے جہاں نہ نظر بھٹکتی ہے اور نہ دل گمراہ ہوتا ہے ــــ ان کے آقا کی شان ہی یہ تھی:۔

مَاضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى

ایک نکتہ عرض کرتا چلوں ــــ لوگوں نے شریعت کی سخت و شدید تعزیرات و حدود کو تو دیکھا لیکن یہ نہ دیکھا کہ شریعت نے جرائم کے سدِّباب کے لیے کیسا اہتمام کیا ہے؟ ــــ ایسا اہتمام کسی حکومت یا کسی معاشرے نے کبھی نہ کیا ہوگا ــــ اس اہتمام کے بعد اگر جرم سرزد ہوتا ہے تو شدید سے شدید تر سزا بھی ہلکی ہے۔ ــــ لیکن ہم تو جرائم پر ایسا

Marfat.com

رہے ہیں ۔۔۔ جذبات بھڑکا رہے ہیں ۔۔۔ بھوکوں کی نگری میں لنگر خانہ کھلا ہے اور چاہتے یہ ہیں کہ اس لنگر سے کوئی فیضیاب نہ ہو ۔۔۔ دسترخوان بچھا ہے لیکن کوئی بھوکا آنکھ اٹھا کر نہ دیکھے ۔۔۔ نظر اٹھائی تو آنکھ نکال لی جائے گی ۔۔۔ زبان ہلائی تو کھینچ لی جائے گی ۔۔۔ ہاتھ بڑھایا تو کاٹ دیا جائے گا ۔۔۔ سبحان اللہ! یہ کیسی سزا ہے؟ یہ کیسا ظلم ہے جو نوعِ انسان پر کیا جا رہا ہے! ۔۔۔ عقل تو یہ کہتی ہے کہ جرائم کی تحریک و ترغیب ہو تو سزا کی بات بھی نہ ہونی چاہیئے بلکہ جو جرم نہیں کرتے ان کو انعامات سے سرفراز کرنا چاہیئے، ایسی حالت میں ہلکی سے ہلکی سزا بھی شدید سے شدید تر ہے۔

لوگ کہتے ہیں سنگسار کرنا حیوانیت ہے (معاذ اللہ) ۔۔۔ لوگ کہتے ہیں کہ درّے لگانا درندگی ہے (معاذ اللہ!) ۔۔۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہاتھ کاٹنا سفاکی ہے۔ مگر کہنے سے پہلے کسی نے یہ نہ دیکھا کہ سنگسار کب کیا گیا؟ ۔ درّے کب لگائے گئے؟ ۔۔۔ ہاتھ کب کاٹے گئے؟ ۔۔۔ تحریک و ترغیب کی بات تو الگ رہی، اسلامی معاشرے میں ارتکاب جرم کا شائبہ تک نہیں ۔۔۔ اور پھر بھی جرم کیا گیا ۔۔۔ عقل کہتی ہے کہ ہاں اب سزا دو اور خوب سزا دو!

بات کہاں سے کہاں نکل گئی، ذکر تھا مرد و زن کی بے حیائی اور آزادی کا ۔۔۔ کہتے ہیں یہ بے حیائی نہیں، زمانہ کی ہوا ہے، جدھر کی ہوا ہو ادھر چلنا چاہیئے ۔۔۔ پست ہمتوں کا یہ اصول ہوگا لیکن بلند ہمتوں کا یہ اصول نہیں۔ مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ ہواؤں کا رخ جس طرف چاہے پھیر دیتا ہے ۔۔۔ وہ زمانے کو اپنے ساتھ چلاتا ہے، زمانے کے ساتھ نہیں چلتا۔ ع

ایام کا مرکب نہیں راکب ہے قلندر

گذشتہ چودہ سو برس میں اسلام نے جس تہذیب کو جنم دیا، کیا وہ نامعقول تھی؟ کیا اس تہذیب کو اپنانے والے دیوانے تھے؟ ۔۔۔ نہیں نہیں، انھوں نے تو دورِ جدید کو عقل سکھائی ہے ۔۔۔ وہ عقل و دانائی کے پتلے تھے ۔۔۔ وہ دیوانے ہوتے تو ہم کو وہ د

Marfat.com

صحرا میں ٹکریں مارتے پھرتے ـــــ ہمارا یہ رنگ ڈھنگ نہ ہوتا ـــــ ہماری یہ اٹھان نہ ہوتی ـــــ کیا تم نے سنا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں عورتیں اس طرح بے حجابانہ بیٹھی ہوں ؟ ـــــ کیا تم نے سنا کہ عہد رسالت مآب یا عہدِ خلافت میں عورتیں اس طرح سڑکوں پر ماری ماری پھرتی ہوں ؟ ـــــ کیا تم نے سنا کہ گذشتہ چودہ سو برس میں مسلم معاشرے میں یہ آفت آئی ہو کہ اس کی عورتیں کوچہ و بازار میں یوں خود نمائی اور خود آرائی کے مظاہرے کرتی پھری ہوں اور ہر محفل کی رونق بنی ہوں ؟ ـــــ نہیں نہیں، آج تک نہ کسی آنکھ نے یہ منظر دیکھا اور نہ کسی کان نے بے حیائی کی یہ داستان سنی ـــــ تو پھر بتاؤ تم کدھر جا رہے ہو ؟ ـــــ تم نے محمد مصطفٰے (صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن کیوں چھوڑ دیا ؟ ـــــ تم چادرِ فاطمۃ الزہرا کی عظمت کو کیوں داغدار کر رہے ہو ؟ بلکہ تار تار کر رہے ہو ؟ ـــــ اٹھو اٹھو! دامنِ مصطفٰے (صلی اللہ علیہ وسلم) تھام لو ـــــ بڑھو بڑھو! چادرِ بتول کی لاج رکھ لو ـــــ شرماؤ نہیں ـــــ کیا تم نے کسی عاشقِ دل فگار کو دیکھا ہے کہ وہ محبوب کی راہوں پر چلتے شرماتا ہو ؟ ـــــ نہیں نہیں یہ راہیں تو اس کے لئے سرمایۂ حیات ہیں ـــــ ان راہوں کا ایک ایک ذرہ اس کی آنکھ کا تارا اور دل کو پیارا ہے ـــــ تو پھر اپنی محبت کو رسوا نہ کرو ـــــ اپنے عشق کو بدنام نہ کرو ـــــ دیوانہ وار آگے بڑھو ـــــ جو کچھ کہتے ہو کر دکھاؤ کہ قیامت کی گھڑی ہے، عمل کی پوچھ ہے۔

ـــــ ہر اُس خیال کو دل سے نکال دو جو محمدِ مصطفٰے کا خیال نہ ہو ـــــ ہر اُس محفل سے اٹھ جاؤ جہاں محمد مصطفٰے کا جمال نہ ہو ـــــ ہر اُس ادا کو چھوڑ دو جو محمد مصطفٰے کی ادا نہ ہو ـــــ ہر اُس منظر سے منہ موڑ لو جو نظارہ گاہِ محمدِ مصطفٰے نہ ہو ـــــ ہاں محمدِ مصطفٰے کے ہو جاؤ کہ زمانہ تمہارا ہو جائے (صلی اللہ علیہ وسلم) ؎

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا؟ لوح و قلم تیرے ہیں

منازل و مراحل نفس اگر برائی میں ملوث ہو چکا ہے تو اتنا تو ہو کہ انسان بُرائی کو بُرائی

Marfat.com

ہی سمجھے یا پھر خدا توفیق دے تو اس برائی پر ملامت کرے ـــــ ہمت و حوصلہ ہو تو آگے قدم بڑھائے اور برائی کو اس طرح روک دے کہ پھر کبھی اس طرف رخ ہی نہ کرے۔

لیکن یہ سب پہلی منزلیں ہیں ـــــ ابتدائی مرحلے یہ ہیں کہ برائی کو ہاتھ سے روک دے، یا پھر زبان سے اس کا سدِ باب کرے ـــــ یہ بھی ممکن نہ ہو تو پھر دل سے بُرا جانے ـــــ اس کے بعد کوئی منزل اور مرحلہ نہیں ـــــ ضعیف ترین ایمان یہ ہے کہ برائی کو دل سے بُرا جانے ـــــ گناہ کا شعور باقی ہے تو مغفرت و بخشش کی امید بھی باقی ہے۔

اے رفیقو! اے ساتھیو! آؤ آؤ قدم آگے بڑھائیں اور منزلیں اور مرحلے طے کرتے جائیں ـــــ خوب سے خوب تر کی تلاش میں رواں دواں رہیں ـــــ اس وقت تک کہ ہم نفسِ مطمئنہ کی معراج تک نہ پہنچ جائیں ـــــ ہاں اس وقت تک کہ ہم ہر برائی کو اپنے ہاتھ سے روک نہ دیں۔

دل و دماغ

دل و دماغ دونوں قابلِ قدر ہیں مگر افسوس ایک نے دل کو چھوڑا اور دوسرے نے دماغ کو چھوڑا ـــــ ایک کے لئے ہر خلافِ عادت مردود ـــــ دوسرے کے لئے ہر خلافِ عادت مقبول و محمود ـــــ ایک کی سیرت سراپا مشین ـــــ دوسرے کی سیرت سراپا فسون و افسانہ ـــــ دل و دماغ کی جُدائی نے زندگی کی اصل لذت سے محروم کر کے انسان کو سنسان وادیوں میں چھوڑ دیا ہے بلکہ دہکتی جہنم میں دھکیل دیا ہے ـــــ وہ جہنم میں پھڑک رہا ہے اور پکار پکار کر کہہ رہا ہے ؎

آتشِ دوزخ میں یہ گرمی کہاں
سوزِ غم ہائے نہانی اور ہے

وہ وادیوں میں بھٹک رہا ہے اور بزبانِ بے زبانی کہہ رہا ہے ؎

کھویا کھویا سا پھر رہا ہوں میں
گویا صحرا میں لٹ گیا ہوں میں

Marfat.com

اے دل والو! دماغ کی بات کرو اور ہاں اے دماغ والو! دل کی بات کرو کہ ؎

کاروبارِ جہاں سنورتے ہیں
ہوش جب بے خودی سے ملتا ہے

آؤ آؤ! اِن سنسان وادیوں کو نالۂ عنادل سے چہچہا دیں ــــ آؤ آؤ! نارِ نمرود کو گلزار بنا دیں!

اعجازِ فاروقی

صورتیں نہیں سیرتیں چمکتی ہیں ــــ اور جب سیرتیں چمکتی ہیں تو صورتیں بھی چمکنے لگتی ہیں ــــ آفتاب چمکتا ہے تو ماہتاب چمکتا ہے، آفتاب نہ چمکے تو ماہتاب کہاں سے آئے؟ ــــ ظاہری سج دھج میں کیا رکھا ہے ــــ کچھ بھی تو نہیں ــــ ایک حادثۂ عظیم رونما ہونے والا ہے ــــ سب نقش و نگار مٹ کر رہ جائیں گے ــــ اللہ اللہ ؎

نقش فریادی ہے کس کی شوخیِ تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا

لیکن انسان حسنِ ظاہر پر فریفتہ ہے ــــ حسن باطن پہ نہیں ــــ وہ عظمتوں کو ظاہر میں تلاش کرتا ہے حالاں کہ وہ تو باطن میں پنہاں ہیں ــــ اس کو نہیں معلوم کہ حسنِ ظاہر کی چمک عارضی و فانی ہے ــــ دیکھو دیکھو! کتنے چمکنے والے ہماری آنکھوں کے سامنے چمک چمک کر بجھتے جا رہے ہیں ــــ اور ہاں جو چمکے تھے وہ اب تک چمک رہے ہیں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

باکمال سیرتیں غضب کا اثر رکھتی ہیں ــــ کمال نہیں تو اثر نہیں ــــ خلعتِ شاہی کے گل بوٹوں میں وہ جذب و کشش نہیں جو خرقۂ درویش کے پیوندوں میں ہے ــــ ایک ایک پیوند لختِ جگر و پارۂ دل بنا ہوا ہے ــــ اللہ اللہ کس بلا کا اثر ہے کہ خوش پوشوں نے جامہ ہائے رنگیں تار تار کر ڈالے۔

Marfat.com

لیکن اب صورتیں ہی صورتیں ہیں ـــــ سیرتیں معدوم ہوتی جارہی ہیں اور وہ تاثیر مٹتی جارہی ہے جو قلب و نظر کو کھینچ لیا کرتی تھی اور بساطِ عقل و خرد لوٹ لیا کرتی تھی ـــــ ہم صورت پسند ہیں ـــــ ہم صورت پرست ہیں ـــــ ہماری صورت پسندی نے ہمیں کھوکھلا کر دیا اور ہماری صورت پرستی نے ہمیں کہیں کا نہیں رکھا ـــــ انسانوں کے ٹھاٹ باٹ دیکھو تو معلوم ہوتا ہے کہ عقل و دانائی کا جنازہ نکل رہا ہے ـــــ نہ معلوم یہ جنازہ کب سے نکل رہا ہے! ـــــ اللہ اللہ! خدا نے انسان کو کیا بنایا تھا اور وہ خود کیا سے کیا بن گیا ـــــ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ـــــ ہاں وہی انسان جس کو مسندِ عزت پر بٹھایا تھا، قعرِ مذلت میں گرا اور اس گرنے کو معراجِ انسانیت سمجھ بیٹھا ـــــ متاعِ کارواں بھی لٹ گیا اور احساسِ زیاں بھی جاتا رہا ـــــ انا للہ وانا الیہ راجعون ـــــ لیکن وہی ہے جو گرتوں کو تھامتا ہے ـــــ اسی نے دست گیری فرمائی اور رحمتِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابرِ رحمت بن کر چھا گئے ـــــ انسان، انسان کی غلامی سے آزاد ہو گیا ـــــ شاہوں کے تخت الٹ گئے خلعتیں پارہ پارہ ہو گئیں ـــــ جینے مرنے کا سلیقہ آ گیا ـــــ انسانیت و شرافت کا بول بالا ہوا ـــــ سیرتوں کو جلا بخشی گئی ـــــ صورتوں پر نکھار آ گیا ـــــ

یہ سب کچھ ہوا مگر ہمارا حال عجیب ہے ـــــ خرمنِ سیم و زر کی ہوس ہے ـــــ محلوں کی آرزو ہے ـــــ تختِ سلیماں کی طلب ہے ـــــ اللہ اللہ! یہ کیسی طلب ہے اور یہ کیسی آرزو ہے! ؏

ہوس کو ہے نشاطِ کار کیا کیا

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ـــــ لیکن ذرا اس کی بلند ہمتی اور عالی حوصلگی تو دیکھو کہ اس نے سیم و زر کے خرمنوں کو ٹھکرا دیا ـــــ اس کے تن پر خلعتِ شاہی نہیں، پیوند لگی گدڑی ہے ـــــ وہ محلوں اور قلعوں میں نہیں رہتا ـــــ کچے مکان میں رہتا ہے ـــــ وہ دربار لگا کر نہیں بیٹھتا، کوچہ و بازار میں بے تکلفانہ پھرتا ہے ـــــ اس سے ڈر

Marfat.com

وہ نورا تیں مسجدوں میں گزارتا ہے ——— وہ انسانوں سے سجدے نہیں کراتا ڈر کر لوگ بھاگتے نہیں، دوڑ دوڑ کر قریب آتے ہیں ——— اس نے کبھی خود آگے چل چل کر اور اوروں کو اپنے پیچھے چلا چلا کر انسانیت کو ذلیل و رسوا نہ کیا ——— امیر المومنین ہوتے ہوئے وہ ایسا عاجز و منکسر المزاج ہے کہ خادموں کا خادم ہے ——— اس نے خودی کا وہ درس دیا کہ رہتی دنیا تک یاد رہے گا ——— اور سادگی و تواضع کا وہ راستہ دکھایا کہ اب کوئی نمرود و فرعون خدائی کا دعویٰ نہ کر سکے گا۔

چودہ سو برس پہلے کی بات ہے ——— بلکہ اس سے بھی کچھ پہلے کی ——— دو مسافر شوقِ دید دل میں لئے لنکا سے نکلتے ہیں ——— یہ کون ہیں؟ ——— کافر و مشرک ——— کس کو دیکھنے جا رہے ہیں؟ ——— تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ——— اللہ اللہ! کہاں لنکا اور کہاں مدینہ طیبہ ——— مہینوں اور برسوں کی مسافت ——— مگر طلب صادق اور ذوق کامل ہو تو انسان مہ و پرویں پر کمند ڈال سکتا ہے ——— جستجوئے منزل کشاں کشاں لئے چلی گئی اور وہ چلتے چلے گئے ——— سرد و گرم زمانہ سہتے ہوئے سرزمین قدس پر قدم رکھا ہے ——— مگر وہ جانِ جاں (صلی اللہ علیہ وسلم) اور وہ یارِ غار، رفیق وفا شعار (رضی اللہ عنہ) پردہ فرما چکے ہیں ——— جس کی طلب تھی وہ نہ ملا، ہاں وہ نہ ملا، جس نے مطلوب کی عظمت کا سکہ دلوں میں بٹھا دیا (رضی اللہ عنہ) ——— دیکھنے والوں نے دیکھا اور دیکھ کر حیران رہ گئے ——— جب غلام کا یہ عالم ہے تو آقا کا کیا عالم ہو گا!

ــــہ

روحِ مبینش صبحِ تجلی
لوحِ جبینش ماہِ تمامے
برقِ نگاہش صد جاں بدامن
زلفِ سیاہش صد دل بدامے

Marfat.com

از جم لرزاں، لرزاں دو عالم
وز زلفِ برہم، برہم نظارے

دل پر وہ اثر ہوا کہ پھر مٹائے نہ مٹا ـــــ داغِ عشق دل پہ لیے مدینہ سے واپس لنکا پہنچے اور جب سینہ کھول کر دکھایا تو بہارِ محبت دیکھنے اہلِ محبت اُمڈ آئے ـــــ آؤ آؤ، چودہ سو برس پہلے کی فضاؤں میں چلو! ـــــ سنو سنو! یہ کیسی آواز آ رہی ہے!

وانهم وجد واصاحب النبی صلی اللّٰه علیه واله وسلم عمر بن الخطاب وصف لهم تواضعه وانه کان یلبس مرقعه ویبیت فی المساجد فتنواضعهم لاحرار حکاهم ذالک الغلام ولبسهم الثیاب المرقعه لماذکره من لبس عمر المرقعة ومحبتهم للمسلمین ومیلهم الیهم لما فی قلوبهم مما حکاه ذالک الغلام عن عمر سله

(بزرگ بن شہریار، عجائب الہند بحوالہ "ہندستان عربوں کی نظر میں" از مسعود عالم ندوی مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۹۶۰ء ص ۲۱۵)

ترجمہ: "اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ـــــ کے صحابی عمر بن الخطاب سے ملے ـــــ ان کی تواضع کا یہ عالم ہے کہ پیوند لگے کپڑے پہنتے ہیں اور مسجد میں راتیں گذار دیتے ہیں ـــــ یہ سن کر وہاں کے لوگ از راہ خاکساری پیوند لگے کپڑے پہننے لگے کہ عمر بھی تو پیوند لگے کپڑے پہنتے ہیں۔ مسلمانوں سے ان کو الفت ہو گئی اور اس لڑکے (مسافر) سے حضرتِ عمر کی باتیں سن سن کر مسلمانوں کی طرف ان کا دل کھنچنے لگا۔"

محبت دل میں گھر کر جائے تو محبوب کی سی صورت بنانے اور محبوب کا سا لباس پہننے کو جی چاہتا ہے اور اسی میں مزہ آتا ہے ـــــ اللہ اللہ وہ کافر و مشرک تھے لیکن رازِ محبت

Marfat.com

سے آشنا تھے ـــــ ہم مومن و مسلم ہوتے ہوئے بھی اس راز سے بیگانہ ہیں ـــــ عشق کا دم بھرتے ہیں لیکن محبوب کی سی صورت بناتے اور محبوب کا سا لباس پہنتے شرم آنے لگی ہے ـــــ شاید عشق و محبت کی دنیا کا یہ اعجوبہ ـــــ نہیں نہیں، یہ المیہ کسی نے نہ دیکھا ہوگا، اے صورت پسندو! اور ہاں صورت پرستو! ـــــ ان کفار و مشرکین سے سبق لو کہ جنونِ عشق میں اپنے پیرہن تک چاک کر ڈالے ؎

دل سے تری نگاہ جگر تک اُتر گئی
دونوں کو اک ادا میں رضامند کر گئی

اہل اللہ اور اہلِ دنیا

انسان کا حال یہ ہے کہ جب غرض ہوتی ہے تو ایک ایک کے آگے پیچھے پھرتا ہے غرض پوری ہو جاتی ہے تو منہ پھیر لیتا ہے ـــــ محسن و کرم فرما کو بھول جاتا ہے پلٹ کر دیکھتا بھی نہیں ـــــ زمانے میں نشیب و فراز آتے رہتے ہیں ـــــ کبھی کے دن بڑے، کبھی کی راتیں بڑی ـــــ زمانہ ایک حالت پر نہیں رہتا ـــــ ایسا بھی ہوا ہے کہ داتا، منگتا بن گئے ـــــ اور یہ بھی ہوا ہے کہ منگتا داتا بن گئے ـــــ لیکن جب وہ منگتا تھا تو داتا کے آگے پیچھے پھرتا تھا اور اب جب کہ خود داتا بن گیا ہے اور داتا منگتا ہو گیا ہے ـــــ مڑ کر بھی نہیں دیکھا ـــــ یہ کیسی احسان فراموشی ہے؟ ـــــ یہ کیسا انقلاب ہے؟ ـــــ لیکن اہلِ دنیا یہی کرتے ہیں۔

اہل دنیا کا حال دیکھ چکے ـــــ آؤ اب اہل اللہ کا حال دیکھو ـــــ اپنی جان کے لئے ضرورت ہوتی ہے تو مولیٰ تعالےٰ پر تکیہ کئے پڑے رہتے ہیں ـــــ کسی کے پاس نہیں جاتے ـــــ کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتے ـــــ لیکن کسی کو ان کی ضرورت ہوتی ہے تو دوڑ کر ان کی حاجت روائی کے لئے پہنچتے ہیں ـــــ اپنا تن، من، دھن سب کچھ قربان کر دیتے ہیں ـــــ ہاں یہی انسانیت کی آبرو ہیں ـــــ ہاں یہی خلافت کا سنگھار اور شرافت کا نکھار ہیں ـــــ انھیں کے دم سے رونقِ کائنات ہے ـــــ خود غرضی اور حرص و آز کی تاریکیوں میں یہی اجالا ہیں ـــــ یہ ہر ایک کے

Marfat.com

دکھ درد میں شریک ہیں ــــــ یہ ہر ایک درد کا مداوا ہیں ــــــ یہ آبِ حیات ہیں ــــــ یہ اکسیر و تریاق ہیں۔

کامیابی و ناکامی

کھیل کی دنیا میں دیکھئے، کیسے کیسے تماشے نظر آتے ہیں ــــــ چند خود ساختہ اصول ہیں اور ایک غریب گیند ــــــ ادھر ادھر ٹھکتی پھر رہی ہے ــــــ لڑھکا بھی رہی ہے ــــــ لوگ ہیں کہ اس کی ایک ایک ادا پر لٹو ہو رہے ہیں ــــــ ایک ہنگامہ برپا ہے، قیامت کا شور ہے ــــــ کان پڑی آواز نہیں آرہی ــــــ کیا ہوا؟ ــــــ کھیل ختم ہوا ــــــ ایک ناکام ہوا ــــــ ایک کامیاب ہوا ــــــ ایک کو کندھوں پر اٹھایا جا رہا ہے، سر پر بٹھایا جا رہا ہے گلے لگایا جا رہا ہے ــــــ اور وہ دوسرا مڑ مڑ کر یہ سارا تماشہ دیکھ رہا ہے ــــــ جان پہ بنی ہے لیکن کھسیانی ہنسی ہنس رہا ہے کہ نامرادوں کو بھی ہنسنا چاہیئے۔

ہاں وہ کیوں شاد ہیں اور یہ کیوں ناشاد؟ ــــــ ہاں وہ کیوں کامیاب ہیں اور یہ کیوں ناکام؟ ــــــ چند خود ساختہ اصولوں کی بات ہے ــــــ دونوں نے تسلیم کئے ہیں اس لئے سر نیاز خم کرنا پڑے گا ــــــ بیشک ایسا ہی کرنا چاہیئے ــــــ لیکن جب خود ساختہ اصولوں کے مقابلے میں بات خدا ساختہ اصولوں کی ہوتی ہے تو پھر عقل کیوں جواب دے جاتی ہے؟ ــــــ خدائے لم یزل نے پوچھا ــــــ کیا ہم تمہارے رب نہیں؟ ــــــ سب نے کہا ــــــ ہاں ہاں تو ہی ہمارا رب ہے" ــــــ اعلان فرمایا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا زندگی کا کھیل شروع ہوا ــــــ کامیاب بھی ہوئے ناکام بھی ــــــ لیکن کچھ کھلاڑیوں کی عقل پر پتھر پڑ گئے ــــــ کہتے ہیں ہم نہ مانیں گے ــــــ اللہ اللہ! خدا کے بنائے ہوئے اصول نہ مانو گے اور اپنے بنائے ہوئے اصول مانو گے؟ ــــــ یہ کیسا ظلم ہے؟ ــــــ یہ کیسا اندھیر ہے ــــــ اے کھلاڑیو! تمہاری عقل کو کیا ہوگیا؟ دل تو لٹا ہی تھا، عقل کی خبر لو کہ وہ بھی لٹ رہی ہے۔

مقتول و معزول

کیا کچھ نہ تھا ــــــ حفاظتِ جاں اور آرامِ جاں کے لئے سب ہی کچھ میسر تھا ــــــ لیکن جس کو خدا مارنا چاہے اس کو کوئی ایک آن زندہ

Marfat.com

نہیں رکھ سکتا ___ اور جس کو خدا جِلانا چاہے، کوئی نہیں مار سکتا ___ حفاظت کے ظاہری اسباب حکم الٰہی کے آگے نابود ہو کر رہ جاتے ہیں۔

کس شان سے سواری چلی ___ دیدنی تھی، شنیدنی تھی ___ کیل کا کھٹکا نہ تھا ___ کیل کانٹے سے لیس ہر طرف چاق چوبند فوجی جوان ___ خفیہ پولس کے ہرکارے الگ مصروف کار ___ سب اپنا اپنا فرض ادا کر رہے ہیں ___ اور ایک جان کی حفاظت کے لئے ایک عالم سرگرداں ہے ___ مگر ملک الموت نے اس کو تاک لیا ہے ___ دیکھنے والے حیران ہیں ___ کیا ایسا بھی ممکن ہے؟ ہاں ایسا ہی ہو کر رہے گا ___ آن کی آن میں ایک گولی نکلی اور اس جانِ ناتواں کا کام تمام کر گئی جس کی حفاظت میں سب لگے ہوئے تھے ___ یہ کون تھا؟ ___ یہ امریکہ کا مشہور صدر آنجہانی کینیڈی تھا۔

موت برحق ہے ___ آنی ہے، خواہ ہم بند کمروں اور بند گنبدوں میں جا بیٹھیں ___ ایک مجلس میں ایک اسسٹنٹ کمشنر صاحب تشریف فرما تھے ___ یہ فقیر بھی حاضر تھا ___ کہنے لگے "اگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنی جان کی حفاظت کے لئے پولس کا اہتمام کرتے تو یوں شہید نہ ہوتے اور اسلام کے لئے بہت کچھ کر سکتے تھے" ___ جب موت کی عظیم حقیقت نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہے تو انسان اسی طرح سوچا کرتا ہے ___ افسوس جب ہم زندگی کی بات کرتے ہیں تو موت کو فراموش کر دیتے ہیں ___ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاءِ راشدین نے اپنے عمل سے یہ ثابت کر دیا کہ شاہانہ کر و فر ایک تماشا ہے ___ موت کے آگے کسی کی پیش نہیں چلتی ___ آن کی آن میں خاک میں ملا دیا جاتا ہے ___ پھر یہ ظاہری شان و شوکت حرکتِ طفلانہ نہیں تو اور کیا ہے؟

مقتول کی داستانِ خونچکاں سن چکے ___ اب معزول کی عبرت انگیز کہانی سنو ___ یہ دنیا عبرت کدہ ہے ___ یہاں عبرت حاصل کرو! ___ خدا تو دیکھتا ہی ہے ___ لیکن زندہ قومیں اپنے حاکموں پر نگراں رہتی ہیں ___ ان کو من مانی نہیں کرنے دیتیں ___ ان کے

Marfat.com

بہلا دے یا فریب میں نہیں آتیں، ان میں گریباں پکڑنے کا حوصلہ ہوتا ہے، وہ بت پرست نہیں ہوتیں، بت شکن ہوتی ہیں ـــــ اور جب اقتدار کے نشے میں حاکم اعلیٰ کچھ الٹا سیدھا کر بیٹھتا ہے تو وہ قوم اس کا دامن پکڑ کر تار تار کر دیتی ہے ـــــ پھر وہ ہکا بکا رہ جاتا ہے اور نشہ ہرن ہو جاتا ہے ـــــ خواب غفلت سے بیدار ہو جاتا ہے ـــــ آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ ـــــ بہت ہاتھ پیر مارتا ہے مگر نکل نہیں پاتا ـــــ جس قوم میں احتساب کی یہ جرأت ہو وہ غلام نہیں رہ سکتی۔

نکسن معزول ہوا اور عروج و زوال کی یادگار بن کر رہ گیا ـــــ زوال آیا تو آنکھیں کھلیں اور بے ساختہ پکار اٹھا ـــــ "ہاں اب پستیوں میں بلندیوں کا شدید احساس ہو رہا ہے" ـــــ ایک بڑی نفسیاتی حقیقت بیان کر گیا ـــــ لیکن جو بلندیوں میں بھی پستیوں کا احساس رکھتے ہیں ـــــ کبھی پستیوں سے ہمکنار نہیں ہوتے ـــــ بلندیاں ان کا مقدر ہو چکی ہیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دیکھو اپنے سے نیچے دیکھو کہ بلندیوں پر نظر کرنے کو جی چاہے ـــــ اللہ اللہ عظمت کا کیسا اچھا گر بتا دیا۔ فقیری میں شاہی کا مزہ چکھا کر شاہوں کو فقیری کا رسیا بنا دیا

کاغذی مہرے

ایک وہ ہیں جو کاغذ پر زندہ رہتے ہیں اور کاغذ ہی پر مرتے ہیں ـــــ اور ہاں ایک وہ ہیں جو دل میں زندہ رہتے ہیں ـــــ جو مرتے نہیں ـــــ وہ مرنے کے لئے نہیں، زندہ رہنے کے لئے پیدا ہوتے ہیں۔

بساط سیاست پر کیسے کیسے مہرے نظر آئے ـــــ بہت سوں کی زندگی صحافت کی مرہون منت رہی۔ جب تک اخبارات میں ذکر اذکار ہوتے رہے ـــــ وہ زندہ رہے ـــــ ذکر فکر نہ رہا تو مر گئے ـــــ زندہ تو اب بھی ہیں لیکن یوں معلوم ہوتا ہے کہ مرے ہوئے برسوں گزر گئے ـــــ ہاں نیک انسان اپنی نیکیوں سے زندہ رہتا ہے

اہل اللہ کو دیکھو ـــــ ان کی زندگی، ان کی نیک نامی ـــــ ان کی شہرت ـــــ ان

Marfat.com

کی عظمت اخبارات کے سہارے نہیں، اسی کے سہارے ہے جو بے سہاروں کا سہارا ہے ——
کہیں ذکر و فکر نہیں لیکن ایک عالم ہے کہ کھنچا چلا آرہا ہے —— ایک جہاں ہے کہ امڈا چلا آرہا ہے۔
—— ان پاک ہستیوں کو دیکھو اور پھر ان کاغذی مہروں کو دیکھو —— ایک ایک آن کی خبر چھپتی تھی
وہ آرہے ہیں، یہ جارہے ہیں —— یہ چل رہے ہیں، وہ پھر رہے ہیں —— یہاں شاندار استقبال
ہورہا ہے اور وہاں شاندار استقبال ہوگا —— سبحان اللہ! استقبال ہونے سے پہلے علم غیب
بھی حاصل ہوجاتا ہے! —— ہاں شاندار استقبال بھی ہوئے، شاندار جلوس بھی نکلے، شاندار
جلسے بھی ہوئے —— اور جب نظروں سے اوجھل ہوئے —— اخبارات سے اٹھے تو گویا
جہاں سے اٹھ گئے —— سچ کہا ہے ؎

سارا سودا ہے جیتے جی کا

جب زندگی کاغذی ٹھہری تو کاغذ ہی پر بدنام ہوتے ہیں —— کاغذ ہی پر نیک نام
ہوتے ہیں —— کاغذ ہی پر محبوب بنتے ہیں —— کاغذ ہی پر مردود ہوتے ہیں ——
غرض ان کا اوڑھنا بچھونا کاغذ ہے —— کہیں غالبؔ نے ان کے لئے تو نہیں کہا ؎

نقش فریادی ہے کس کی شوخیٔ تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا

اور ہاں ان کی زندگی کا حال کیا پوچھئے جو مرتے ہیں تو اور زندہ ہوجاتے ہیں ——
بھلائے جاتے ہیں تو اور یاد کئے جاتے ہیں —— ان کے سر پر خدا کا سایہ ہے —— ان
کے دل میں خدا کا گھر ہے —— وہ نہ کسی اخبار کے مرہونِ منت ہیں اور نہ کسی اور ذریعہ
ابلاغ کے —— نہ ان کو شاندار استقبال کی ضرورت، نہ جلسے جلوس کی حاجت —— نہ قصیدہ
خوانی کی ضرورت نہ چکنی چپڑی باتوں کی حاجت —— وہ سچا ہیرا ہیں، جھوٹے نگینے نہیں
وہ خود چمکتے ہیں، چمکائے نہیں جاتے —— وہ خود بڑھتے ہیں، بڑھائے نہیں جاتے۔
—— وہ خود اٹھتے ہیں، اٹھائے نہیں جاتے —— ان کو وہی چمکاتا ہے جس نے شمس و قمر

Marfat.com

چمکائے ـــــ وہی اٹھاتا ہے جس نے بازارِ طائف میں تاجدارِ مدینہ کو اٹھایا ـــــ اور ایسا اٹھایا کہ آج تک دنیا اس کی اٹھان دیکھ رہی ہے ؎

وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ کا ہے سایہ تجھ پر

بول بالا ہے ترا، ذکر ہے اونچا تیرا

جس طرح شمیم چمن ہواؤں کے دوش پر پھیلتی چلی جاتی ہے ـــــ وہ پھیلتے چلے گئے ـــــ دماغوں کو معطر کر دیا اور دلوں کو مست کر دیا ـــــ صفحۂ کائنات پر وہ ایسے حسین و جمیل نقش تھے کہ نظروں میں کھبتے چلے گئے۔

ہاں اے ظاہر پرستو! آؤ مجاز کا انجام دیکھو اور حقیقت کا اعجاز دیکھو اور پھر بتاؤ کہ زندگی کاغذی مہروں میں پائی یا حقیقی پیکروں میں دیکھی؟

خادم و مخدوم

ہوا نہ ہو تو ہم نہ رہیں ـــــ پانی نہ ہو تو ہم نہ رہیں ـــــ رزق نہ ہو تو ہم نہ رہیں ـــــ آخر ہم ہیں کیا جو قدم قدم پر بگڑتے جاتے ہیں؟ ـــــ کہتے ہیں عناصرِ اربعہ خادم ہیں، انسان مخدوم ہے ـــــ لیکن خادم کے بغیر مخدوم گزر بسر کر سکتا ہے ـــــ یہ کیسے خادم ہیں کہ ان کے بغیر مخدوم چل بستا ہے اور ایک لمحہ زندہ نہیں رہ سکتا؟ ـــــ مخدوم کا کمال یہ ہے کہ خادم کے بغیر زندہ رہ کر دکھائے اور یہ بتا دے کہ مخدوم، خادم کا محتاج نہیں ـــــ خادم، مخدوم کا محتاج ہے۔

دیکھو دیکھو وہ عالم کا سرتاج ہفتوں نہ کچھ کھاتا ہے نہ پیتا ہے ـــــ سمجھنے والے یہی سمجھتے ہیں کہ شاید یہ کوئی آسان کام ہے ـــــ شاید یہ کوئی آسان منزل ہے ـــــ لیکن قدم رکھتے ہیں تو لڑکھڑاتے جاتے ہیں ـــــ دیکھو وہ رحمۃ اللعالمین ان سے کیا فرما رہے ہیں ـــــ "ارے تم نے یہ کیا کیا؟ تم سحری بھی کرو، تم افطار بھی کرو، تم میں مجھ جیسا کون ہے؟ ـــــ میرا رب مجھ کو پلاتا ہے، میرا رب مجھ کو کھلاتا ہے۔" ؎

ہم اس کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا!

Marfat.com

ہم اس کے کرم خاص سے ہواؤں پر حکومت کرتے ہیں ـــــ ہم دریاؤں پر حکومت کرتے ہیں ـــــ ہم زمین پر حکومت کرتے ہیں ـــــ ہم اس کا دیا رزق بانٹتے ہیں! ـــــ ان کو دیکھ چکے جن کو نہ کوئی دیکھ سکا اور نہ سمجھ سکا ـــــ آؤ خود کو دیکھو ـــــ ہم عناصر اربعہ ہی کے محتاج نہیں کہ یہ احتیاجِ فطری ہے اور اس کا دفع کرنا بڑی اولوالعزمی کی بات ہے۔ ـــــ ہمارا حال یہ ہے کہ غیر فطری احتیاجات نے ہم کو محتاج بنا کر رکھ دیا ہے ـــــ مخدوم تھے، خادم بن کر رہ گئے' اناللہ وانا الیہ راجعون ـــــ کن کن احتیاجات کا ذکر کیا جائے؟ ایک طویل فہرست ہے ـــــ افسوس ہماری زندگی احتیاجات کی نذر ہو گئی۔ ـــــ ہمیں شاندار محلوں کی ضرورت ہے ـــــ زرق برق کپڑوں کی ضرورت ہے ـــــ لمبی چوڑی کاروں کی ضرورت ہے ـــــ رنگا رنگ کھانوں کی ضرورت ہے ـــــ فوج در فوج نوکروں کی ضرورت ہے ـــــ اپنی تعریف و توصیف کی ضرورت ہے ـــــ ان گنت دولت کی ضرورت ہے ـــــ الغرض ضرورت ہی ضرورت ہے ـــــ اللہ اللہ! یہاں امارت کے لبادے میں کیسے کیسے فقیر بستے ہیں! ـــــ معلوم ہوتا ہے بھیک منگوں کی نگری ہے۔

اور ہاں دیکھو دیکھو وہ بھی ہیں جنہیں نہ شاندار محلوں کی ضرورت، نہ لمبی چوڑی کاروں کی ضرورت، نہ رنگا رنگ کھانوں کی ضرورت، نہ فوج در فوج ملازموں کی ضرورت ـــــ وہ کچے مکانوں میں رہتے ہیں، موٹا جھوٹا پہنتے ہیں، سیدھا سادا کھاتے ہیں ـــــ وہ اس بے نیاز کے ہو گئے جس نے کائنات سے ان کو بے نیاز کر دیا ـــــ ہاں ہاں جہاں وہ رہتے ہیں وہ امیروں کی نگری ہے ـــــ مخدوموں کی نگری ہے ـــــ خادموں اور مسکینوں کی نہیں۔

باشعور و بے شعور | باشعور رہ کر زندگی گزارنا سخت اذیت ناک و کربناک ہے ـــــ بے شعوری کے ساتھ زندگی گزارنا نہایت آسان ہے بلکہ طربناک ـــــ بچوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے مست رہتے ہیں؟ ـــــ مستوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے شاد

Marfat.com

رہتے ہیں ـــــ ہاں غفلت کی زندگی نہایت آسان ہے ـــــ لیکن یہ زندگی، زندگی نہیں ـــــ اور ہاں اس زندگی میں بھی جب کوئی فکر لگ جاتا ہے ـــــ آخرت کا نہیں دنیا کا ـــــ تو اس فکر بے شعوری سے بھی انسان کا دل بیٹھنے لگتا ہے ـــــ کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے ـــــ ایک ایک قدم پہاڑ معلوم ہونے لگتا ہے ـــــ زندگی اجیرن ہو جاتی ہے ـــــ ہارٹ فیل ہو جاتا ہے ـــــ اللہ اللہ، انسان کیسا پست حوصلہ ہے کہ بے شعوری اور غفلت کو متاعِ زندگی دے بیٹھا! ع

فریبِ سود و زیاں لا الٰہ الا اللہ

اور دیکھو ـــــ ہاں ان کو دیکھو جن کی زندگیاں شعور و ہوش کی زندگیاں ہیں ـــــ جو باخبر ہیں ـــــ جن کے مولیٰ نے ان کو بہت کچھ دیا ہے ـــــ ہاں وہ ہم کو معلوم ہو جائے جو ان کو معلوم ہے تو پتّا پانی ہو جائے اور جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے ـــــ مگر نہیں ان کے حوصلے دیکھو ـــــ ان کی ہمتیں دیکھو کہ اپنے دل میں قیامت کے ہنگامے چھپائے بیٹھے ہیں ـــــ شعور و ہوش کی زندگی کا ایک ایک لمحہ قیامت ہے ـــــ مگر وہ اس خوبی سے گزار جاتے ہیں کہ سبحان اللہ! سبحان اللہ! ـــــ ان کی ہمت تو دیکھو ـــــ جس غمِ روزگار نے ہماری زندگی کو عذاب بنا رکھا ہے وہ ان کے قریب بھی نہ پھٹکے بلکہ انھوں نے پھٹکنے نہ دیا ـــــ جس کھیل میں ہم نے گنوائی اس کھیل میں وہ شریک نہ ہوئے ـــــ انھوں نے زندگی کو پالیا، منزل کو جا لیا ـــــ ہم سو کر بھی آرام نہ پا سکے ـــــ ان کو دیکھو جاگ کر وہ آرام پالیا کہ سونے والے نہ پا سکے ـــــ آفریں صد آفریں!

درجہ بدرجہ پہلے چراغ جلتے تھے ـــــ لالٹین آئی تو وہ گل کر دیئے ـــــ لیمپ آئے تو لالٹین بجھا دی ـــــ اور فانوس آیا تو لیمپ گل کر دیئے ـــــ پھر بجلیاں چمکیں تو فانوس بجھا دیئے ـــــ اور جب آفتاب عالمتاب طلوع ہوا تو سب چراغ گل ہو گئے۔

ـــــ لالٹین آئی تو چراغ کیوں نہ جلایا؟ کہ چراغوں میں وہ روشنی نہ رہی ـــــ لیمپ آئے تو لالٹین کیوں بجھا دی گئی؟ کہ اس کے آگے اس کی پیش نہ چلی ـــــ فانوس آیا تو لیمپ کیوں گل کر دیئے گئے کہ لیمپ کی روشنی ماند پڑ گئی ـــــ بجلیاں چمکیں تو فانوس کیوں بجھا دیئے گئے؟ ـــــ

Marfat.com

کہ فانوس میں وہ زندگی نہ رہی ـــــ آفتاب جہاں تاب طلوع ہوا تو بجلیوں کو کس کی نظر کھا گئی؟ ـــــ وہ اپنی موت خود مر گئیں۔

ہاں روشنی کی تلاش میں ہم آگے بڑھتے گئے اور نئی نئی روشنیوں کا استقبال کرتے گئے ـــــ لیکن جب بات دل کی روشنی کی چلی تو عقلیں کیوں پٹ گئیں؟ اور بات کیوں سمجھ میں نہ آئی؟ ـــــ

ـــــ دیکھو دیکھو وادیٔ فاران سے آفتاب عالم تاب طلوع ہو رہا ہے ـــــ اے چراغ کے متوالو چراغ گل کر دو ـــــ اور ہاں اے فانوس کے دلدادو! ـــــ فانوس بجھا دو ـــــ اور اے برق کے پرستارو! ـــــ بجلیاں گل کر دو ـــــ

مگر تم کو کیا ہو گیا؟ آفتاب چمک رہا ہے، تم دیے جلا رہے ہو؟ تم فانوس روشن کر رہے ہو بجلیاں جلا رہے ہو؟ تمہاری عقلوں پر پتھر پڑ گئے ـــــ تم یہ کیا کر رہے ہو؟ ـــــ جب تم نے بجلیوں کے پیچھے چراغوں کو چھوڑا ـــــ آفتاب کے پیچھے بجلیوں کو چھوڑا ـــــ تو اب کیا ہو گیا؟

ـــــ ہاں اے عقل پرستو! عقل کی بات کرو ـــــ دیکھو دیکھو کہیں عقل نذرِ جنوں نہ ہو جائے۔

آگے اور پیچھے

ٹرین میں سوار ہو، بس میں سوار ہو، کار میں سوار ہو، جہاز میں سوار ہو، یا پیادہ چل رہا ہو ـــــ کسی بھی حالت میں ہو، انسان ہمیشہ آگے ہی دیکھتا ہے، پیچھے نہیں دیکھتا ـــــ یہ اس کی فطرت ہے، یہ اس کی عادت ہے ـــــ کبھی پیچھے دیکھتا بھی ہے تو تکلفاً دیکھتا ہے، عادۃً نہیں دیکھتا۔

تاریخ کا مطالعہ کیجیے، دو قسم کے انسان نظر آئیں گے، ایک وہ جو آگے دیکھ رہے ہیں اور ایک وہ جو پیچھے دیکھ رہے ہیں ـــــ جنہوں نے پیچھے دیکھا ناکام ہوئے ـــــ جنہوں نے آگے دیکھا کامیاب ہوئے۔

مگر دنیا والوں کا حال فطرتِ انسانی کے خلاف ہے ـــــ ان کی نظر آگے نہیں رہتی وہ ہمیشہ پیچھے دیکھتے ہیں ـــــ وہ دنیا دیکھتے ہیں، ان کو آخرت نظر نہیں آتی ـــــ اور جن کو نظر آتی ہے، ان کی ہنسی اڑاتے ہیں ـــــ اللہ اللہ! پیچھے دیکھنے والے، آگے دیکھنے والوں پر

Marfat.com

ہنس رہے ہیں! ــــ ان کی عقلوں کو کیا ہو گیا؟ ــــ اے عقل کے دشمنو! آؤ آؤ دینِ فطرت پکار رہا ہے ــــ دیکھو دیکھو وہ رحمتِ عالم آگے دکھا رہا ہے ــــ بہت آگے ــــ دیکھنے والے اس کی نظر کو دیکھ دیکھ کر حیران ہوئے جاتے ہیں ــــ بعض اہل ہمت اس کی طرف لپک رہے ہیں اور بعض بدبخت دامن بچا کر نکل رہے ہیں۔

اے قافلہ والو! دیکھنا سالارِ کارواں سے منہ نہ موڑنا ــــ نشانِ قدم چومتے چلو ــــ ہاں بڑھتے چلو ــــ چلے چلو کہ زندگی تمہارا انتظار کر رہی ہے

سازِ خیال ساز کو مضراب لگایئے تو بجنے لگتا ہے ــــ کبھی مسلسل بجتا ہے کبھی رک رک کر ــــ خیال بھی ساز سے کم نہیں ــــ حادثہ یا احساس مضرابِ خیال ہے کبھی مضرابِ مسلسل کبھی مضراب غیر مسلسل ــــ کبھی چاندنی رات ہوتی ہے کبھی چاند بدلی سے نکل کر چھپ جاتا ہے ــــ کبھی موسلا دھار بارش ہوتی ہے کبھی بوندا باندی ہو کر رہ جاتی ہے۔ ــــ کبھی پھوار پڑتی ہے کبھی اوس سی معلوم ہوتی ہے۔

مگر سازِ خیال یونہی نہیں بجنے لگتا ــــ یہ جب بجتا ہے جب خوابیدہ قوتیں بیدار ہوتی ہیں ــــ جب دماغ کو جھنجھوڑا جاتا ہے ــــ جب خونِ جگر پلایا جاتا ہے ــــ جب فضلِ باری ہوتا ہے ــــ جب قلب و نظر کے پردے ہٹائے جاتے ہیں ــــ جب روح کو جگایا جاتا ہے۔

ہاں سازِ خیال کی آواز کوئی نہیں سنتا ــــ لیکن جب یہ صدائے بے آواز جامۂ حروف زیب تن کئے مسندِ قرطاس پر جلوہ گر ہوتی ہے ــــ تو پھر آنکھ دیکھتی ہے ــــ منہ بولتا ہے، کان سنتے ہیں ــــ دل کھلتا ہے، روح وجد میں آنے لگتی ہے ــــ کائنات کا رنگ بدلا بدلا سا نظر آنے لگتا ہے۔

کتابیں اسی سازِ خیال اور نغمۂ بے آواز کے ریکارڈ ہیں جو قلب و دماغ کی مشین پر چڑھائے جاتے ہیں ــــ سوزنِ نگاہ سے چلائے جاتے ہیں ــــ اور زبانِ معجز بیان

Marfat.com

سے بچائے جاتے ہیں۔

تقلید و اجتہاد

انسان مقلد بھی ہے اور مجتہد بھی ـــــ لیکن آغازِ سفر اجتہاد سے نہیں تقلید سے کرتا ہے ـــــ یہ اس کی فطرت ہے ـــــ اور تقلید ہی کو بُرا کہتا ہے ـــــ یہ اس کی عادت ہے۔

کرۂ ارض پر پہلا خون ہوا تو وہ ایک پرندہ ہی تھا جس نے قاتل کو بتایا کہ مقتول کو کس طرح دفن کیا جائے ـــــ قرآن کریم نے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے ـــــ شاید نوعِ انسانی میں یہ قاتل پہلا مقلد تھا۔

دورِ جدید میں سائنس کی دنیا کی سیر کیجئے ـــــ یہاں سارے مجتہد، مقلد نظر آئیں گے ـــــ ہمارے سروں پر برسوں سے جہاز اڑ رہے ہیں ـــــ شاید یہ بات بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ یہ پرندے ہی تھے جنہوں نے انسان کے خیال کو اس طرف متوجہ کیا ـــــ ایک چڑیا کی کیا اوقات ہے لیکن وہ مقلدین کی امام ٹھہری ـــــ چڑیوں کے ڈھانچوں پر غور و فکر کیا گیا اور آخر کار جہاز بنا ڈالا ـــــ تقلید کے بعد اجتہاد کا دَور شروع ہوا اور بات کہاں سے کہاں تک پہونچی۔

اور سنیئے! ـــــ جہاز تو بنا لیا لیکن یہ کس نے بتایا کہ اس کے ذریعہ حملہ بھی کیا جا سکتا ہے؟ ـــــ اس خیال کی طرف سورۂ فیل نے رہنمائی کی اور یہ بتایا کہ خدا کی قدرت سے ابابیلوں نے آن کی آن میں اصحاب فیل کو تہس نہس کر کے رکھ دیا ـــــ ستر اسی برس پہلے جب یہ بات سمجھ میں نہ آئی تو مفسرین نے نئے نئے گل کھلائے ـــــ سر سیّد نے لکھا کہ عرب میں چیچک کی وبا پھیلی تھی ـــــ سورۂ فیل میں چیچک کے دانوں کو کنکریوں سے تشبیہہ دی ہے سبحان اللہ! ـــــ زمانہ گزرتا گیا اور آنکھیں کھلتی گئیں اور بالآخر انسان خود اس آیت کی جیتی جاگتی تفسیر بن گیا اور کسی تاویل کی گنجائش ہی نہ رہی۔

وائرلیس کے ذریعہ پیغام رسانی ایک عام بات ہے لیکن یہ گر بھی ایک معمولی جھینگر نے

Marfat.com

بتایا ـــــ غور کیا گیا، تو معلوم ہوا کہ یہ حقیر جانور اپنی لمبی لمبی مونچھوں کے ذریعہ پیغام رسانی کا کام کرتا ہے اور میلوں پرے اپنے رفیقوں کو پیغام پہونچا دیتا ہے ـــــ انسان اپنی مونچھوں سے تو پیغام نہ پہونچا سکا البتہ غور و فکر کے بعد بہت کچھ سیکھ لیا۔

ریڈار سے دشمن کے جہازوں کو معلوم کرنا ایک جانی پہچانی حقیقت ہے ـــــ لیکن یہ بات کس نے سمجھائی؟ ـــــ آپ کو علم ہوگا تو حیران رہ جائیں گے ـــــ ایک چمگادڑ، انسان کی معلمہ بنی اور وہ سب کچھ سکھا دیا جو اس کو نہ آتا تھا ـــــ غور کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ انوکھا پرندہ اپنے منہ سے برقی شعلہ چھوڑتا ہے جو بلا کی تیزی کے ساتھ رات کی تاریکی میں ہر اس چیز کے ساتھ ٹکرا کر واپس آجاتا ہے جو اس کی راہ میں حائل ہوتا ہے ـــــ اس طرح یہ تاریکیوں میں بھی ٹکرائے بغیر اڑتی پھرتی ہے۔

قرآنِ کریم نے مخلوقات میں غور و فکر کی دعوت دی ہے ـــــ آپ نے دیکھا کہ انسان غور و فکر سے کہاں سے کہاں تک پہنچا ـــــ لیکن یہ اس کی کم ظرفی ہے، تقلید کا ذکر نہیں کرتا، اجتہاد کا ذکر کرتا ہے حالاں کہ حقیقۃً وہ مقلد ہے، تقلید کے بغیر چارۂ کار نہیں جینا دوبھر ہے۔

اور ہاں جب انسان حکیمانہ نظر سے مادی دنیا میں اس بلندی تک پہنچ سکتا ہے تو غور کرو کہ عارفانہ نظر سے رُوحانی دنیا میں کہاں سے کہاں تک پہونچ سکتا ہے! ـــــ ایک سلسلہ احرار ہے جو بلندیوں پر نظر آرہا ہے ـــــ مادیت کی طرف جانے والو! روحانیت کی اِن بلندیوں کی طرف چلو ـــــ غور و فکر کی وہ راہیں اختیار کرو جو گرداب بلا سے نکال کر ساحلِ مراد تک پہنچا دیں۔

فرضِ شریعت و فرضِ محبت

ایک فرضِ شریعت ہے، ایک فرضِ محبت ـــــ روزہ فرض ہے، اس لئے رکھ رہے ہیں ـــــ نماز فرض کر دی گئی، اس لئے پڑھ رہے ہیں ـــــ جہاد فرض کر دیا گیا، اس لئے لڑ رہے ہیں ـــــ

Marfat.com

زکوٰۃ فرض کر دی گئی' اس لئے دے رہے ہیں ـــــ حج فرض کر دیا گیا' اس لئے کر رہے ہیں ـــــ مگر اس روزہ رکھنے' نماز پڑھنے' جہاد کرنے' زکوٰۃ دینے اور حج کرنے میں محبت کی بو نہیں آ رہی. ـــــ اسلام سراسر محبت ہے ـــــ یہاں محبت کے علاوہ کسی کی پوچھ نہیں ـــــ خوب سمجھ لو جو فرضِ شریعت ہے وہی فرضِ محبت ہے ـــــ محبت کی نگاہ سے دیکھو اور محبت ہی کی نگاہ سے عمل کرو ـــــ عبادت کو ملازمت نہ سمجھو ـــــ عبادت کو تجارت نہ بناؤ ـــــ عبادت محبت ہی محبت ہے ـــــ محبت کو رسوا نہ کرو

لوگ سنت کو محض سُنت سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں ـــــ ڈاڑھی ایک اہم اور ایک عظیم سنت ہے ـــــ ایسی سنت اور ایک ایسی نیکی جس کا فیض ہر وقت جاری و ساری ہے ـــــ نماز کا ایک وقت ہے ـــــ روزے کا ایک مہینہ ہے ـــــ حج کا ایک زمانہ ہے ـــــ زکوٰۃ کی ایک شرط ہے ـــــ لیکن جس کا کوئی وقت نہیں' جس کا کوئی مہینہ نہیں' جس کا کوئی زمانہ نہیں اور جس کے لئے کوئی شرط نہیں ـــــ ڈاڑھی وہ سنت ہے ـــــ اس سنت کا فیض ہر وقت جاری ہے کہ یہ ہر آن باقی ہے ـــــ اللہ اللہ! کیسی عظیم نیکی ہے لیکن ہم نے اس طرح چھوڑ دیا جیسے یہ کچھ ہے ہی نہیں۔

ایک دوست سے جب عرض کیا گیا' فرمایا: "سنت ہی تو ہے!" ـــــ اے دوست! تو نے یہ کہہ کر محبت کا کیسا مذاق اڑایا ہے ـــــ کسی عاشق کو نہ دیکھا کہ اس نے اپنے محبوب کی بات کو ہلکا سمجھا ہو ـــــ محبت تو محبوب کی اِک اِک ادا پر مٹنے کا نام ہے۔

ہمیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیۂ مبارکہ کا پورا علم ہے اور یہ وہ علم ہے جو دنیا کے کسی مذہب کو اپنے پیشوا کے بارے میں حاصل نہیں ـــــ اب کیا یہ ضروری ہے کہ ایک ایک بات کے لئے حکم کا انتظار کریں اور پھر حکم کی نوعیت پر بحث کریں؟ ـــــ محبت کہتی ہے ـــــ اے عاشقو! اس کے رنگ میں رنگ جاؤ' یہ فرضِ محبت ہے ـــــ ہاں انتظار نہ کرو کہ محبت انتظار نہیں کرتی' وہ تو کر گزرتی ہے۔ ع

Marfat.com

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق

معقولیت

نہ معلوم نوجوانوں کو کیا ہو گیا اور ان کی عقل و شعور پر کس نے شبخون مارا ہر نامعقول بات معقول اور ہر معقول بات نامعقول نظر آنے لگی ____

لباس ہی کو لیجئے ____ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کرتہ زیب تن کیا ____ ڈھیلا ڈھالا سیدھا سادا اور آرام دہ ____ اس کے مقابلے میں اپنا لباس دیکھئے ____ لباس غلاف بن کر رہ گیا ہے ____ کرتے کی جگہ بے شمار چیزیں آگئی ہیں اور پتلون اتنی چست کہ ٹانگیں حرکت سے محروم ____ اللہ اللہ! ان کی مظلومیت پر کوئی نہ رویا ____ بیٹھے ہیں تو اٹھ نہیں سکتے اور اٹھے ہیں تو بیٹھ نہیں سکتے ____ بس میں سوار ہیں، بھیڑ بھاڑ ہے، کنڈیکٹر سر پر سوار ہے، یہ ہیں کہ کھڑے ہو رہے ہیں ____ بھائی جلدی پیسے دو ____ جلدی کہاں سے دیں کہ جو کچھ رکھا ہے پیچھے رکھا ہے ____ پہلے کھڑے تو ہو لیں ____ خدارا بتاؤ تو سہی، اس میں کیا معقولیت ہے اور یہ کیا تماشہ ہے؟ ____ کیا وہ جیب کافی نہ تھی جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کرتے میں بنوائی تھی ____ اور پہننے کو کیا پاجامہ یا شلوار ناکافی تھے جو اپنے جسم کو عذاب میں مبتلا کیا ہے؟

کس کس ادا کا ذکر کیا جائے ____ سگریٹ ہی کو لیجئے ____ بچہ اور بوڑھا سب منہ میں لگائے ہیں ____ اسٹیم انجن بنے ہوئے ہیں ____ دھواں چھوڑ رہے ہیں ____ خود پریشان ہیں اور دوسروں کو پریشان کر رہے ہیں ____ کوئی فائدہ نہیں، نقصان ہی نقصان ہے ____ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ، کی تفسیر بنے ہوئے ہیں ____ اور تو اور کھانے کو میسر نہیں، کش پہ کش لگا رہے ہیں، صحت گنوا رہے ہیں ____ دم میں دم جب تک ہے لگی چھٹ نہیں سکتی ____ انا للہ وانا الیہ راجعون ____ للہ بتاؤ کہ اس میں کیا معقولیت ہے؟

اور سنیئے! ڈرائنگ روم سجا ہے گویا نمائش لگی ہے ____ ہزاروں کے قالین بچھے ہیں سیکڑوں کے صوفے رکھے ہیں اور بیسیوں کے جوتے قالینوں کو پامال کر رہے ہیں اور صوفوں پر بیٹھے ہیں، سبحان اللہ! ____ کیا بیٹھنے کو زمین کافی نہ تھی اور چلنے کو پیر کافی نہ تھے، جو

Marfat.com

جوتوں کی ضرورت پیش آئی ـــــ خدارا بتاؤ کہ فرش وفروش کو جوتوں سے روندنے میں کیا معقولیت ہے؟ ـــــ تم معقولیت سے نامعقولیت کی طرف آئے اور تمہیں احساس تک نہ ہوا ـــــ ماضی کی طرف لوٹو اور ذرا دیکھو کہ تمہارے بزرگ کیا کیا کرتے تھے ـــــ یہ رجعت پسندی نہیں یہ عقل پرستی ہے۔

چاندنیاں بچھی ہیں، قالین سجے ہیں، گاؤ تکیے لگے ہیں ـــــ جوتیاں ایک طرف رکھی ہیں ـــــ سب ادب سے بیٹھے ہیں جیسے انسان بیٹھتے ہیں، مساوات کا سماں ہے ـــــ سب برابر بیٹھے ہیں، سب ساتھ ساتھ بیٹھے ہیں ـــــ یہ نہیں کہ کرسیٔ صدارت اس کے لئے صوفے ان کے لیے، کرسیاں تمہارے لئے، کچھ زمین پر بیٹھے ہیں اور کچھ کھڑے ہیں ـــــ ایک زمین پر سب تماشا ہو رہا ہے لیکن کوئی کہنے والا نہیں کہ نوعِ انسانی پر یہ کیا ظلم ہو رہا ہے ـــــ آدمِ خاکی کو کیوں ذلیل و رسوا کیا جا رہا ہے ـــــ اللہ اللہ! جو معقول تھے نامعقول کہلائے اور جو نامعقول تھے معقول کہلائے جانے لگے۔

اے جوانو! اور ہاں اے ملتِ مسلمہ کی بہارو! تم کو کیا ہو گیا کہ مغلوب خزاں ہو گئے ـــــ اٹھو اور ایک نعرۂ مستانہ سے سوئی ہوئی بہاروں کو جگا دو۔

حادثات و تجربات

حادثات ثمراتِ حیات ہیں ـــــ ہر حادثہ جسم و جاں کی پرورش کرتا ہے ـــــ حادثہ آنی اور وقتی ہے مگر پرورشِ جاں دوامی ـــــ وہ جان جو حادثات کے آغوش میں نہیں پلی، ناپختہ ہے اور جو حادثات سے گزری ہے اس کی تابناکی نہ پوچھو ـــــ بات سمجھ میں نہیں آتی تو سینۂ گیتی سے لالہ و گل کا کھلکھلانا دیکھو ـــــ دہکتی آگ سے کندن کا نکھرنا دیکھو ـــــ پتھروں کی پامالی سے نگینوں کا ابھرنا دیکھو ـــــ بادِ سموم میں غلے کا سنورنا دیکھو ـــــ شعاعِ آفتاب سے پھلوں کا پکنا دیکھو۔

باہر نکل کر نہیں دیکھ سکتے تو گھر ہی میں دیکھو ـــــ چولہے میں آگ دہک رہی ہے ـــــ مزے مزے کے کھانے پک رہے ہیں ـــــ اس کشاکش سے نہ گزرے تو کھانے میں لطف

Marfat.com

ابھی نہیں سکتا ـــــ اور ہاں اب آگ نہیں، حادثہ گزر چکا مگر لذیذ کھانے موجود ہیں اور جسم و جاں بنا رہے ہیں ـــــ بیشک حادثاتِ زندگی سنوارتے ہیں اور زندگی کو جِلا دیتے ہیں۔ ـــــ معمولی سے معمولی حادثہ بھی دور رس اثرات و نتائج رکھتا ہے اور اسی لئے کسی حادثے سے منہ نہ پھیرنا چاہیئے بلکہ ہر حادثے سے مستفیض و مستفید ہونا چاہیئے ـــــ یہ بڑی اولوالعزمی کی بات ہے لیکن اکثر لوگ یہ عزم و حوصلہ نہیں رکھتے۔

اتار چڑھاؤ طفلی و شیر خوارگی، نوعمری و نوجوانی، پختگی اور پھر خستگی ـــــ اللہ اللہ کیسی کیسی منزلیں ہیں ـــــ لڑکھڑاتا ہے، چلتا ہے، دوڑتا ہے اور پھر ایک ایک قدم پہاڑ ہو جاتا ہے ـــــ لڑکھڑانے لگتا ہے، جہاں سے چلا تھا، پھر وہیں آجاتا ہے ـــــ انسان کا آغاز دیکھو اور پھر اس کا انجام دیکھو ـــــ دیدنی بھی ہے اور گفتنی بھی ـــــ انسان، انسان نہیں، عروج و زوال کی ایک داستان ہے ـــــ کیسی عبرت انگیز کیسی سبق آموز!

شبستانِ شکمِ مادر سے قدم باہر نکالا ـــــ سب نے بڑی چاہت سے لپکا، بڑے چاؤ سے گود میں لیا ـــــ بڑی شفقت سے گلے لگایا ـــــ بڑے لاڈ سے پالا ـــــ چوٹ نہ لگ جائے ـــــ دل نہ دکھ جائے، سردی نہ لگ جائے ـــــ کانٹا نہ چبھ جائے ـــــ بھوکا تو نہیں ہے؟ ـــــ پیاسا تو نہیں ہے؟ ـــــ اداس کیوں ہے؟ ـــــ ہنستا کیوں نہیں؟ ـــــ رو کیوں رہا ہے ـــــ اک اک بات کا خیال اور اک اک ادا پر جان نچھاور۔

شیر خوارگی سے آگے بڑھے، طفلی میں قدم رکھا ـــــ بولنا سیکھا ـــــ چلنا سیکھا لکھنا پڑھنا بھی سکھاؤ ـــــ مدرسے میں بٹھاؤ ـــــ بٹھا دیئے گئے ـــــ پڑھ رہے ہیں ـــــ بے فکری میں فکر کی چاشنی مل رہی ہے ـــــ کتابیں سامنے ہیں اور جان کھیل میں اٹکی ہے ـــــ کبھی کبھی دل اکتا جاتا ہے لیکن پھر بھی لگے ہیں کہ ذرا ہٹے، پھر بٹھا دیئے گئے ـــــ اب وہ اگلا سا پیار نہیں ـــــ اب وہ پہلا سا دلار نہیں

Marfat.com

ہائے کیا ہو گیا زمانے کو

ہاں اب نوعمری کا زمانہ آیا، فکر نے پیچھا کیا ــــ مگر کچھ دور دور، پرے پرے ــــ قریب نہیں آیا ــــ اور بہت سوں کے قریب بھی آ گیا ــــ اس عمر میں خدا کسی کے قریب نہ لائے ــــ پڑھ رہے ہیں، بڑھ رہے ہیں ــــ جوانی قریب آ رہی ہے، زندگی میں انقلاب آ رہا ہے ــــ آرزوؤں کا جلوس نکلنے والا ہے ــــ راستہ صاف ہو رہا ہے ــــ انسان خود تماشا ہے اور تماشائی بنا ہوا ہے ــــ افکار کی بارش ہو رہی ہے، ــــ آلام کے سائے منڈلا رہے ہیں ــــ مگر پھر بھی چلتے چلے جا رہے ہیں کہ رک نہیں سکتے ــــ تاریکیوں میں دیئے جلا رہے ہیں۔

یہ زمانہ بھی گزر گیا ــــ ایک نیا زمانہ آ رہا ہے ــــ ایک نیا انقلاب آ رہا ہے ــــ زندگی پختہ ہو رہی ہے ــــ دماغ روشن ہو رہا ہے ــــ آنکھیں کھل رہی ہیں ــــ دل مچل رہا ہے ــــ سنبھل سنبھل کر قدم بڑھا رہے ہیں کہ جو چوکا، مارا گیا ــــ جو چیز ہے اپنی طرف کھینچ رہی ہے ــــ جذب و کشش کا عجیب عالم ہے!

اور یہ دور بھی گزر گیا ــــ فرازِ کوہ سے نشیب کی طرف آ رہے ہیں ــــ جذب و کشش کا وہ عالم نہیں رہا ــــ جس کو دیکھ دیکھ کر لپکتے تھے، اب دیکھتے ہیں تو وہ لپک نہیں، وہ کشش نہیں۔ ــــ نظر آگے بڑھ رہی ہے ــــ تجربات آنکھیں کھول رہے ہیں ــــ حادثات چونکا رہے ہیں۔ احساسات جگا رہے ہیں ــــ حقیقت، مجاز معلوم ہو رہی ہے ــــ زندگی فسانہ بن رہی ہے ع

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

اور اب خستگی کا زمانہ آ گیا ہے ــــ ہر منزل پر دل کی سحر کاریوں، نگاہ کی جادو طرازیوں نے اپنا اپنا رنگ دکھایا، مگر اس منزل پر پہنچ کر رنگ اتنا بدلا بدلا سا معلوم ہوتا ہے کہ وہ دل، دل اور وہ نظر، نظر نہیں رہتی ــــ آہ! حسن کی جادو طرازیوں کو کون چھین لے گیا؟ ــــ نگاہ کی سحر کاریوں کو کس کی نظر لگ گئی؟ ــــ آبادیاں ویرانے نظر آ رہے ہیں، ویرانے، آبادیاں معلوم

Marfat.com

ہو رہی ہیں ـــــ یہ کیسا انقلاب آگیا؟ ـــــ اللہ اللہ! ہم کہاں سے چلے تھے اور کہاں پہونچ گئے

اس کے لئے یا اپنے لئے؟

وہ بے نیاز ہے ـــــ اس کو کسی چیز کی ضرورت نہیں ضرورت ہمیں کو ہے ـــــ پھر نماز کس کے لئے؟ ـــــ روزہ کس کے لئے؟ ـــــ زکوٰۃ کس کے لئے؟ ـــــ جہاد کس کے لئے ـــــ قربانی کس کے لئے ـــــ صدقات وخیرات کس کے لئے؟ ـــــ بیشک اس کے لئے ہے ـــــ مگر وہ تو بے نیاز ہے ـــــ صمدیت اس کی شان ہے ـــــ وہ ایک ہے اور ایسا ایک جو بے نیاز ہے ـــــ حالاں کہ ایک ہرگز ہرگز بے نیاز نہیں ہو سکتا ـــــ مگر اس کی شان یہی ہے کہ ایک ہوتے ہوئے بھی بے نیاز ہے۔

غور کیجئے ـــــ پھر غور کیجئے ـــــ سارے جہان کے فائدے انسان ہی کے لئے نظر آئیں گے نماز پڑھیں نہ پڑھیں، اس کو کیا؟ ـــــ روزہ رکھیں یا نہ رکھیں، اس کو کیا؟ ـــــ زکوٰۃ دیں یا نہ دیں، اس کو کیا؟ ـــــ جہاد کریں نہ کریں، اس کو کیا؟ ـــــ قربانی کریں یا نہ کریں، اس کو کیا؟ ـــــ تو پھر کس کا فائدہ ہے؟ ـــــ عقل کہتی ہے کہ سراسر انسان ہی کا فائدہ ہے ـــــ اللہ اللہ! ایسا رحمٰن ورحیم کہ ہمارے لئے، ہمارے فائدے سوچے اور ہم اتنے ظالم کہ اپنے ہاتھوں خود اپنا نقصان کریں! ؏

آنچہ ماکر دیم بر خود ہیچ نابینا نہ کرد

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسلام کی ضرورت نہیں تو ہم یہ کہتے ہیں ـــــ کہ ہمیں اپنے فائدے اور اپنے نفع کی ضرورت نہیں ـــــ ہم دیوانے ہیں ـــــ ہماری عقل پر پردے پڑ گئے ہیں ـــــ ہمیں کچھ نہیں سوجھتا ـــــ ہم اندھے ہو گئے ہیں ـــــ ہمیں تاریکیوں میں رہنے دو ـــــ ہمیں روز روشن کی ضرورت نہیں ـــــ ہمیں شب تاریک کی ضرورت ہے ـــــ ہمیں وحشی رہنے دو ـــــ ہمیں جنگلوں میں بھٹکنے دو ـــــ ہمیں صحرا میں سرگرداں رہنے دو ـــــ ہمیں پہاڑوں سے ٹکریں مار مار کر خود کو ہلاک کرنے دو ـــــ ہمیں چھوڑ دو ـــــ ہم دیوانے ہیں!

Marfat.com

اللہ اللہ! دیوانگی سی دیوانگی ہے ـــــ اے انسانو! اے گلشنِ عالم کے پھولو! اور ہاں اے نسیمِ سحری کے جھونکو! ـــــ تم کو کیا ہوگیا؟ ـــــ تم نے کیوں بربادی پر کمر باندھی ہے؟ ـــــ تم نے کیوں تباہی کی ٹھانی ہے؟ ـــــ اٹھو اٹھو کہ اسلام تم کو تمہارے لیئے بلا رہا ہے ـــــ دنیا کے خدا محتاج ہیں ـــــ اسلام کا خدا محتاج نہیں، بے نیاز ہے ـــــ ہاں وہ غنی ہے ـــــ تم سے لینے کے لیئے نہیں ـــــ تم کو دینے کے لیئے بلا رہا ہے ؎

مژدہ اے دل کہ بہر استقبال

رحمتش بے قرار می آید

خالی ہاتھ

انسان دنیا میں آتا ہے اور پھر چلا جاتا ہے ـــــ خالی ہاتھ آتا ہے، خالی ہاتھ جاتا ہے ـــــ مجبور آتا ہے، مجبور جاتا ہے ـــــ روتا آتا ہے، روتا جاتا ہے ـــــ لیکن آنے جانے سے بے خبر دنیا کی دلفریبیوں میں مدہوش ہو جاتا ہے ـــــ دونوں ہاتھوں سے سمیٹتا ہے اور ساری عمر سمیٹتا رہتا ہے ـــــ پھر بھی ہاتھ خالی کے خالی ـــــ اس کو نہیں معلوم کہ آن کی آن میں آرزوئیں اور تمنائیں خاک میں مل کر رہ جائیں گی ـــــ آرام و آسائش خواب و خیال بن کر رہ جائے گا۔

ایک دست بریدہ انسان جہانگیر کے سامنے پیش کیا گیا، دریافت کیا:۔

"یہ ہاتھ کس حادثے میں جاتا رہا؟ ـــــ کیا جہاد کیا تھا؟"

عرض کیا:

"نہیں جہاد تو نہیں کیا، ایک حادثہ کی نذر ہوگیا۔ بحری جہاز میں اپنے باپ اور بھائی کے ساتھ جاتا تھا کہ ایک جزیرے سے جہاز گزرا، نصرانی قزاقوں نے حملہ کر کے جہاز پر قبضہ کر لیا اور ہم کو پکڑ کر لے گئے ـــــ پہلے ہم تینوں کو ایک جگہ رکھا پھر بھائی پر کچھ ایسا جادو کیا کہ وہ ان کے ساتھ ہولیا ـــــ پھر کچھ پتا نہ چلا کہ کہاں گیا۔"

"بہت پوچھا، کچھ نہ بتایا ـــــ آخر معلوم ہوا کہ وہ جزیرے کے شاہی خزانے پر

ماہور ہے ـــــ ایک قزاق ہم کو ساتھ لے کر وہاں گیا ـــــ کیا دیکھتے ہیں کہ بھائی ننگی تلوار لئے خزانے کے دروازے پر کھڑا ہے ـــــ گم سم، جیسے پتھر کا مجسمہ ہو ـــــ وہ قزاق ہم کو خزانے کے اندر لے گیا ـــــ کیا دیکھتے ہیں کہ ہر سمت سونے چاندی، لعل و گوہر اور ہیرے جواہرات کے ڈھیر کے ڈھیر لگے ہیں ـــــ اس قزاق نے کہا کہ اس خزانے سے جو کچھ لینا چاہو لے لو ـــــ ہم دونوں باپ بیٹوں نے دونوں دونوں ہاتھوں سے ہیرے جواہرات سمیٹے اپنی جھولیاں بھرنی شروع کیں ـــــ جب بھری جھولیوں کے ساتھ باہر نکلے تو دروازے سے چند قدم آگے بڑھے تھے کہ اچانک وہ بھائی ایک زبردست چنگھاڑ کے ساتھ ہم پر حملہ آور ہوا ـــــ اس حملے میں میرا ہاتھ کٹ گیا، زر و جواہر بکھر گئے اور ہم مایوس و نامراد لوٹے۔"

غور کرو، انسان کا بھی یہی حال ہے ـــــ اس معمور خزانے میں آتا ہے اور ان باپ بیٹوں کی طرح دونوں دونوں ہاتھوں سے سمیٹتا ہے اور سمیٹ کر چلتا ہے تو اچانک موت کی نیند سلا دیا جاتا ہے ـــــ اور ساری آرزوئیں اور تمنائیں خاک میں مل کر رہ جاتی ہیں ـــــ پھر وہی جو اس کے اپنے لختِ جگر تھے، بانٹ بوٹ کر کھا جاتے ہیں

پندارِ علم سفر کرتے کرتے علم کہاں سے کہاں تک پہونچ گیا ـــــ عقل انسانی حیران ہے، کیا حاصل کرے اور کیا حاصل نہ کرے ـــــ عمر کوتاہ اور آرزوئیں بیشمار اپنی سی کوشش کر کے کچھ نہ کچھ حاصل کر لیتا ہے ـــــ لیکن جو کچھ حاصل کر لیتا ہے، وہ اس معلوم ذخیرۂ علم کے آگے ایک قطرہ بھی تو نہیں جس کو ابھی حاصل نہیں کیا ـــــ اور اس بحرِ ناپیدا کنار کا کہنا ہی کیا جو علمِ الٰہی اور علمِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے۔

لیکن جب کائناتِ ارضی و سماوی کی وسعتیں نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہیں اور انسان کتابوں میں گم ہو جاتا ہے تو انسان کو وہی تھوڑا، بہت کچھ نظر آنے لگتا ہے اور اس کو بحرِ بیکراں سمجھنے لگتا ہے ـــــ اکڑتا ہے، اتراتا ہے اور پھولا نہیں سماتا۔ حالاں کہ اگر وہ کسی بڑے کتب خانے میں جا کر ایک ایک الماری کو چھانے اور فنونِ جدیدہ اور علومِ قدیمہ کی ایک ایک کتاب دیکھے تو حیران رہ

Marfat.com

جائے اور پندارِ علم و فضل خاک میں مل کر رہ جائے ـــــ اور بے ساختہ دل پکار اٹھے کہ حیف ہم نے کچھ بھی تو حاصل نہیں کیا۔

بے شک یہ جاننے کے لیئے کہ ہم کچھ نہیں جانتے، بہت کچھ جاننے کی ضرورت ہے ـــــ مقامِ جہل پر عرفانِ حقیقی حاصل ہوتا ہے۔

یہ تو تحصیلِ علم کی بات تھی ـــــ مقصدِ علم کی بات ہونی چاہیئے، جو کچھ حاصل کیا ہے ـــــ بیکار تو نہیں ـــــ بے فائدہ تو نہیں؟ ـــــ الفاظ کا الٹ پھیر تو نہیں؟ ـــــ حیرت کا گورکھ دھندا تو نہیں؟ ـــــ تشکیک کا گھروندہ تو نہیں ـــــ جب موت سر پر منڈلانے لگتی ہے اور علم کی دھوپ چھٹ جاتی ہے ـــــ کھرا اور کھوٹا نظر آنے لگتا ہے ـــــ پھر وہ موٹی موٹی کتابیں اور وہ مشکل مشکل مسئلے خواب و خیال بن کر رہ جاتے ہیں اور انسان چیخ اٹھتا ہے ؎

وائے نادانی کہ وقتِ مرگ یہ ثابت ہوا
خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سُنا افسانہ تھا

ڈاکٹر اقبال اپنے وقت کے عظیم فلسفی تھے ـــــ عمر کا بیشتر حصّہ فلسفہ کی نذر ہوگیا ـــــ لیکن آخر سمجھ میں آیا تو یہی کہ سب بے سود ہے، ـــــ یہ سب بے فائدہ ہے ـــــ بس قرآن و حدیث سینے سے لگانے اور دل میں رکھنے کے قابل ہیں۔

اور سنیئے، انیسویں صدی عیسوی کے مردِ جلیل مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے سب کچھ حاصل کیا ـــــ لیکن بالآخر سب کچھ چھوڑ دیا ـــــ بس قرآن و حدیث کو سینے سے لگایا۔ فلسفہ و منطق میں کھو کر، ذاتِ باری میں موشگافیاں اور جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں گستاخیاں نہ کیں ـــــ قرآن فہمی کے لیئے منطق و فلسفہ کی نہیں، دانشِ نورانی کی ضرورت ہے اور یہ فیض علمائے ربانی سے حاصل ہوتی ہے ـــــ صحابہ کرام منطقی و فلسفی نہ تھے ـــــ فیض یافتۂ مصطفیٰ تھے ـــــ کون کہہ سکتا ہے کہ انھوں نے قرآن و حدیث صحیح نہ سمجھا، ہم سمجھتے ہیں کہ فلسفہ و منطق میں طاق ہیں۔ (نعوذ باللہ!) ـــــ ہرگز نہیں۔ ع

Marfat.com

یہ درد عطا جب ہوتا ہے جب خاص عنایت ہوتی ہے

رنگ برنگ

رنگ برنگ ماحول سے لطف اٹھانے کے لیے اس رحیم وکریم نے رنگ برنگ کی قوتیں عطا فرمائیں ـــــ آنکھ دی، دیکھنے کے لیے کائنات دی. ـــــ کان دیے، سننے کے لیے ہزار عنادل نغمہ خواں دیے ـــــ ناک دی، سونگھنے کے لیے گلہائے رنگارنگ دیے ـــــ زبان دی، چکھنے کے لیے قسم قسم کی کھانے پینے کی چیزیں مہیا کیں ـــــ اور لمس کے لیے وہ کچھ دیا جو گفتنی بھی ہے اور ناگفتنی بھی ـــــ اللہ اللہ کیسا کرم فرمایا ـــ! اور کیا کچھ دیا! ـــــ

قدرت کی آغوش میں رہنے والا انسان کبھی بگڑ نہیں سکتا ـــــ قدرت ہمارے حواس کی اعتدال کے ساتھ پرورش کرتی ہے اور ایسے کردار کو پروان چڑھاتی ہے جو دیکھنے دکھانے کی چیز ہوتا ہے ـــــ لیکن افسوس ہم نے قدرت کے اشاروں کو نہ سمجھا ـــــ آنکھیں بند کرلیں اور بڑے بڑے شہروں کو بسایا، جہاں فتنے پروان چڑھتے ہیں ـــــ جہاں ایمان پر ڈاکے ڈالے جاتے ہیں ـــــ جہاں متاعِ عشق ومحبت کو لوٹ لیا جاتا ہے ـــــ اس امینِ عشق ومحبت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی لیے بڑے شہر آباد کرنے سے منع فرمایا ـــــ جب یہ بات شاعر مشرق اقبال نے اٹلی کے مسولینی کو سنائی تو وہ پھڑک اٹھا اور کہا کہ بے شک رسولِ کریم نے سچ کہا ـــــ

ایک افکار کی دنیا ہے ـــــ اور ایک اعمال کی دنیا ہے ـــــ ان دونوں جہانوں میں ہر مشاہدہ اور ہر کیفیت اپنا ایک خاص اثر رکھتی ہے ـــــ کبھی کبھی تو قیامت کا اثر دکھاتی ہے ـــــ ان کیفیات ومشاہدات پر کنٹرول ضروری ہے ـــــ قدرت نے بھی کنٹرول رکھا ہے ـــــ وہ نہیں دکھایا جو قیامت میں دکھایا جائے گا ـــــ وہ نہیں سنایا جو قیامت میں سنایا جائیگا ـــــ وہ نہیں سونگھایا جو جنت ودوزخ میں سنگھایا جائے گا ـــــ وہ نہیں چکھایا اور کھلایا جو جنت ودوزخ میں چکھایا اور کھلایا جائے گا.

یہ سب کچھ ہے لیکن ہم نے کس بات سے سبق نہ سیکھا ـــــ وہی کیا جو عقلِ نارسا نے سکھایا

Marfat.com

وہ نہ کہا جو عشق نے بتایا ـــــ ذرا غور کیجئے ـــــ ٹیلی ویژن دیکھئے اور ریڈیو سنیئے ـــــ تلاوتِ کلام پاک بھی ہے، ترجمہ و تفسیر بھی ہے ـــــ فوراً ہی بعد ساز و آواز بھی ہے، رقص و سرود بھی ہے، جھوٹی سچی خبریں بھی ہیں، کھیل کود بھی ہے ـــــ غرض وہ سب کچھ ہے جس سے ایک سیرت الجھ کر رہ جائے ـــــ رنگ برنگ پروگرام ـــــ رنگ برنگ اثرات ـــــ

اسلام نے 'اثر انگیزی' اور 'اثر پذیری' کی اس دنیا کو اچھی طرح سمجھا ہے ـــــ ہر اس چیز کو منع کیا ہے جو سیرت کو الجھا کر اور مٹا کر رکھ دے ـــــ اور ہر اس چیز پر زور دیا ہے جو سیرت کو روشن اور تابناک بنا دے۔

ظاہر و باطن

ظاہر حسین، باطن حسین تر ـــــ یہی قدرت کا اصول ہے ـــــ پھلوں کو دیکھئے، ظاہر حسین ہے مگر باطن حسین تر ـــــ پہاڑوں کو دیکھئے، ان کا ظاہر جمال و جلال سے آراستہ ہے لیکن باطن حسن و جمال کی دولت سے مالا مال ـــــ سمندروں کو دیکھئے، ان کا ظاہر حسین و جمیل مگر باطن جمال و رعنائی سے بھرپور ـــــ آسمانوں کو دیکھئے، ان کا ظاہر کیسا دلنشیں اور دلفریب مگر باطن حسین سے حسین تر ـــــ کائنات کو دیکھئے کتنی حسین ہے لیکن روح کائنات حسین تر ـــــ انسان بھی پیکر حسن و جمال ہے ـــــ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ـــــ اس کا ظاہر حسین ہے، حسن و جمال صرف خدوخال میں نہیں، صورت تخلیق خود حسن و جمال کا ایک عظیم شاہکار ہے ـــــ اس حسن ظاہر کے بعد پھر کس جمال و زیبائی کی ضرورت ہے؟ ـــــ لیکن ہم نے اس حقیقت کو نہ سمجھا اور سعیٔ لاحاصل میں گرفتار ہو گئے ـــــ اونچے اونچے محلوں، لمبی لمبی کاروں، انمول و گراں بہا کپڑوں کو حسن ظاہر کا سامان سمجھا ہے ـــــ یہ تو فریب نفس ہے، کچھ نہیں۔ ع بتانِ وہم و گماں لا الٰہ الا اللہ

کیا تم نے نہ دیکھا؟ ـــــ حسین و جمیل پھل، اندر سے سڑا ہوا نکلتا ہے تو پھینک دیتے ہیں اور یہ خیال بھی نہیں کرتے کہ باہر سے کتنا حسین ہے ـــــ ہم خود حسنِ باطن کے متلاشی ہیں لیکن حسنِ باطن سے خالی ہیں ـــــ سڑے ہوئے پھلوں کے ساتھ جو ہم سلوک کرتے ہیں، گھن

Marfat.com

لگی ہوئی قوم کے ساتھ مورّخ بھی سلوک کرتا ہے۔

ایک وہ تھے جن کے پاس پھٹے پرانے، پیوند لگے کپڑے تھے ___ وہ سمجھتے تھے کہ حسنِ تخلیق کے بعد پھر کسی حسن کی حاجت نہ رہی ___ ان کا باطن اتنا حسین تھا کہ حسن و آفتاب و ماہتاب بھی اس کے سامنے ہیچ نظر آتا ہے۔

اے فریب خوردہ شاہینو! ___ ظاہری سج دھج پر نہ جاؤ، باطن کی خبر لو ___ آنکھیں بے نور ہو رہی ہیں، سینے ویران ہو رہے ہیں ___ دل ڈوب رہے ہیں، چل چلاؤ ہے ___ ٹھہرو ٹھہرو! ___ روکو روکو! ___ زندگی کو رائیگاں نہ جانے دو ___ ع

ایسا کچھ کر کے چلو یاں کہ بہت یاد رہو

خاک باد و پائندہ باد!

جو خاک ہو گیا، وہ زندہ ہو گیا ___ مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا ___ ہاں مرنے سے پہلے مر جاؤ ___ خاک ہونے سے پہلے خاک ہو جاؤ ___ آرزوؤں کو تج دو کہ موت دراصل آرزوؤں کی موت ہے ___ ہاں موت کو نہ آنے دو، زندہ ہو جاؤ! ___ چلتے پھرتے اٹھالئے جاتے ہیں ___ مگر شہیدوں کی بات اور ہے ___ وہ جان کھو کر جان پاتے ہیں ___ وہ زندگی دے کر زندہ ہوتے ہیں ___ وہ خاک میں مل کر گل گلزار ہوتے ہیں۔

دیکھو دیکھو! ننھے سے بیج کو دیکھو! خاک میں مل کر کیسے کیسے گل کھلاتا ہے! کیسی آن بان سے ابھرتا ہے اور کیسی شان سے پھلتا پھولتا ہے! ___ ان ننھے ذروں کا یہ عالم ہے تو اس انسان کا کیا عالم ہوگا جس نے خود کو خاک میں ملایا ہو! ___ وہ کیوں نہ ابھرے گا؟ ___ وہ کیوں نہ پھلے پھولے گا؟

ہاں دیکھو وہ تاجدار دو عالم ہے لیکن کیسا سادہ مزاج، سادہ گفتار، سادہ رفتار، سادہ لباس ___ وہ خاکساران جہاں کا سردار ہے لیکن خود کیسا خاکسار، کیسا مسکین اور کیسا غریب! ___ وہ مسکینوں کا آسرا ہے، وہ غریبوں کا سہارا ہے ___ اس نے دنیا میں جو کچھ حاصل کیا سب کچھ

Marfat.com

لٹا دیا، پاس کچھ نہ رکھا ـــــ جس کے غلام آج شاہی محلوں میں رہتے ہیں، ان کا آقا چھوٹے سے مٹی کے حجرے میں رہتا ہے ـــــ زمین پر سوتا تھا ـــــ جسم نازنیں خاک آلود ہو جایا کرتا تھا ـــــ لیکن دیکھو دیکھو رفعتیں اس کی بلائیں لے رہی ہیں ـــــ زندگی قدم چوم رہی ہے ؎

ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے ترا ذکر ہے اونچا تیرا

وہ زندہ و پائندہ ہے ـــــ اس کے در سے زندگی مل رہی ہے۔ ہاں آؤ اے مغروران جہاں آؤ! نخوت و غرور کو تج دو ـــــ خاکسار بن جاؤ ـــــ خاک ہو جاؤ ـــــ زندگی تمہارا انتظار کر رہی ہے ـــــ عظمتیں تمہارے استقبال کے لئے کھڑی ہیں ـــــ رفعتیں تمہاری آمد کا اعلان کر رہی ہیں۔

مقصد و بے مقصد

خالقِ کائنات نے کائنات کو بنایا اور ایک ایک ذرّے میں کوئی نہ کوئی تخلیقی حکمت رکھی ـــــ دانا و بینا بے مقصد چیزیں نہیں بنایا کرتے ـــــ سنت الٰہی پر عمل کرتے ہوئے ہمارا قول و عمل حکمت پر مبنی ہونا چاہیئے ـــــ ادب میں مقصدیت اور عدم مقصدیت پر ایک طویل بحث چھڑی یا چھیڑی گئی ـــــ مقصدیت کے مخالفین نے فرمایا کہ مقصدیت سے آرٹ کا کیف و سرور ختم ہو جاتا ہے اور آرٹ، آرٹ نہیں رہتا، ـــــ سبحان اللہ! کیسی عجیب بات کہی ـــــ کیا قرآن کریم کا مطالعہ نہیں کیا؟ ـــــ ادب کا عظیم شاہکار ہے اور کیف و سرور سے معمور ـــــ ایسا شاہکار جس نے چودہ سو برس سے تمام انسانوں کو عاجز کر رکھا ہے ـــــ اور کیا مناظرِ قدرت کو نہ دیکھا؟ ـــــ ایک ایک منظر فن کا اعلیٰ نمونہ اور کیسا کیف آور اور کیسا دلفریب! لیکن رگ گل تک میں مقصدیت کارفرما ہے ـــــ فن کار کا کمال ہی یہ ہے کہ مقصد کو کیف آور بنا دے ـــــ اتنا با کیف کہ لوگ مبہوت ہو کر اس کے مقصد میں گم ہو جائیں۔

قدرت کے 'اصولِ مقصدیت' سے بہت سوں نے سبق سیکھا لیکن جن کو یہ اصول

Marfat.com

سکھایا گیا تھا اور یہ کر دیا گیا تھا' وہ غافل ہو گئے ــــــ اپنے معاشرے پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالئے اور پھر دیکھئے تو اکثر باتیں بے مقصد نظر آئیں گی ــــــ تمام شعبہ ہائے زندگی کو چھوڑیئے صرف تعلیمی اور ابلاغی شعبوں کو لیجئے اور اپنے دل سے پوچھتے جایئے ــــــ نصاب تعلیم کا کیا مقصد ہے ــــــ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے پروگراموں کا کیا مقصد ہے؟ ــــــ اخبارات اور رسائل حشرات الارض کی طرح کیوں نکل رہے ہیں؟ ــــــ تصنیف و تالیف کے کیا مقاصد ہیں؟ ــــــ وغیرہ وغیرہ انفرادی اور ذاتی مقاصد کے سوا کوئی اجتماعی مقصد نظر نہ آئے گا ــــــ مستثنیات کی بات الگ ہے ــــــ بعض چیزیں تو محض بے کار و بے فائدہ نظر آئیں گی ــــــ بعض چیزوں میں تسکین شہوت کے سامان نظر آئیں گے ــــــ بعض چیزیں لہو و لعب سے زیادہ کچھ نہ معلوم ہوں گی۔ ــــــ بعض چیزوں میں خود غرضی اور چاپلوسی کی بو محسوس ہو گی ــــــ اور بعض چیزیں انتشار فکر و عمل کی غماز ہوں گی۔

شاید آپ کو یہ سن کر حیرت ہو ــــــ واشنگٹن میں ایک عظیم لائبریری ہے جہاں ہر ملک سے شائع کیا جانے والا لٹریچر فراہم کیا جاتا ہے' پھر اس لٹریچر کو ماہرین کی ایک جماعت مطالعہ کرتی اور لٹریچر کے ذریعے اقوام عالم کے قومی مقاصد معلوم کرتی ہے ــــــ کہاں کہاں طلوع سحر کی چمک دمک ہے اور کہاں کہاں غروب آفتاب کی تاریکیاں! ــــــ اس ذہنی پس منظر میں ہر ملک کے لئے سیاسی علاج تجویز کیا جاتا ہے اور اس طرح عالم کی زمام کار ایک ہاتھ میں آجاتی ہے ــــــ کیا آپ نے سقوط ڈھاکہ سے قبل بی۔بی۔سی لندن کی کارگزاریاں نہ دیکھیں ــــــ ہزاروں میل کے فاصلے سے جب پروگرام کو ایک سمت موڑا تو ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے ــــــ جس ملک میں 'مقصدیت' کی افادیت کو نہ سمجھا گیا وہ ملک بہت جلد دوسروں کے زیر نگیں ہو جاتا ہے ــــــ اللہ تعالٰی ہم کو اس روز بد سے بچائے' آمین ــــــ لیکن اپنی انفرادی اور اجتماعی ترقی کے لئے ہر چیز کو بامقصد بنانا ہو گا اور ان افراد کو بلا کسی تعصب و تنگ دلی کے آگے لانا ہو گا جو اس مہم میں قوم و ملک کی مدد کر سکیں ــــــ مسئلہ چند افراد کے پالنے پوسنے

Marfat.com

کا نہیں، قوم کی تعمیر نو کا ہے ـــــ اور تعمیر میں ہنر مندوں اور فنکاروں کی پوچھ ہوتی ہے، نکموں کی نہیں ـــــ ایک معمولی عمارت کی تعمیر میں کیسی کیسی احتیاط برتی جاتی ہے تو پھر تعمیر ملت میں ذرّہ بھر غفلت پوری قوم کو ہلاک کر سکتی ہے ـــــ

مقصدیت سے دو عظیم فائدے ہیں ـــــ وقت بچ جاتا ہے ـــــ اور بہت کچھ حاصل ہو جاتا ہے ـــــ مقصد سامنے نہ ہو تو وقت ضائع ہوتا چلا جاتا ہے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا ـــــ قوم جس منزل سے گزر رہی ہے اس میں یہ اصول سامنے رکھنا چاہیئے

"کم سے کم وقت اور کم سے کم پیسوں میں بہت کچھ حاصل ہو جائے"

یہ اصول سامنے رکھیئے اور زندگی کے ہر شعبے میں اصلاح کیجئے ـــــ اس اصول کی تشریح و تفسیر قرآن کریم و حدیث میں موجود ہے ـــــ ملک چین نے اصول شریعت میں سے صرف چند اصولوں کو سامنے رکھا اور وہ پھل پایا کہ دنیا عش عش کر اٹھی ـــــ "اپنی مدد آپ کریں گے کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلائیں گے" ـــــ "سادہ زندگی بسر کریں گے، روکھا سوکھا کھائیں گے" ـــــ بظاہر معمولی اصول ہیں لیکن افادیت کے لحاظ سے عظیم ہیں ـــــ جس قوم کو ہاتھ پھیلانے کی عادت پڑ جائے اور جس کی زندگی میں سادگی کی جگہ تکلف و تعیش لے لے، پھر اس کا اللہ ہی مالک ہے ـــــ وہ اپنے پیروں پر کھڑی نہیں ہو سکتی بلکہ دوسروں سے اپنے تحفظ کی ضمانت مانگتی ہے اور تحفظ کی ضمانت وہی دے سکتا ہے جس کے قبضہ قدرت میں ہماری جان ہے ـــــ موٹی سی بات ہے ـــــ سمجھنے کی بات ہے ـــــ دل میں رکھنے کی بات ہے ـــــ

استاد و فنکار

استاد ایک وجود بناتا ہے ـــــ فنکار ایک چیز بناتا ہے ـــــ بناتے دونوں ہیں لیکن بنانے بنانے میں زمین و آسمان کا فرق ہے ـــــ شخصیت کی افادیت دائمی ہے ـــــ چیز کی افادیت عارضی ہے۔

غور کیجئے اسمبلیوں میں، دفتروں میں، دکانوں میں، ملوں میں، کارخانوں میں، ہواؤں میں، فضاؤں میں، بحر و بر میں استاد کا فیض جاری ہے ـــــ بہت کم ایسے ملیں گے جو استاد کے

Marfat.com

فیض سے محروم ہوں گے ___ لیکن معاشرے کے اس حیرت انگیز فرد کو اس طرح بھلا دیا گیا تھا کہ جیسے وہ تھا ہی نہیں ___

خلیفہ ہارون الرشید باآں طنطنۂ شاہی اپنے استاد کی دل و جان سے قدر کرتا تھا اور اس کی خدمت اپنی سعادت سمجھتا تھا ___ امین اور مامون نے باآں نازِ شہزادگی اپنے استاد کی جوتیاں اٹھائی ہیں ___ اور دور کیوں جایئے، خود ہندستان میں اکبر بادشاہ نے باآں جاہ و جلال اپنے معلّم کی جوتیاں سیدھی کی ہیں ___ اور شاہجہاں نے ملّا عبدالحکیم سیالکوٹی کو کئی بار چاندی سے تلوایا ہے اور یہ سب ڈھیر اُن کی خدمت میں نذر کر دیا ہے ___ اورنگزیب باآں قوت و جبروت دست بستہ اپنے معلّم روحانی خواجہ سیف الدین کے پیچھے پیچھے چلا کرتا تھا اور یہ عزت دوقار دل سے تھا ___

استاد علم و دانش کا سرچشمہ تھا ___ اس کے پاس سب آتے تھے، وہ کسی کے پاس نہ جاتا تھا ___ وہ کسی کی خوشامد نہ کرتا تھا ___ وہ کسی کے آگے ہاتھ باندھ کر کھڑا نہ ہوتا تھا ___ اس کو چھوٹے موٹے افسروں کی توقیر و تکریم کے لئے مکلّف نہ کیا جاتا تھا ___ وہ افسروں سے بہت اونچا تھا ___ وہ افسروں سے بے نیاز تھا ___ وہ افسروں کا افسر تھا ___ شاہانہ بسر کرتا تھا ___ وہ فقیروں کی طرح اپنی تنخواہ کے لئے جلوس نہ نکالتا تھا ___ اور شکم پروری کے لئے بھوک ہڑتال پر مجبور نہ کیا جاتا تھا ___ اس کے حاکموں کو اس کے احسانِ عظیم کا پورا پورا احساس تھا ___ اس کو اتنا دیا جاتا تھا کہ وہ بے نیاز ہو جاتا تھا ___ ان کو معلوم تھا کہ ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا ___ دماغ اس نے روشن کئے ___ دل اس نے روشن کئے ___ اور دنیا اس نے جگمگائی ___

اسلامی دور میں استاد کی جو قدر و منزلت کی گئی، کوئی کر کے تو دکھائے ___ اس کی خدمات اتنی عالی ہیں کہ اس کو تنخواہ نہیں ملتی تھی کہ تنخواہ ملازم کو دی جاتی ہے اور اپنے محسن کو ملازم بنانا انسانیت و شرافت کی تذلیل ہے ___ ہاں نذر پیش کی جاتی تھی ___ پھر وہ

Marfat.com

دور آیا کہ استاد غلام بن گئے ـــــ بعضوں نے غلامی کا جوا اتار پھینکا اور فقیرانہ بسر کی ـــــ یہ اہلِ ہمت تھے ـــــ ایک صدی سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے استاد کے سر سے غلامی اور نکبت کے سائے نہ ہٹے ـــــ ایک طرف قوم کی احسان فراموشی کا یہ عالم ہے اور دوسری طرف قدردانی کا یہ عالم کہ فنکار روپوں میں کھیل رہے ہیں ـــــ بعض تیر رہے ہیں اور بعض غوطے لگا رہے ہیں ـــــ جو جی میں آرہا ہے کر رہے ہیں ـــــ کوئی پرسانِ حال نہیں۔

اے اہلِ وطن! محسنوں کو فراموش نہ کرو ـــــ وہ جنہوں نے تم کو جینا سکھایا ـــــ تم بے خبر تھے، تم کو باخبر کیا ـــــ تم بصارت سے محروم تھے، تم کو بصارت دی ـــــ تم کو بصیرت دی ـــــ تم کو خود آشنا کیا ـــــ تم کو خدا آشنا کیا۔

العوام کالانعام

مشہور کہاوت ہے ـــــ "عوام چوپایوں جیسے ہیں" ـــــ یہ بات کچھ عجیب سی ہے ـــــ دل کو نہیں لگتی ـــــ لیکن دورِ جدید میں عوام کا طرزِ عمل اس کی صداقت پر گواہ ہے ـــــ چوپائے ہم جنسوں سے محبت کرتے ہیں مگر عوام یہ نہیں کرتے ـــــ وہ خود غرض نہیں، خود کھاتے ہیں، سب کو کھلاتے ہیں ـــــ یہ خود غرض ہیں، خود کھاتے ہیں، کسی کو نہیں کھلاتے بلکہ اگر بس چلے تو دوسروں کو بھی کھا جائیں ـــــ وہ اپنے رہبر کے پیچھے پیچھے جاتے ہیں یہ ہر ایک کی ٹانگ کھینچتے ہیں۔

چوپائے کسی قانون کے پابند نہیں لیکن پھر بھی کتنے ذمہ دار اور اطاعت شعار ہیں۔ لیکن عوام ساری پابندیوں اور ذمہ داریوں کے باوجود غیر ذمہ دار ہیں ـــــ بات کہاں سے کہاں پہونچ گئی ـــــ کہا تو یہ گیا تھا کہ "عوام چوپایوں جیسے ہیں" ـــــ لیکن دورِ جدید کے عوام نے ایک قدم اور آگے بڑھایا ـــــ چوپائے پیچھے رہ گئے اور وہ آگے بڑھ گئے۔ ـــــ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اے رفیقو! اور اے ساتھیو! ـــــ تم نے یہ کیا کیا؟ ـــــ اپنا جائزہ لو ـــــ اک اک ادا کو دیکھو ـــــ تم تو انسان ہو ـــــ ہاں انسان! ـــــ وہی انسان جو مسجودِ

Marfat.com

ملائک تھا ـــــ وہی انسان جس نے مہر و پروین پر کمند پھینکی ہے ـــــ پھر یہ کیا ہوا کہ تم حیوانوں سے بھی گئے گزرے ہو گئے ـــــ بڑھو بڑھو اور انسانیت کی لاج رکھ لو! ـــــ

صورت و سیرت

پہلے لوگ سیرتوں پر جان چھڑکتے تھے، اب صورتوں پر مرتے ہیں ـــــ تلک الایام نداولها بین الناس ـــــ

نوجوانوں کو دیکھئے، صورت ہی صورت نظر آئے گی ـــــ شاندار کپڑے ـــــ پھیلے پھیلے، اونچے اونچے جوتے ـــــ لمبے لمبے بال ـــــ بڑی بڑی مونچھیں ـــــ داڑھی کی ضرورت نہیں کہ سنتِ رسول ہے ـــــ وہ بھی کریں تو کیا کریں کہ ہر شخص صورت کی طرف لپکتا ہے، ـــــ سیرت کس نے دیکھی ہے؟ ـــــ سب صورتوں میں لگے ہیں اور سیرتیں معدوم ہو رہی ہیں ـــــ جسم بے جان ہو چکے ہیں، لاشے پڑے ہیں ـــــ یہ شہر خوباں نہیں، شہر خموشاں ہے ـــــ انا للہ وانا الیہ راجعون ـــــ استغفر اللہ! دل سجیں نہ سجیں، گھر ضرور سجیں گے ـــــ شاندار عمارتیں مگر چند سانسوں کی مہمان ـــــ سیرتوں کی دنیا، صورتوں کی دنیا بن کر رہ گئی اور صورتوں کا حال مت پوچھئے ـــــ

نقش فریادی ہے کس کی شوخیٔ تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا

خوف و احترام

کیا اچھا اصول ہے، خدا سے ڈرتے رہو اور خدا ترس حاکموں کا احترام کرتے رہو ـــــ مگر اس اصول کو بھلا دیا گیا اور بات الٹی ہو گئی ـــــ خدا کا احترام کرتے ہیں اور حاکموں سے ڈرتے ہیں، خوف کھاتے اور لرزہ براندام ہوتے ہیں ـــــ جاہل نہیں، پڑھے لکھے لوگ ـــــ

فلاں صاحب تشریف لانے والے ہیں، فلاں مہینے میں، فلاں دن، فلاں وقت ہشیار، خبردار! ـــــ بھائی تم کیوں شرک خفی میں مبتلا ہو رہے ہو اور دوسروں کو بھی مشرک بنا رہے ہو ـــــ تم بندگی اور انسانیت کو کیوں رسوا کر رہے ہو ـــــ خوابِ غفلت سے

Marfat.com

جاگو ـــــ فقیرِ غیور کی حقیقت سمجھو' اپنا حساب کرتا، بیچ کر رکھو اور بس خدا سے ڈرتے رہو ـــــ غیر خواہ کتنا ہی جابر و قاہر اور بدتمیز کیوں نہ ہو' اس کا خوف دل میں نہ آنے دو کہ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ عَرْشُ اللّٰهِ ـــــ اس عرش پر ہر گستاخ کو قدم نہ رکھنے دو ـــــ ہاں جو احترام کا وہ مستحق ہے' اس میں کمی نہ کرو کہ حقیقی مساوات یہی ہے ـــــ جس کا جو حق ہے' وہ اس کو ملنا چاہیئے۔

تعریف و تنقیص

کیسی اچھی نصیحت ہے ـــــ سامنے ایک ایک کا عیب گناؤ ـــــ پیٹھ پیچھے کچھ نہ کہو ـــــ بڑی جرأت کی بات ہے' بڑے حوصلے کی بات ہے ـــــ بزدلی یہ ہے کہ سامنے ماشاءاللہ' سبحان اللہ! اور پیٹھ پیچھے لاحول ولاقوۃ ـــــ چاپلوسی اور خوشامد کے کیسے کیسے طریقے ایجاد کئے ہیں ـــــ سپاسنامہ' ـــــ سبحان اللہ! ـــــ پہلے شعراء قصیدے لکھتے تھے' اب وہ شعراء تو نہیں رہے' ـــــ نثر ہی مدح وثنا کی بانی ہے ـــــ رائی کا پہاڑ بنایا جاتا ہے ـــــ ظالم کو مظلوم اور مردود کو محبوب دکھایا جاتا ہے ـــــ ہر وہ تعریف کی جاتی ہے جس سے اس کی سیرت بیگانہ ہے ـــــ یہ سب کچھ ایک حرفِ مدعا کے لئے ہوتا ہے جو کبھی ظاہر ہوتا ہے اور کبھی پوشیدہ ـــــ قربان جایئے اس رسولِ صادق و امین کے جس نے فرمایا کہ اگر کوئی تمہارے سامنے تمہاری تعریف کرے تو اس کے منہ پر خاک ڈال دو' اللہ اللہ! کہاں صداقت و شجاعت کا یہ سبق اور کہاں بزدلی اور کذب بیانی کے یہ مشغلے!

اہتمامِ لفظ

ایک 'لفظ' کے ظہور و وجود میں کتنے معاونین کی ضرورت ہوتی ہے ـــــ ذرا غور تو کریں ـــــ دل' دماغ' چشم' دست' قرطاس' قلم روشنائی ـــــ اور لوح و قلم کے پیچھے ـــــ ظہور سے پہلے وجود تک ایک طویل عمل ہے ـــــ اور پھر وجود سے ظہور تک ایک طویل راہ ہے ـــــ ان مسافتوں سے گزر کر 'لفظ' ہمارے سامنے آتا ہے ـــــ وہ ہمارے افکار و خیالات کا دھندلا سا عکس ہوتا ہے ـــــ دھندلا

Marfat.com

سا اس لئے ہم کہتے ہیں، کہہ نہیں پاتا۔

ایک لفظ 'محبّت' ہی پر غور کیجیے، اس کے معنی سب کو معلوم ہیں لیکن اس کے اتار چڑھاؤ تو دیکھئے ____ نسبتوں سے عجیب انقلاب آجاتا ہے ____ جس کو ہم محسوس کر سکتے ہیں، بتا نہیں سکتے کہ دل کی زبان الگ اور زبان کی زبان الگ ____ یہ وہ راز ہے جو اہل زبان ہی سمجھ سکتے ہیں مال و دولت کی محبّت ____ ملک و ملت کی محبّت ____ دوستوں کی محبّت ____ عزیز و رشتہ داروں کی محبّت ____ بہن بھائیوں کی محبّت ____ والدین کی محبّت ____ اولاد کی محبّت پیر و مرشد کی محبّت ____ اولیاء اللہ کی محبّت ____ رحمۃ للعالمین کی محبّت ____ رب العالمین کی محبّت ____

ہر جگہ لفظ 'محبّت' ہے لیکن نسبتوں سے اس کے معنی میں زمین و آسمان کا فرق آگیا ہے ____ ہر جگہ ایک لفظ ضرور ہے، ایک معنی نہیں ____ ہم دل کی بات نہیں بتا سکتے، صرف اشارہ کرتے ہیں اور انھیں اشاروں کو باتوں سے تعبیر کرتے ہیں ____ بات کی بات بہت اونچی ہے ____ اس پر قدرت حاصل ہو جائے تو انسان، انسان بن جائے۔

رجعت پسندی یا معقولیت پسندی

معقولیت پسندی کو جدّت پسند ____ قدامت پرستی اور رجعت پسندی کا نام دیتے ہیں ____ شاید ان کو نہیں معلوم کہ قدرت خود رجعت پسند ہے اور قدامت پرست بھی ____ جو چاند کل چمکا تھا، آج بھی چمک رہا ہے ____ جو آفتاب کل طلوع ہوا تھا، آج بھی طلوع ہو رہا ہے ____ جو بادل کل برسا تھا، آج بھی برس رہا ہے ____ جو کلی کل کھلی تھی آج بھی کھل رہی ہے ____ جو باد بہاری کل چلی تھی، آج بھی چل رہی ہے ____ جو دریا کل رواں تھا، آج بھی روانی پر ہے۔

اے جدّت پسندو! تم فطرت سے کیوں نہیں پوچھتے کہ تجھ کو کیا ہوا؟ جو کل ہوا تھا، آج کیوں ہو رہا ہے؟

Marfat.com

جدّت پسندی اچھی بات ہوتی تو قدرت اپنے اصولوں کو توڑ توڑ کر نئے نئے اُصول وضع کرتی اور روز نئے نئے کرتب دکھاتی ـــــ لیکن جو کچھ دکھایا جارہا ہے، ایک ازلی اصول وضابطہ کے تحت ـــــ یہ رجعت پسندی نہیں معقولیت پسندی ہے ـــــ اور جب قدرت جدّت پسند ہوگی تو نہ پوچھو کیا ہوگا؟ ـــــ چاند ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے گا ـــــ پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجائیں گے ـــــ اور وہ کچھ ہوگا جو انسان کے خواب وخیال میں بھی نہیں ـــــ

اے جدّت پسندو! پھونک پھونک کر قدم رکھو، کہیں قیامت نہ آجائے ـــــ تمہاری جدّت پسندی سے بڑے شہروں میں قیامت آچکی ہے ـــــ عقل وخرد سے کام لو ـــــ قدرت کے اشاروں کو سمجھو اور اس کے حکم سے سرتابی نہ کرو!

بات جدّت پسندی وقدامت پرستی کی نہیں ـــــ بات معقولیت پسندی کی ہے ـــــ بات افادیت وانتفاعیت کی ہے ـــــ بات بننے اور سنورنے کی ہے ـــــ جو بات فطرت کے ازلی اصولوں کے خلاف ہو ـــــ جو بات خدا اور رسولِ خدا کے خلاف بغاوت وسرکشی ہو، ہرگز ہرگز معقول نہیں اور جو معقول نہیں وہ کتنی ہی جدید کیوں نہ ہو مردود ہے ـــــ ٹھکرا دینے کے لائق ہے ـــــ عقل بھی یہی کہتی ہے اور دل بھی یہی کہتا ہے۔

دِل

کیسی مبارک گھڑی ہوگی جب دل نے یہاں قدم رکھا ـــــ اجنبی اجنبی، حیران حیران، پریشان پریشان ـــــ کبھی ابھرتے آفتاب کی طرف لپکا مگر وہ تو غروب ہونے لگا ـــــ کبھی بڑھتے ماہتاب کی طرف لپکا مگر وہ تو گھٹنے لگا ـــــ کبھی گھنگھور گھٹاؤں کی طرف لپکا مگر وہ تو چھٹنے لگیں ـــــ کبھی کھلتے پھولوں کی طرف لپکا مگر وہ تو مرجھا مرجھا کر بکھرنے لگے ـــــ کبھی مال ودولت کی طرف لپکا ـــــ کبھی بیوی بچوں کی طرف لپکا ـــــ کبھی رنگ ونسل کی طرف لپکا ـــــ کبھی تہذیب وتمدن کی طرف لپکا ـــــ کبھی ملک وملت کی طرف لپکا۔

ننھا سا دل ـــــ سرگرداں، پریشاں، حیراں ـــــ قدرت کو ترس آیا ـــــ رہبری

Marfat.com

کے لئے راہبروں کو بھیجا ـــــ انھوں نے اس وحشی کو پکارا، چمکارا اور پھر دھیرے دھیرے راہ پر لگا دیا ـــــ انھوں نے بتایا دل لگانے کے قابل وہی ہے جس نے دل کو بنایا، جس نے سب کچھ بنایا ـــــ سب کچھ دکھایا ـــــ سب کچھ سُنایا ـــــ سب کچھ سمجھایا ـــــ سب کچھ چکھایا چشم و گوش اور عقل و دل سب ہی کو نوازا ـــــ وہ کیسا رحیم ہے ـــــ وہ کیسا کریم ہے! کسی کو محروم نہ رکھا ـــــ

ہاں اے دل والو! دل لگاؤ کہ یہ لگانے کی چیز ہے ـــــ بے کار نہ رہنے دو کہ بیکار رہا تو پھر دل کہاں رہا! ؎

دلِ مردہ، دل نہیں ہے اسے زندہ کر دوبارہ
کہ یہی ہے امتوں کے مرضِ کہن کا چارہ

یہ ذرّے!

ذرّے اڑ رہے ہیں ـــــ ہاں اڑ رہے ہیں ـــــ چمک رہے ہیں ـــــ بکھر رہے ہیں ـــــ رواں دواں ہیں ـــــ کون ہیں؟ ـــــ کہاں سے آئے ہیں؟ ـــــ کہاں جا رہے ہیں؟ ـــــ کیوں پریشان ہیں؟ ـــــ کس کی تلاش میں سرگرداں ہیں؟

دیکھو یہ عمارت کتنی شاندار تھی ـــــ یہاں کیسی چہل پہل تھی ـــــ اس کو کس کی نظر کھا گئی؟ ـــــ یہ خاک میں کیوں مل گئی؟ ـــــ کہیں یہ ذرّے اس کا فسانۂ غم تو نہیں سنا رہے؟ ـــــ ہاں سنو سنو! ذرّوں کی زبان بن کر یہ عمارت کیا کہہ رہی ہے؟

دیکھو وہ جوان کتنا حسین و رعنا تھا ـــــ اس پر ہر ایک کا دل لوٹے جاتا تھا ـــــ اب وہ بوڑھا ہو چکا ہے ـــــ اب اس میں وہ کشش نہ رہی ـــــ ہاں دیکھو دیکھو اس کی میت جا رہی ہے ـــــ اب وہ خاک میں ملایا جا رہا ہے ـــــ کہیں یہ ذرّے اس کے جسم ناتواں کے سہارے تو نہیں؟ ـــــ کہیں یہ ذرّے غازۂ حسن و جمال تو نہیں؟

دیکھو یہ بیل بوٹے کتنے خوب صورت تھے ـــــ ایک ایک پھول رشکِ صد جنت

Marfat.com

تھا ـــــ خزاں کیا آئی، سب کو خاک میں ملا کر رکھ دیا ـــــ کہیں یہ ذرّے ان پھولوں کی داستانِ خونچکاں تو نہیں؟

دیکھو وہ بلبلِ ہزار داستاں ابھی ابھی چہچہا رہا تھا ـــــ تن بدن سے مسرّتیں پھوٹ رہی تھیں ـــــ لیکن اب اس کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا ـــــ کہیں یہ ذرّے ایک نغمۂ خاموش تو نہیں؟

اللہ اللہ! ایک ایک ذرّہ امینِ راز ہے ـــــ کسی محل کی رونق ہے ـــــ کسی جواں کی رعنائی ہے ـــــ کسی درخت کی بہار ہے ـــــ کسی پرند کا نغمہ ہے ـــــ کسی دکھی کی پکار ہے ـــــ انھیں ذرّوں میں جان پڑی تو محل، محل تھے ـــــ جواں، جواں تھے گل، گل تھے ـــــ اللہ اکبر ؎

زندگی کیا ہے عناصر کا ظہورِ ترکیب
موت کیا ہے انھیں اجزار کا پریشاں ہونا

ہاں یہ کیا کرشمہ ہے کہ ذرّے محلوں کا روپ دھارتے ہیں؟ ـــــ رعنائیوں میں ڈھل جاتے ہیں؟ ـــــ نغموں میں گھل مل جاتے ہیں؟ ـــــ مگر یہ ذرّے تو کچھ نہیں ـــــ پھر یہ سب کچھ کیوں بن جاتے ہیں؟ ؎

ہے تجلی تری سامانِ وجود
ذرّہ بے پرتوِ خورشید نہیں

رفیقۂ حیات

جہاں جاتے ہیں، ساتھ جاتی ہے ـــــ ایک دم جُدا نہیں ہوتی ـــــ قدم قدم پر جان کے ساتھ لگی ہے ـــــ کون؟ ؏

وہ ایک مشتِ خاک کہ صحرا کہیں جسے

"تم کو مٹی سے پیدا کیا اور سارے عالم میں پھیلا دیا" ـــــ "تم کو مٹی سے پیدا کیا اور مٹی میں لوٹا دیا جائے گا" ـــــ اور ہاں ـــــ "اسی مٹی سے پھر اٹھایا جائے گا"

Marfat.com

——اس سے مفر نہیں۔

یہ خاک —— ہاں یہ خاک —— زمین پر پڑی ہے —— ہوا کے دوش پر اڑ رہی ہے —— پیروں تلے مچل رہی ہے —— بڑھ بڑھ کے بلائیں لے رہی ہے —— کہیں ساتھ نہیں چھوڑتی —— بڑی وفادار ہے —— کیسی رفیقۂ حیات ہے! —— ہم الگ تھلگ رہنا چاہتے ہیں —— ہم قلعوں میں، محلوں میں، کوٹھیوں میں، بنگلوں میں بچ بچ کر رہتے ہیں —— مگر وہ الگ تھلگ رہنا جانتی ہی نہیں —— بڑی ملنسار ہے —— بڑی کریم ہے —— بڑی شفیق ہے —— بڑی مہربان ہے۔

ہاں مٹی سے نفرت کرنے والو! —— دیکھو دیکھو عالم کا تاجدار مٹی پر بیٹھا ہے —— دیکھو دیکھو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، جس کی ہیبت سے ایک عالم ترساں تھا، اسی مٹی پر لیٹا ہے —— ہاں مٹی سے پیار کرنا سیکھو کہ لالہ و گل بن کر ابھر سکو —— لیکن وہ پیار نہیں جس نے جنت کو دوزخ بنا دیا ہے —— جس نے شکاری انسان کو خود شکار بنا دیا ہے جس نے غالب کو مغلوب، حاکم کو محکوم اور مختار کو مجبور بنا دیا ہے —— جس نے رہبر کو رہزن بنا کر عظمت پیشوائی کو خاک میں ملا دیا —— نہیں نہیں —— یہ پیار نہیں —— وہ پیار جس نے قلب و نظر کو وسعت بخشی —— جس نے زمین پر ہونے والے سجدوں کو عرش کی رفعت بخشی —— جس نے شاہی میں فقیری کی چاشنی ملائی —— جس نے زمین سے اٹھا کر آسمان تک پہونچا دیا۔

فریادی

نقش ابھر رہے ہیں —— نقش مٹ رہے ہیں —— عجب تماشا ہے —— مظہر کائنات کیا ہے —— سطحِ چرخ مینائی ہے جہاں ستارے چمک چمک کر بجھ رہے ہیں —— یا سطحِ سمندر ہے، جہاں حباب دم لے رہے ہیں اور بے دم ہوئے جا رہے ہیں —— یا صحنِ گلشن ہے جہاں کلیاں چٹک چٹک کر پھول بن رہی ہیں —— اور پھول کھل کھل کر مرجھا رہے ہیں —— یا کوئی گلخن ہے جہاں چنگاریاں اچھل اچھل

Marfat.com

کر نکل رہی ہیں اور تڑپ تڑپ کر دم توڑ رہی ہیں ــــ یا محفل رنداں ہے جہاں خم پہ خم لنڈھائے جا رہے ہیں اور ساغر پہ ساغر چڑھائے جا رہے ہیں ــــ ایک ہنگامہ بپا ہے ــــ ساغر و سبو ٹوٹ ٹوٹ کر بکھر رہے ہیں ــــ ہاں ؎

نقش فریادی ہے کس کی شوخئ تحریر کا؟
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا!

انقلابِ خاموش

ہر چیز متحرک ہے ــــ بظاہر ساکن نظر آتی ہے ــــ مگر متحرک ہے ــــ نباتات کیا، جمادات کیا! ــــ مکانات کیا، محلات کیا! ــــ انسان کیا، حیوان کیا! ــــ درخت سوکھ کر کیوں ٹھنٹھ ہو گئے؟ ــــ پتھر کیوں ریزہ ریزہ ہو گئے؟ ــــ مکان کیوں ڈھے گئے؟ ــــ محل کیوں ویران ہو گئے ــــ یہ سب کچھ ایک دم تو نہیں ہو ــــ خود ہمارے وجود میں شکست و ریخت کا یہ سلسلہ جاری ہے ــــ مگر معلوم نہیں ہوتا ــــ ہر عضو اپنی جگہ سالم ہے ــــ مگر گھل رہا ہے ــــ ہمہ وقت حرکت میں ہے ــــ ہم کو احساس تک نہیں ہوتا ــــ جو آنکھیں دیکھتی تھیں اب بے نور ہوئی جاتی ہیں ــــ جو ہاتھ پکڑتے تھے اب لرزنے لگے ــــ جو پیر چلتے تھے اب کانپنے لگے ــــ جو دماغ سوچتا تھا، اب کھویا کھویا سا رہنے لگا ــــ اللہ اللہ! یہ سب کچھ کیا ہو گیا؟ ــــ ہم کو تو کسی نے ہاتھ بھی نہیں لگایا! ــــ یہ خود بخود کیا ہو گیا؟ ــــ

گلشن کے گلشن ویران ہو گئے ــــ کھیت کے کھیت پامال ہو گئے ــــ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گئے ــــ مکانات بے آباد ہو گئے ــــ محلات ویران ہو گئے ــــ چلتے پھرتے انسان دیکھتے ہی دیکھتے کیا سے کیا ہو گئے ــــ لیکن اس انقلاب خاموش کو کسی نے اپنی آنکھ سے نہ دیکھا۔

اعجازِ قلم

زندگی میں قدم قدم پر وسیلے کی ضرورت ہے ــــ بغیر وسیلے کے ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکتے ــــ آنکھ نہ ہو، دیکھ نہیں سکتے ــــ کان نہ ہو

Marfat.com

تو سن نہیں سکتے ـــــ ناک نہ ہو تو سونگھ نہیں سکتے ـــــ زبان نہ ہو تو چکھ نہیں سکتے اور بول نہیں سکتے ـــــ ہاتھ نہ ہو تو کوئی چیز پکڑ نہیں سکتے ـــــ پیر نہ ہو تو چل نہیں سکتے ـــــ غرض کہاں تک گنایا جائے! ـــــ اللہ اکبر! وسیلے نہ ہوں تو ہم معطل ہو کر رہ جائیں ـــــ وسیلے بغیر گذر نہیں۔

قرآن کہتا ہے کہ قلم نہ ہو تو جو کچھ جاننا چاہیے یا جاننا چاہتے ہو، جان نہیں سکتے ـــــ خدا نے ہاتھ دیئے، انسان نے ہتھیار اٹھا لئے ـــــ قرآن نے للکارا ـــــ اے ہتھیار اٹھانے والے! ذرا قلم تو اٹھا کر دیکھ ـــــ دیکھ یہ کیسے گل کھلاتا ہے ـــــ تیرے ہتھیار کی لالی چھٹ سکتی ہے لیکن اس کی لالی نہیں چھٹ سکتی۔

وہ انسان جس کو ہتھیار اٹھاتے شرم نہ آتی تھی، قلم اٹھاتے شرم آتی تھی ـــــ اس کو قلم پکڑنا سکھایا اور ببانگِ دہل اعلان کر دیا گیا۔

عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ

"ہم نے قلم کے وسیلے سے انسان کو وہ کچھ بتا دیا جو وہ نہ جانتا تھا"

یہ اعلان کیا تھا، ایک انقلاب تھا ـــــ جس نے صور پھونک دیا اور مردہ پیکروں میں جان آگئی ـــــ کاروانِ علم، جس نے نہ جانے کب سے پڑاؤ ڈال رکھا تھا، بڑھنے لگا اور بڑھتے بڑھتے کہاں سے کہاں تک پہونچ گیا!

اس قلم نے بہت سے چولے بدلے ہیں ـــــ اور نئے نئے روپ دھارے ہیں۔ ـــــ سیکڑوں راز کھول دیئے ہیں ـــــ اور کروڑوں بے علموں کو دانائے راز بنا دیا ہے ـــــ کروڑوں درود و سلام ہوں اس محسنِ انسانیت پر جس نے یہ رازِ سربستہ فاش کر کے انسان کو دورِ جاہلیت سے نکال کر فضیلت و علمیت کا اجالا دکھایا۔

ضد و ہٹ دھرمی

وہ نیچے بیٹھتے تھے، ہم اوپر بیٹھیں گے ـــــ وہ پیدل چلتے تھے، ہم سواریوں میں چلیں گے ـــــ وہ جھک کر ملتے تھے

Marfat.com

ہم اکڑ اکڑ کر ملیں گے ـــــ وہ آہستہ چلتے تھے، ہم دوڑ کر چلیں گے ـــــ وہ غریبوں سے ملتے تھے ہم صرف امیروں سے ملیں گے ـــــ وہ نیازمندی سے ملتے تھے، ہم بے نیازی سے ملیں گے ـــــ وہ چھوٹوں پر شفقت کرتے تھے، ہم خود پر شفقت کریں گے ـــــ وہ دوسروں کے لئے کیا کرتے تھے، ہم اپنے لئے کریں گے ـــــ وہ مفت پڑھاتے تھے، ہم پیسے لیکر اور چکا چکا کر پڑھائیں گے ـــــ وہ سب کے کام آتے تھے، ہم کسی کے کام نہ آئیں گے ـــــ وہ پڑوسیوں کا حق جانتے تھے، ہم پڑوسیوں کو نہیں جانتے ـــــ

وہ ڈاڑھی رکھتے تھے، ہم صرف مونچھیں رکھیں گے ـــــ وہ بال منڈواتے تھے، ہم بالوں کا جنگل رکھیں گے ـــــ اور بڑھاتے بڑھاتے ڈاڑھی کی سرحدوں میں داخل کر دیں گے مگر واللہ باللہ ڈاڑھی نہ رکھیں گے ـــــ

وہ سیدھے سادے کرتے پہنتے تھے، ہم رنگ برنگ قمیصیں اور نہ معلوم کیا کیا پہنیں گے ـــــ وہ شلوار اور پاجامہ پہنتے تھے، ہم پتلونیں اڑا اڑا کر رکھی بنیں گے اور نیکر پہن کر عریاں ہوں گے ـــــ

وہ ہلکے سے دروازہ بند کرتے تھے، ہم زور سے بند کریں گے ـــــ وہ آہستہ بیٹھتے تھے ہم زور سے بیٹھیں گے ـــــ وہ کفایت سے خرچ کرتے تھے، ہم بے دریغ خرچ کریں گے ـــــ وہ مستقبل کی فکر کرتے تھے، ہم مستقبل سے بے نیاز رہیں گے ـــــ وہ قرآن شریف پڑھتے تھے، ہم افسانہ و ناول پڑھیں گے ـــــ وہ نعتیں سنتے تھے، ہم صرف فلمی گانے سنیں گے ـــــ وہ خدا کے جلوے دیکھتے تھے، ہم ٹی وی کے جلوے دیکھیں گے ـــــ

اللہ اللہ ! ہم کہاں سے کہاں پہونچ گئے ـــــ ضد و ہٹ دھرمی کا یہ عالم کہیں نہ دیکھا ـــــ اخلاف کو اپنے اسلاف سے اس طرح لڑتے جھگڑتے نہ دیکھا ـــــ اے جوانو! ـــــ اے ماضی کی بہارو اور مستقبل کے سہارو! ـــــ اپنے بزرگوں سے اس طرح نہ روٹھو ـــــ ذرا دیکھو تو سہی انھوں نے کیا پایا اور تم نے کیا کھویا! ـــــ متاعِ کارواں لٹ رہی

Marfat.com

ہے ــــ ذرا ہمت دکھاؤ اور آگے بڑھو ــــ رہزنوں اور لٹیروں کی اصلاح کرو ــــ اور اس روش پر چلو جو سلامتی اور عافیت کے ساتھ تمہیں منزل تک پہونچا دے۔

انسانِ کامل

وہ اپنے حسین و جمیل جواں سال بیٹے کی لاش پر کھڑا ہے ــــ اس کی آنکھوں میں آنسو نہیں ــــ ہمت و استقامت کی چمک ہے ــــ وہ کہہ رہا ہے ــــ "میرے مولیٰ تیرا بندہ تیری رضا پر راضی ہے، ہرگز ہرگز مضطرب نہیں"

وہ کفار و مشرکین کے نرغے میں پھنسا ہے ــــ جانثار بھی ساتھ ہیں ــــ دیکھو ایک سکھ نیام سے تلوار نکال رہا ہے ــــ اور دیکھو دیکھو اس کا فداکار اس کو للکار رہا ہے۔ ــــ اس کے ہاتھ ٹھٹھک گئے ــــ وہ وار نہ کرسکا ــــ مگر یہ سب کچھ ہوا، وہ کوہِ استقامت خندہ پیشانی سے یہ سب کچھ دیکھا کیا ــــ اس کے چہرے پر خوف و دہشت کا نام و نشان تک نہ تھا ــــ وہ اپنے مولیٰ کی یاد میں اتنا مگن تھا کہ دوست و دشمن سے بے نیاز تھا

چاروں طرف کشت و خون کا بازار گرم ہے ــــ بموں کی گھن گرج اور گولیوں کی سنسناہٹ سے کلیجہ منہ کو آرہا ہے ــــ فضاؤں پر موت کے سائے منڈلا رہے ہیں مگر وہ گوشۂ مسجد میں اس طرح خدا کی یاد میں مصروف ہے جیسے یہ قیامت ایک خواب و خیال ہو

نمازِ عید ہونے والی ہے ــــ وزیروں، سفیروں کی آمد آمد کی خبر گرم ہے ــــ وہ اپنے بیٹے کو ہدایت کرتا ہے ــــ "دیکھنا ان وزیروں اور سفیروں کے لئے نماز میں ایک منٹ کی بھی تاخیر نہ کرنا ــــ تم اپنے مولیٰ کے سامنے حاضر ہو ــــ ہاں حضوری کی لاج رکھنا" ــــ

وہ نمازِ عصر کے لئے اٹھا ہے ــــ ابھی کمرے سے باہر نہیں آیا کہ سامنے سے سکھ سٹی مجسٹریٹ زیارت کے لئے حاضر ہو رہا ہے ــــ مصافحہ کرتا ہے اور پیچھے ہٹ جاتا ہے ــــ مگر یہ اپنے مولیٰ کے لئے اٹھنے والا اس کے لئے ایک لمحہ نہیں رکتا ــــ جو قدم مولیٰ کے لئے اٹھ گئے اب وہ پیچھے نہ ہٹیں گے ــــ یہ محراب مسجد کی طرف بڑھ

Marfat.com

رہا ہے ــــ اور وہ دروازۂ مسجد کی طرف جا رہا ہے ــــ ہاں تم نے جلالِ فقیری نہ دیکھا ہو تو اس محرابِ مسجد کی طرف جانے والے فقیرِ بے گلیم کو دیکھو!

وہ نمازِ جمعہ سے فارغ ہو کر دولت کدے کی طرف جا رہا ہے ــــ کچھ دُور نہ گیا تھا کہ مسجد میں بم پھٹنے کی دل دوز آواز سنتا ہے ــــ ہاں وہ مسجد کی طرف لوٹ رہا ہے۔ ــــ وہ اپنے زخمی جاں نثاروں کی تعزیت کر رہا ہے ــــ وہ ان کو دلاسہ دے رہا ہے ــــ وہ موت سے ڈر کر نہیں بھاگا ــــ وہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھ رہا ہے ــــ

کفّار و مشرکین کی نگری میں بیٹھا مسلمان کر رہا ہے ــــ آؤ آؤ! تبلیغ کا ڈھنگ اس سے سیکھو ــــ اس کی ہمّت تو دیکھو ــــ اس کی جرأت تو دیکھو ــــ وہ بیخوف ہے ــــ وہ نڈر ہے ــــ سرکار پوچھ رہی ہے "کیوں مسلمان کرتے ہو"؟ ــــ اور وہ جواب دیتا ہے ــــ "ارے مجھ سے نہ پوچھو کہ کیوں مسلمان کرتا ہوں، اس سے پوچھو کہ وہ کیوں آتا ہے" ــــ منہ بند ہو گئے، زبانیں گنگ ہو گئیں ــــ

وہ پاکستان آیا ہوا ہے ــــ اس کے فداکار کہہ رہے ہیں کہ یہاں آجائیں ــــ ہم پلکوں پر بٹھائیں گے، سینے سے لگائیں گے ــــ مگر وہ کہہ رہا ہے ــــ "غریب مسلمانوں کو اس فقیر کی ضرورت ہے، ان غریبوں کو کس کے بھروسے پر چھوڑ کر چلا آؤں"؟

وہ زیارتِ حرمین کے لئے حاضر ہے ــــ شاہ حجاز اپنے دربار میں بلا رہا ہے ــــ اور وہ پیکرِ عزیمت کہہ رہا ہے ــــ "جو بندہ شہنشاہِ مطلق کے دربار میں حاضر ہوا ہے اس کو کسی اور دربار میں جانے کی حاجت نہیں" ــــ وہ نہیں جاتا ــــ وہ سارے عالم سے منہ موڑ کر اپنے ربِ کریم کے در پر حاضر ہے

اور دیکھو والیِ حیدر آباد دکن بلا رہا ہے ــــ شاید کوئی وظیفہ جاری کرنا چاہتا ہے۔ ــــ مگر وہ شاہوں کا شاہ اور فقیروں کا فقیر ــــ جواب دے رہا ہے ــــ "فقیر کو حاجت

Marfat.com

نہیں، اگر اس کو ضرورت ہے تو فقیر کے غریب خانے پر آجائے"

عید گاہ کا شاہی امام پاکستان ہجرت کے بعد پہلی بار آیا ہے ـــــ عید بھی آرہی ہے ـــــ لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ شاید اب کی عید امام عید گاہ پڑھائیں گے ـــــ مگر جو عید گاہ پر قابض ہو چکے تھے صاف جواب دے رہے ہیں اور یہ حیران و ششدر ان کا منہ تک رہا ہے ـــــ اللہ اللہ! یہ دن بھی دیکھنے تھے ـــــ جہاں اس کے خاندان نے صدیوں نمازیں پڑھائیں، آج اسی عید گاہ میں وہ مجبور و بے بس ہے ـــــ اس کا دل ٹوٹ گیا ـــــ وہ غم و الم میں ڈوب گیا ـــــ مگر جب اس ظلم و ستم کی خبر اس کو ہوئی جو ٹوٹے دلوں کا سہارا تھا تو اس نے اعلان کیا ـــــ ہم اپنی شاہی مسجد میں اب کے عید کی نماز نہ پڑھائیں گے ـــــ امام عید گاہ پڑھائیں گے ـــــ صدیوں سے اس کا خاندان امامت کرتا چلا آرہا تھا مگر آج ایک غم زدہ مہمان کے لیے اس نے اس آن کو بھی توڑا ـــــ اور دکھا دیا کہ ٹوٹے دلوں کو اس طرح سہارا دیا کرتے ہیں ـــــ ذرا بتاؤ تو سہی کہ اس دورِ قحط الرجال میں کوئی ہے جس نے صبر و استقامت، عزم و ہمت، غم خواری و دردمندی کے یہ چراغ روشن کیے ہوں؟

معلوم ہے وہ عظیم انسان کون تھا؟ ـــــ وہی جس کو دنیا مفتیٔ اعظم ہند کہہ کر یاد کرتی ہے ـــــ وہی جس کا نامِ نامی محمد مظہر اللہ تھا ـــــ وہی جو شاہی مسجد فتحپوری کا امام و خطیب تھا ـــــ ہاں وہی ـــــ آج بھی جس کا مزارِ مبارک اسی مسجد میں زیارت گاہِ خلائق ہے ـــــ

مثلِ ایوانِ سحر مرقد فروزاں ہو ترا
نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو ترا

محبت یا نفرت

کہنے والے کہتے ہیں ـــــ "ہمارے ملک میں ہمارے ہی ملک کا" ـــــ "ہمارے صوبے میں ہمارے ہی صوبے کا" ـــــ

Marfat.com

ہمارے شہر میں ہمارے ہی شہر کا" ـــــ سبحان اللہ! جو خدا کا ملک تھا وہ ہم اپنا سمجھ بیٹھے ـــــ مگر جب قلب ونظر پر پردے پڑ جاتے ہیں تو فکرِ انسانی اسی طرح گمراہ ہونے لگتی ہے۔ اللہ اللہ! رب العالمین کے ماننے والے اور رحمۃ اللعالمین کے متوالے یہ کیسی باتیں کرنے لگے ہاں محبت کی بات کرو ـــــ وطنیت وصوبائیت کا داعی ہو یا شہریت کا علاقائیت کا ـــــ یہ محبت اس کے بس کی بات نہیں ـــــ یہ وہ شراب نہیں جو اس کے تنگ سینے میں سما سکے ـــــ جب انسانوں سے محبت ہوتی ہے تو ملک ابھرتے ہیں ـــــ اور جب صوبوں سے محبت ہوتی ہے تو ملک اجڑتے ہیں ـــــ پاکستان کا بننا دیکھو ـــــ اور بنگلہ دیش کا اجڑنا دیکھو ـــــ

اے جوانو! ـــــ اے مستقبل کے روشن میناروا ـــــ تم کدھر جا رہے ہو؟ ـــــ تم کو کدھر لے جایا جا رہا ہے؟ ـــــ ہاں وہ مستی وسرشاری اور وہ الفت ومحبت پیدا کرو کہ تم ایک نئے جہان کی تعمیر کر سکو ـــــ

تضحیک محبت

ڈاڑھیاں صاف ہیں ـــــ مقابلہ حسنِ قرأت ہو رہا ہے ـــــ سبحان اللہ! مقابلہ حسن ہے یا مقابلہ حسنِ قرأت ہے؟ ـــــ ایسی محفلیں تو کبھی نہ دیکھی تھیں ـــــ یہی نہیں، عورت مرد ساتھ ساتھ بیٹھے ہیں ـــــ ایسی پاک مجلسوں میں یہ اختلاط تو خواب میں بھی نہ دیکھا تھا ـــــ اللہ اللہ! حقیقت فسانہ بن رہی ہے ـــــ اور فسانہ حقیقت! ـــــ

سیرت رسول پاک بیان کی جا رہی ہے ـــــ ذکر شہید وفا ہو رہا ہے ـــــ "صفائی" کا خاص اہتمام کر کے آئے ہیں ـــــ بے شک "صفائی" کا یہی موزوں وقت تھا ـــــ تقریر اس زور شور سے فرما رہے ہیں کہ بس عاشقِ رسول ہیں تو یہی ـــــ عاشقِ حسین ہیں تو یہی ـــــ مگر چہرہ دیکھ دیکھ کر محبت سینہ پیٹ رہی ہے اور عشق دہاڑیں مار رہا ہے ـــــ نعت پڑھی جا رہی ہے ـــــ عورت و مرد ساتھ ساتھ ہیں ـــــ کبھی آمنے سامنے

Marfat.com

قطار در قطار ـــ سبحان اللہ! ماشاء اللہ! ـــ ٹی وی پر یہ مناظر بھی دیکھے ـــ جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم شرم و حیا کا داعی تھا آج اسی کی نعت پاک اس بے حیائی اور ڈھٹائی سے ـــ انا للہ وانا الیہ راجعون! ـــ

ہم اپنے ایک ایک عمل سے محبت کا مذاق اڑا رہے ہیں ـــ قرآن پاک پڑھ رہے ہوں یا سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر تقریر کر رہے ہیں ـــ یا نعت شریف پڑھ رہے ہوں ـــ جو کچھ بھی کر رہے ہوں ـــ معلوم ہوتا ہے کہ خدا اور رسول کا مذاق اڑا رہے ہیں ـــ

اے محبت کا دم بھرنے والو! ـــ اہل محبت کی سی صورتیں بناؤ ـــ ذرا سوچو تو سہی کہ تم کہاں جا رہے ہو؟ ـــ تم کیا کر رہے ہو؟ ـــ آؤ آؤ محبت کے دیے جلاؤ ـــ آؤ آؤ عشق کی لاج رکھ لو ـــ آؤ آؤ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک ادا پر قربان ہو جاؤ ـــ اس کے رنگ میں رنگ جاؤ ـــ اس کے ہو جاؤ کہ خدا تمہارا ہو جائے ـــ

یادیں اور باتیں

نہ معلوم محسنوں کی یاد منانے کی رسم کب سے چلی ہے ـــ شاید جب سے بھلانے کی رسم چلی ہے ـــ جب یاد رکھا کرتے تھے، یاد کرنے کی ضرورت نہ تھی ـــ جب بھولنے لگے تو یادوں کے دن منائے جانے لگے ـــ یہ رسم بہت اچھی ہے ـــ جاری رہنی چاہیے ـــ لیکن اب بات یہاں تک پہونچی ہے کہ یاد کرتے ہیں مگر یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے اہتمام فراموشی ہو رہا ہے ـــ اللہ اللہ! یادوں کے اجالوں میں فراموشیوں کے یہ اندھیرے ـــ انا للہ وانا الیہ راجعون! ـــ میلاد النبی کی محفل جمی ہے ـــ عورت مرد ساتھ ساتھ بیٹھے ہیں ـــ جلوس نکل رہا ہے ـــ ڈھول بج رہا ہے ـــ خرافات کے اس سائے میں اس محسن اعظم کی یاد منائی جا رہی ہے جس نے زندگی کو تمام خرافات سے پاک کر دیا تھا ـــ عرس کے میلے لگے ہیں ـــ

Marfat.com

مردانِ خدا کی یاد منائی جارہی ہے ــــــ نہ فاتحہ کا ہوش ہے اور نہ نماز کا ــــــ عورت و مرد یک جا ــــــ طرح طرح کے تماشے ــــــ طرح طرح کے نظارے ــــــ رنگ برنگ کے انسان ــــــ اللہ اللہ! یہ محبوبانِ خدا کی یاد منائی جارہی ہے! ــــــ

جو یاد رکھتے ہیں وہ باتیں نہیں کرتے ــــــ ان کی زندگی سراپا عمل ہوتی ہے ــــــ لیکن جو یاد کرنا نہیں چاہتے وہ بہت باتیں کرتے ہیں ــــــ زندگی جب عمل سے عاری ہو جاتی ہے تو زبان کھل جاتی ہے اور عظمت اسلاف افسانہ بن جاتی ہے ــــــ

ہاں اے جوانو! اے یادِ ماضی کے سہارو! تم اپنے اسلاف کی خوبیوں سے اپنا تن من سجاؤ ــــــ تم حقیقت بن کر عالم پر چھا جاؤ! ــــــ

حصار

انسان بندھنوں میں جکڑا ہے ــــــ اور حصاروں میں گھرا ہے ــــــ بہت سے بندھن ہیں ــــــ بہت سے حصار ہیں ــــــ جب درونِ خانہ نظر جاتی ہے تو بہت سے نفسیاتی حصار دکھائی دیتے ہیں ــــــ بشری حصار ــــــ خاندانی حصار ــــــ نسلی حصار ــــــ لسانی حصار ــــــ لونی حصار ــــــ فکری حصار ــــــ اللہ اللہ! کتنے حصاروں میں گھرا ہے انسان! ــــــ اور کتنے بندھنوں میں جکڑا ہے! ــــــ اور درونِ خانہ سے نظر پلٹتی ہے تو باہر بہت سے حصار نظر آتے ہیں ــــــ خانگی حصار ــــــ شہری حصار ــــــ صوبائی حصار ــــــ وطنی حصار ــــــ کہیں مفر نہیں ــــــ جائے تو کہاں جائے! ــــــ

ان سارے حصاروں سے نکلنا ــــــ اور ان سارے بندھنوں کو توڑنا بڑی ہمت کی بات ہے ــــــ اور بڑی اولوالعزمی کا کام ہے

جب نگاہ اوپر جاتی ہے ــــــ تو نا سوتی حصاروں سے نکل کر ــــــ آفاقی اور ماورائے آفاق نظارے نظر آتے ہیں ــــــ اور ایک عجیب روح پرور منظر ہوتا ہے ــــــ سمٹا ہوا وجود پھیلا ہوا معلوم ہوتا ہے ــــــ رنگ و نسل کی گھٹائیں چھٹ رہی ہیں ــــــ

Marfat.com

زبان و بیان کے نقوش مٹ رہے ہیں ــــــ ماہ و سال طیورِ آوارہ کی مانند اڑ رہے ہیں۔ ــــــ فضا کی گرد صاف ہو رہی ہے ــــــ عرش بریں کے نظارے ہو رہے ہیں ــــــ عجب منظر ہے ــــــ ہر بلندی پستی معلوم ہو رہی ہے ــــــ

آئزک نیوٹن نے ایک مدت بعد نظریہ کشش ثقل قائم کیا ــــــ اور آئن اسٹائن نے ایک عرصے بعد نظریہ اضافیت دریافت کیا ــــــ جب یہ معلوم ہوا تو زمین سے نکلنے کی تدبیریں سوچی جانے لگیں ــــــ لیکن یہ سب کچھ بہت بعد کی باتیں ہیں ــــــ

صدیوں پہلے اولیاء و انبیاء نے ایک نئے جہان کی خبر دی تھی ــــــ یہ بھی بتایا کہ کشش ثقل حصارِ ملک و وطن تک باقی رہتی ہے ــــــ جب انسان اس حصار سے نکلتا ہے تو خود بخود اوپر اٹھنے لگتا ہے ــــــ پھر عالم ناسوت سے چل کر عالم ملکوت میں، ــــــ عالم ملکوت سے چل کر عالم جبروت اور عالم جبروت سے چل کر عالم ہاہوت میں قدم رکھتا ہے ــــــ اور نہیں معلوم کہ کہاں کہاں کی سیر کرتا ہے

اندھیری راتوں میں ذرا دم بھر کے لئے اوپر تو دیکھو ــــــ آسمان نیلگوں پر ستاروں کا ایک جہان آباد ہے ــــــ ان گنت ستارے ــــــ بے شمار ــــــ لاتعداد ــــــ ان ستاروں کے آگے چاند کی کیا حقیقت! ــــــ ذرہ برابر بھی تو نہیں ــــــ پھر یہ کتنا نیچے ہے اور وہ کتنے اوپر ہیں کہ ان کی روشنی بھی سالوں میں پہونچتی ہے ــــــ اللہ اکبر! ــــــ اس جہان مہر و ماہ کو کون پا سکتا ہے؟ ــــــ مگر نظر کی تنگ دامانی تو دیکھو ــــــ صدیوں بعد انسان نے جب چاند پر قدم رکھا تو ایک کہرام مچ گیا ــــــ کیا ہوا؟ ــــــ ایک نظر فریب، بے کیف زمین پر قدم رکھا ــــــ سبحان اللہ! ــــــ یہی تو وہ زمین ہے جس کو ایک انسانِ کامل نے اشارے سے پارہ پارہ کر دیا تھا ــــــ یہی تو وہ زمین ہے جس کو وہ روندتا ہوا عرش بریں تک پہونچا تھا ــــــ بلکہ اس سے بہت آگے ــــــ یہی تو وہ زمین ہے جس کا ذرہ ذرہ اس کی عظمت کے گیت گا رہا ہے! ــــــ

Marfat.com

اے اسیرو! ــــ ہاں اے حصارِ رنگ و نسل کے اسیرو! ــــ اے حصارِ ملک و وطن کے اسیرو! ــــ دیکھو دیکھو اسلام تم کو بلا رہا ہے ــــ وہ آفاق کی خبریں لا رہا ہے ــــ وہ ماوراء عالم میں قدم رکھ رہا ہے ــــ چلو چلو ــــ ہاں زمین سے آسمان کی طرف چلو! ــــ

جنّت کی حقیقت

غالبؔ نے خوب کہا ہے ؎

ہم کو معلوم ہے جنّت کی حقیقت لیکن
دل کے خوش رکھنے کو غالبؔ یہ خیال اچھا ہے

بڑے پتے کی بات کہہ دی ــــ رازِ محبت کھول کر رکھ دیا ــــ سچ ہے عاشق کو محبوب و مطلوب کے سوا کچھ نہیں چاہیئے ؎

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذّتِ آشنائی

اس کے لئے محبوب کا وصال ہی جنت ہے ــــ اس کی کوئی اور جنّت نہیں ؎

تیرا ملنا ترا نہیں ملنا
اور جنّت ہے کیا جہنم کیا؟

یہ کیسی محبّت ہے کہ دعویٔ محبّت اور نگاہیں غیر کی جانب! کسی عاشق نے خوب کہا ہے ؎

تجھ سے مانگوں میں تجھی کو کہ سبھی کچھ مل جائے
سو سوالوں سے یہی ایک سوال اچھا ہے

بے شک محبوب ہی عاشق کی زیست ہے اور محبوب ہی عاشق کی جنّت ــــ وہ نہ ملے تو جنت بھی جنت نہیں ہے ــــ ایک خیال ہے ــــ ایک تصوّر ہے ــــ

جنت کی حقیقت یہی تو ہے نا کہ حور و غلماں ہوں گے ــــ شاندار محلات ہونگے شیر و شہد کی نہریں ہوں گی ــــ خورد و نوش کے سامان ہوں گے ــــ یہ ہوگا ــــ

Marfat.com

وہ ہوگا ـــــ ہاں اے واعظ! بتا تو سہی وہ جانِ جاں بھی وہاں ہوگا؟ ـــــ وہ قرارِ دلِ مضطر بھی وہاں ہوگا؟ ـــــ وہ رشکِ ہزار جنت بھی وہاں ہوگا؟ ـــــ وہ میری تاریک راتوں کا اجالا بھی وہاں ہوگا؟ ـــــ وہ میری آنکھوں کا تارا بھی وہاں ہوگا ـــــ وہ جہانِ آرزو کا بادشاہ بھی وہاں ہوگا؟ ـــــ اگر نہیں ہوگا تو پھر مجھے کہنے دے ؏

واں کے خوش رکھنے کو غالبؔ یہ خیال اچھا ہے

بے شک خاصانِ خدا جنت پر نظر نہیں رکھتے ـــــ ان کی نظر تو اسی پر لگی رہتی ہے ـــــ ایک آن نہیں ہٹتی ـــــ اُن کی زیست بھی وہی ہے ـــــ ان کی جنت بھی وہی ہے ـــــ

یہ کیسا ظلم کیا کہ بعض شارحین نے غالبؔ کے اس شعر کو ظریفانہ کہہ کر ٹال دیا ـــــ جس غزل کا مزاج عارفانہ و عاشقانہ ہو اُس کا مقطع ظریفانہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ـــــ یہ محبت کی توہین ہے ـــــ یہ عشق کی تذلیل ہے ـــــ اس غزل کے ذرا یہ اشعار تو ملاحظہ کریں ـــــ

حسنِ مہ گرچہ بہ ہنگامِ کمال اچھا ہے
اس سے میرا مہِ خورشید جمال اچھا ہے
بے طلب دیں تو مزا اس میں سوا ملتا ہے
وہ گدا جس کو نہ ہو خوئے خیال اچھا ہے
ان کے دیکھے سے جو آجاتی ہے منہ پر رونق
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے
قطرہ دریا میں جو مل جائے تو دریا ہو جائے
کام اچھا ہے وہ جس کا کہ مآل اچھا ہے

Marfat.com

اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا
ساغر جم سے مرا جام سفال اچھا ہے
دیکھئے پاتے ہیں عشاق بتوں سے کیا فیض
اک برہمن نے کہا ہے کہ یہ سال اچھا ہے
ہم سخن تیشے نے فرہاد کو شیریں سے کیا
جس طرح کا بھی کسی میں ہو کمال اچھا ہے
خضر سلطان کو رکھے خالق اکبر سرسبز
شاہ کے باغ میں یہ تازہ نہال اچھا ہے
ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
دل کو خوش رکھنے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

ہاں اب بتائیے ـــــ ایسی غزل کا مقطع ظریفانہ ہو سکتا ہے؟ ـــــ ہرگز نہیں ـــــ

Marfat.com

کو عاشقانہ اور عارفانہ ہی ہونا چاہیئے ـــــ

عورت اور مرد

عورتوں کے لئے ملازمت اور فوجی تربیت اچھی بات ہے ـــــ مگر جب اس خدمت کے لئے مرد نہ رہے ہوں کہ یہ فیشن نہیں، ضرورت ہے ـــــ ہزاروں مرد ملازمتوں کو ترستے رہیں اور ہزاروں جوان فداکاری کے لئے تیار ہوں تو پھر عورتوں کو یہ فرائض سونپنا ضرورت نہیں، فیشن ہے ـــــ

جب عورت ملازمت میں آئی یا میدان جنگ میں، اس وقت مردوں کا سخت کال تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ ضرورت فیشن بن گئی اور مردوں کی دل آویزی کے لئے عورتوں کو رکھا جانے لگا ـــــ اور اس عدم مساوات اور غیر ضروری جبر و استبداد کی طرف کسی کی نظر نہ گئی کہ آخر مردوں کا دل بہلانے کے لئے عورتوں کا استحصال کیوں کیا جائے؟ ـــــ اللہ اللہ مساوات کا نعرہ لگانے والے خود عدم مساوات کا شکار ہو رہے ہیں!۔

تاریخ اسلام پڑھ جایئے ـــــ کہیں عورتوں کو مردوں کے دوش بدوش ملازمت کرتے نہ دیکھیں گے ـــــ بیشک جنگوں میں انھوں نے کام کیا ہے ـــــ فوجیوں کے حوصلے بڑھائے ہیں ـــــ زخمیوں کی مرہم پٹی کی ہے ـــــ اور یہ کام انھیں کو زیب دیتا ہے ـــــ

عورت و مرد میں پیدائشی مساوات نہیں ـــــ ورنہ کیا ضرورت ہے کہ عورت کو عورت کہا جائے، کیوں نہ مرد کہا جائے؟ ـــــ یہ بھی عدم مساوات کا مظہر ہے ـــــ لیکن نہیں یہ عدم مساوات نہیں، خلقی ضرورت ہے ـــــ یہ ظلم نہیں کہ خدا ظالم نہیں ـــــ وہ جس طرح چاہتا ہے، بناتا ہے ـــــ پیدائش میں اس اختلاف نے فطری طور پر ذمہ داریوں کو مختلف بنا دیا ہے ـــــ تعلیم، تربیت، ازدواجی زندگی ـــــ سب کے انداز مختلف ـــــ اس اختلاف سے انکار ایک کھلی حقیقت سے انکار ہے ـــــ اسی اختلاف کی وجہ سے اس نے مردوں سے زیادہ عورتوں کو رعایتیں دیں ـــــ افسوس دشمنوں نے اس کا الٹ کر دکھایا ذرا ان رعایتوں کی ایک جھلک تو ملاحظہ کریں:۔

Marfat.com

مرد :۔ مرد کو تلاشِ معاش اور اکلِ حلال کا مکلف بنایا۔

عورت :۔ عورت کو اس عظیم ذمہ داری سے سبکدوش کر دیا (یہ وہ رعایت ہے جو اس ترقی یافتہ معاشرہ میں عورت کو حاصل نہیں)

مرد :۔ مرد کو اولاد کی پرورش کا ذمہ دار بنایا۔

عورت :۔ عورت کو اس سے بھی بے نیاز کر دیا (مگر یہ عورت کی ممتا ہے کہ وہ بچے کی خود پرورش کرتی ہے)

مرد :۔ مرد کو مہر کا ذمہ دار بنایا گیا۔

عورت :۔ عورت کو اس ذمہ داری سے بری کر دیا گیا۔

مرد :۔ جہیز اور بری میں ملنے والے تمام زیورات اور ساز و سامان سے مرد کو بے تعلق کر دیا گیا۔

عورت :۔ عورت کو یہ ڈھیر کے ڈھیر زیورات اور ساز و سامان دے دیئے گئے۔

مرد :۔ مرد کو جنگی خدمات کا مکلف بنایا گیا۔

عورت :۔ عورت کو اس سے آزاد کر دیا گیا (یہ وہ رعایت ہے جو اس ترقی یافتہ دور میں بھی عورت کو حاصل نہیں)

مرد :۔ مرد پر کسی حالت میں نماز معاف نہیں۔

عورت :۔ عورت پر بعض حالات میں نماز تک معاف ہے (یہ نہایت اہم رعایت ہے)

مرد :۔ مرد عورت کی بغیر اجازت باہر جا سکتا ہے مگر کسی حالت میں اس کی ازدواجی اور معاشی ذمہ داریوں کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔

عورت :۔ عورت مرد کی اجازت کے بغیر باہر نہیں نکل سکتی (اجازت طلبی اگر ظلم ہے تو پھر ہر افسر اعلیٰ ماتحت افسر پر ظلم کرتا ہے)

مرد :۔ مرد طلاق دے سکتا ہے مگر اس کی کھلی چھٹی نہیں بلکہ طلاق کو حلال چیزوں میں سب سے

Marfat.com

بڑی کہہ کر اس سے روکا گیا ہے

عورت :۔ عورت بعض خصوصی حالات میں قاضی یا جج کی وساطت سے طلاق لے سکتی ہے ہرگز بے بس نہیں۔ (عورت کو طلاق کا مطلق اختیار اس لئے نہ دیا گیا کہ مرد کی بہ نسبت وہ زیادہ جذباتی ہے اور اختیار کے لئے تحمل و بردباری کا ہونا اولین شرط ہے چنانچہ جس معاشرے میں طلاق کا اختیار دیا گیا ہے، وہاں طلاق کے بے حساب مقدمات نظر آتے ہیں)

مرد :۔ مرد کو عورت کے لئے پکا پکایا کھانا مہیا کرنے کا مکلف بنایا گیا (مگر یہ عورتوں کا کرم ہے کہ وہ مردوں کے لئے کھانا وغیرہ پکاتی ہیں اور شاید ان کو اس رعایت کا علم تک نہیں)

عورت :۔ عورت کھانا پکانے اور گھر کے کام کاج کی مکلف نہیں۔

مرد :۔ مرد پر واجب ہے کہ وہ عورت کے والدین کو اپنے ہی والدین سمجھے۔

عورت :۔ اسی طرح عورت پر واجب ہے کہ وہ مرد کے والدین کو اپنے ہی والدین سمجھے۔ (حسن معاشرت کا یہ عجیب و غریب نکتہ ہے)

مرد :۔ مرد کی تنخواہ سے عورت اپنا حق طلب کر سکتی ہے۔

عورت :۔ عورت کی تنخواہ سے مرد کسی چیز کا حق دار نہیں۔

مرد :۔ جدائی کی صورت میں عدت کا سارا خرچ اور بچوں کی پرورش کا خرچ مرد کے ذمہ ہے۔

عورت :۔ عورت ان ذمہ داریوں سے سبکدوش ہے۔

مرد :۔ مرد ایک سے زیادہ عورتیں کر سکتا ہے۔ (شریعت میں چار عورتوں کی جو اجازت دی ہے تو اس کی وجہ ایک تو مرد کے قوی فطری ہیں اور دوسری وجہ معاشرے میں کفالت کی ذمہ داری قبول کرنا ہے، اسی لئے مرد کو تمام عورتوں میں معاشرتی

Marfat.com

مساوات کا ذمہ دار قرار دیا' بصورت دیگر اس کو ہرگز ایک سے زیادہ نکاح کی اجازت نہیں ہے ایسے معاشرے میں عورتوں کے لئے ملازمت کی نوبت آ ہی نہیں سکتی)

عورت :۔ عورت بیک وقت ایک سے زیادہ مرد نہیں کر سکتی (اس کی ایک وجہ اس کی فطری کمزوری ہے اور دوسری وجہ حسب ونسب اور خاندان کا بقا ہے' اگر عورت کو کئی مردوں کی اجازت مل جائے تو معاشرہ تلپٹ ہو کر رہ جائے اور خاندان وحسب ونسب کا تصور خاک میں مل جائے ۔ اس کے علاوہ عورت مردوں کے ہاتھ میں ایک عاجز کھلونا بن جائے جیسا کہ مغربی ممالک میں ہے۔ شریعتِ اسلامیہ نے عورت کو محفوظ رکھا اور جدید تہذیب نے غیر محفوظ بنا دیا' عورت کے لئے یہ سب سے بڑا عذاب ہے)

مرد :۔ مرد پر پردے کی قید نہیں (کیوں کہ اس کے مدمقابل کوئی ایسی شخصیت نہیں جو اس سے زیادہ جذباتی ہو' اس کے علاوہ اس کو لامحدود معاشرتی ذمہ داریاں بھی پوری کرنی ہیں۔)

عورت :۔ عورت پر پردے کی قید ہے (کیوں کہ اس کے مقابل ایک ایسی ہستی ہے جو اس سے زیادہ جذباتی ہے' اس کے علاوہ پردے میں حیا اور حسن محفوظ رہتے ہیں جو کہ عورت کا حقیقی زیور ہے' مزید برآں اس پر کوئی ایسی معاشرتی ذمہ داری بھی نہیں جس کا تعلق بے پردگی سے ہو' اگر حالات سے مجبور ہو کر جانا ہی پڑ جائے تو اس کے لئے یقیناً اجازت ہے)

رعایات و فرائض کی یہ فہرست آپ نے دیکھی! یہ بھی دیکھا کہ اس فہرست میں عورت کا حسن وجمال' طاقت وقوت' عفت وعصمت کی پوری ضمانت دی گئی ہے اور مرد کو ضامن بنایا گیا ہے سچ پوچھئے تو اس فہرست میں مرد مجبور نظر آتا ہے اور عورت مختار ومحبوب معلوم ہوتی ہے لیکن پھر بھی یہ کہا جائے کہ عورت کے ساتھ زیادتیاں کی گئی

Marfat.com

ہیں ـــــ معاذاللہ، استغفراللہ! ـــــ تو تھوڑی دیر کے لئے اگر یہ "زیادتیاں" مردوں کو منتقل کر دی جائیں تو پھر بتاؤ تو سہی عورت کا کیا حال ہوگا؟ ـــــ غور کرو ـــــ ہاں خوب غور کرو! ـــــ بیشک ایسا کیا جاتا تو یہ ظلم ہوتا اور اب بھی ایسا کیا گیا تو ظلم ہوگا ـــــ اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا ـــــ وہ رحیم ہے رحم ہی کرتا ہے ـــــ بندے بندوں پر ظلم کرتے ہیں اور کر سکتے ہیں ـــــ مگر وہ تو رحمٰن ہے، اس کے ہاں کرم کے سوا کچھ نہیں۔

اے آدم خاکی کی دلاری! ـــــ اے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری! ـــــ اے نوع انسان کی کیاری! ـــــ بتا تو سہی، رب العالمین اور رحمۃ للعالمین نے تجھے کیا کیا دیا؟ ـــــ اور اِس دنیا نے تجھ سے کیا کیا لیا؟ ـــــ اُس نے تجھ کو چین دیا ـــــ اِس نے بے چین بنایا ـــــ اُس نے تجھے محبوب بنایا، اِس نے مظلوم بنایا ـــــ اُس نے تجھے مختار بنایا، اِس نے تجھے مجبور کیا ـــــ اُس نے تجھے طاقت و قوت بخشی، اِس نے کمزور و ضعیف کیا ـــــ اُس نے عصمت و عفت کو محفوظ رکھا، اِس نے برباد کیا ـــــ اُس نے حسن و جمال کی پاسداری کی، اِس نے خاک میں ملایا ـــــ اُس نے بڑھاپے میں بھی مسندِ عزت پر بٹھایا، اس نے بڑھاپے میں بے آسرا کیا ـــــ

اگر یہ سب کچھ صحیح ہے ـــــ اور یقیناً صحیح ہے تو بتاؤ تو سہی کہ مہربان کون ہے اور ظالم کون؟ ـــــ

نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انقلاب عجیب انقلاب تھا ـــــ شاید چشم عالم نے ایسا انقلاب نہ دیکھا ہو ـــــ ایک طبقہ کو ہٹا کر دوسرے طبقہ کو یا ایک قوم کو ہٹا کر دوسری قوم کو نہ لایا گیا ـــــ جو سامنے تھے انہیں کو ٹھیک کیا گیا ـــــ ان میں زانی بھی تھے، شرابی بھی تھے ـــــ خائن بھی تھے، بدکار بھی تھے۔ ـــــ قاتل بھی تھے، سفاک بھی تھے ـــــ لیکن رفتہ رفتہ سب کو ایسا بدلا کہ دنیا دیکھ دیکھ کر حیران ہوئی جاتی ہے ـــــ تو ایسا انقلاب لانے کے لیے سب سے پہلے خود کو بدلنا

Marfat.com

ہو گا ــــــ دردمندی و دل سوزی کے ساتھ ان کے پاس جانا ہو گا جن سے ہم کو نفرت ہے ــــــ کیا گیارہویں صدی ہجری میں شیخ احمد سرہندی مجدد الفِ ثانی علیہ الرحمہ اسی اسوۂ محمدی پر چل کر اسلامی انقلاب نہیں لائے؟ ــــــ تاریخ پر جن کی گہری نظر ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ آپ کی دردمندانہ تبلیغ نے جہانگیر پر کیا اثر کیا ــــــ ایک سے ایک بہتر بادشاہ سامنے آتا گیا ــــــ شاہ جہان ــــــ اور پھر اورنگ زیب علیہ الرحمہ جنہوں نے پاک و ہند میں نظامِ مصطفٰے نافذ کیا ــــــ

نظامِ مصطفٰے کوئی ایسی چیز نہیں جو صرف کاغذ پر نافذ کیا جائے ــــــ وہ تو دلوں پر نافذ ہوتا ہے ــــــ کاغذ پر بارہا نافذ ہو چکا ــــــ صورتوں کے بدلنے سے نظام نہیں بدلتے ــــــ سیرتوں کے بدلنے سے نظام بدلتے ہیں اور انقلاب آتے ہیں ــــــ اس لئے جیتی جاگتی مثالیں پیش کر رہا ہوں گی ــــــ

نظامِ مصطفٰے سرپھروں کا انقلاب نہیں کہ بیٹھے بٹھائے لوگوں کو اکسائے اور جو موجود ہے اس کو معدوم کر دے ــــــ یہ اصلاحِ حال کا داعی ہے ــــــ قلب ماہیت کا نام ہے ــــــ یہ خواہ مخواہ جھگڑا مول نہیں لیتا ــــــ یہ فتنہ کا نام نہیں ــــــ امن کا پیامبر ہے اور امن ہی سے حاصل ہوتا ہے ــــــ یہ انسانوں کو مارنا نہیں سکھاتا ــــــ انسان سے پیار کرنا سکھاتا ہے ــــــ یہ انسان کو انسانوں کے ہاتھوں ذلیل و رسوا نہیں کرتا ــــــ اس کی تعظیم و تکریم کرتا ہے ــــــ یہ انسان کی دولت نہیں سمیٹتا ــــــ یہ بھوکا پیاسا نہیں ــــــ یہ اس کو اتنا دیتا ہے کہ وہ سنبھال نہیں سکتا ــــــ یہ غنی ہے، فقیر نہیں ــــــ یہ سخی ہے، محتاج نہیں ــــــ یہ آقا ہے، غلام نہیں ــــــ یہ بادشاہ ہے، رعایا نہیں ــــــ یہ غالب ہے، مغلوب نہیں ــــــ یہ حاکم ہے، محکوم نہیں ــــــ یہ محبوب ہے، مردود نہیں ــــــ اس کی بنیاد خوفِ خدا پر ہے ــــــ اور جہاں خوفِ خدا ہو وہاں احترامِ انسانیت بھی ہے اور انسان خدا کی پیاری مخلوق ہے ــــــ یہ سایۂ رحمت ہے ــــــ انسان کا دل رکھتے ہوئے آگے بڑھتا ہے ــــــ یہ کسی کا دل نہیں دکھاتا کہ ایک دل والے کا نظام ہے ــــــ

Marfat.com

یہ بچوں پر شفقت سکھاتا ہے اور بزرگوں کا احترام سکھاتا ہے ـــــ لین دین کا سلیقہ سکھاتا ہے ـــــ ناپ تول کا ڈھنگ بتاتا ہے ـــــ کھانے پینے بولنے چالنے چلنے پھرنے کے آداب سکھاتا ہے ـــــ یہ حیوان کو انسان بناتا ہے ـــــ انسان کو حیوان نہیں بناتا ـــــ اس کی تعزیر بھی عبرت ہے اور اس کا قصاص بھی زندگی ہے ـــــ یہ گرتوں کو اٹھاتا ہے ـــــ مُردوں کو جِلاتا ہے ـــــ یہ آفتِ جاں نہیں راحتِ جاں ہے ـــــ

دنیائے جدید کا ہر تعمیری انقلاب نظامِ مصطفےٰ کا مرہونِ منت ہے ـــــ یہ ایک عظیم حقیقت ہے ـــــ کوئی تسلیم کرے یا نہ کرے ـــــ ملک چین کو دیکھئے کہ نظامِ مصطفےٰ کے صرف ایک گر پر عمل کر کے اقتصادی طور پر کہاں سے کہاں پہونچ گیا! ـــــ روزِ اوّل ہی سے اس نے عہد کیا کہ ہم کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلائیں گے، جو کچھ بن پڑے گا خود کریں گے ـــــ حمیت و خودداری کا یہ سبق کس نے سکھایا؟ ـــــ اسی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ـــــ جس نے اولاد سے یہ کہا کہ والدین سے مانگنا بھی ذلت ہے ـــــ اللہ اکبر ـــــ

اور جب چواین لائی مرا تو اس کے فدا کاروں نے پست ہمت عورتوں کی طرح نہ اپنے چہرے نوچے اور نہ بال گھسوٹے، نہ اپنے سینے پیٹے ـــــ بلکہ وہ کر دکھایا جو مَردوں کے شایانِ شان تھا ـــــ اس غم سے وہ ایک نیا حوصلہ لے کر ابھرے ـــــ اور یہ بات کس سے سیکھی؟ ـــــ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھی ـــــ اہلِ بیتِ اطہار سے سیکھی ـــــ صحابہ کرام سے سیکھی ـــــ یہ وہ نفوسِ قدسیہ ہیں جنہوں نے ہر غم والم کو اپنے حوصلوں سے شکست دی ـــــ لیکن افسوس صد افسوس ہم نے سینہ زنی اپنا شعار بنایا ـــــ اور غیروں نے ان بلند ہمتوں سے سینہ سپری کا درس لیا ـــــ

نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نافذ کرنا ہے تو عالم و عامی کو اسوۂ محمدی پر چلنا ہوگا ـــــ اللہ اللہ! عالِم، عالِم سے ناراض ـــــ جاہل، جاہل سے خفا ـــــ پہلے دل ملانے ہوں گے ـــــ خلوص وللّٰہیت کی بات پیدا کرنا ہوگی ـــــ خود نکلنا ہوگا ـــــ خود بلانا ہوگا

Marfat.com

دعوتوں کا انتظار ترک کرنا ہوگا ـــــ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیا نہیں، دیا ہی دیا ہے ـــــ جانشینِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو لینا نہیں، دینا ہوگا ـــــ محلوں سے دل ہٹانا ہوگا ـــــ مرغن کھانوں سے دل ہٹانا ہوگا ـــــ دولت وثروت پر لات مارنی ہوگی ـــــ ہاں اللہ اور رسول اللہ کے لیے اپنی پونجی لگانی ہوگی ـــــ سب کچھ نثار کرنا ہوگا ـــــ اپنی ہستی مٹانی ہوگی ـــــ اپنی چال ڈھال اور رنگ ڈھنگ بدلنے ہوں گے ـــــ تقریروں کی ساحری سے جیبیں ڈھیلی کرنے کا ہنر چھوڑنا ہوگا ـــــ نصیحت وہدایت پر اجرت اور وہ بھی طلب وسوال کے ساتھ! ـــــ حیرت ہے ـــــ لیکن اللہ کے رسولوں نے تو یہ نہیں کیا ـــــ تو پھر جانشینِ رسول یہ کیا کر رہے ہیں سورۃ الشعراء پڑھو اور دیکھو حضرت نوح علیہ السلام کیا کہہ رہے ہیں؟ ـــــ حضرت لوط علیہ السلام کیا کہہ رہے ہیں؟ ـــــ حضرت ہود علیہ السلام کیا کہہ رہے ہیں؟ ـــــ حضرت صالح علیہ السلام کیا کہہ رہے ہیں؟ ـــــ حضرت شعیب علیہ السلام کیا کہہ رہے ہیں؟ ـــــ اللہ اللہ! ـــــ سب بیک زبان کہہ رہے ہیں ـــــ وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (سورۃ الشعراء، آیات ۱۰۹، ۱۲۷، ۱۴۵، ۱۶۴، ۱۸۰)

"میں اس پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا، میرا اجر اسی پر ہے جو دونوں عالم کا رب ہے۔"

ہاں ان رسولانِ برحق کے راستہ پر چلنا ہوگا ـــــ ہم کو طلب وسوال نے مارا ـــــ ہم کو قرضوں نے مارا ـــــ ہم کو اسراف وتبذیر نے مارا ـــــ ہم کو ہماری بدکاریوں نے مارا ـــــ طلب وسوال سے زبان بند رکھنی ہوگی ـــــ قرضوں سے توبہ کرنا ہوگی ـــــ اسراف وتبذیر سے ہاتھ اٹھانا ہوگا ـــــ نیکوکاری کا عزم کرنا ہوگا ـــــ موٹا جھوٹا پہننا ہوگا ـــــ ہلکا پھلکا کھانا ہوگا ـــــ جھونپڑیوں سے دل لگانا ہوگا ـــــ محلوں سے دل اٹھانا ہوگا ـــــ تب کہیں جاکر نظامِ مصطفےٰ نافذ ہوسکتا ہے ـــــ خدارا کوئی تو نمونہ دکھائے اور فقیری میں ہیبتِ شاہی پیدا کرے! ـــــ

Marfat.com

اگر ایسا نہ ہوگا تو پھر دیکھنے والے 'ہوچی منہ' کو دیکھیں گے ــــ 'چواین لائی' کو تکیں گے ــــ ماوزے تنگ' سے لو لگائیں گے ــــ اور 'لینن' کی باتیں کریں گے ــــ

ــــ آؤ آؤ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں کرو ــــ اپنی دنیا بدلو ــــ اور ایک رحیم وکریم انقلاب کی کوشش کرو ــــ ؎

نقد یرِ امم کیا ہے کوئی کہہ نہیں سکتا
مومن کی فراست ہو تو کافی ہے اشارہ

عاشقِ رسول ﷺ

؎ آنانکہ غمِ تو برگزیدند ہمہ
در کوئے شہادت آرمیدند ہمہ
در معرکہ دوکون فتح از عشق است
باآں کہ سپاہِ او شہید ند ہمہ

عشق ومحبت کی قربان گاہ میں وہ 'تختہ دار' پر چڑھا دیا گیا ــــ سب سمجھے کہ مرگیا، مگر شہیدِ عشق مرا نہیں کرتے ــــ وہ مرکر جیا کرتے ہیں ــــ ؎

جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے، اُدھر ڈوبے ادھر نکلے

آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ سرتن سے جدا ہو چکا ہے ــــ جسم بے جان پڑا ہے ــــ مگر جان آفریں کہہ رہا ہے ــــ خبردار اس کو مردہ مت کہنا ــــ یہ زندہ ہے ــــ اس نے ہماری چاہت میں جان دی ہے ــــ تم کو کیا خبر؟ ــــ تم کیا سمجھو؟ ــــ

شعرائے اردو کے 'تذکرے' چھوٹے موٹے شاعروں سے بھرے پڑے ہیں ــــ مگر جس کا ذکر کیا جانا چاہیئے تھا، نہ کیا گیا ــــ شاعروں نے اس لئے چھوڑا کہ وہ عاشقِ صادق تھا ــــ وہ کسی کا شاگرد نہ تھا ــــ شاگرد تو غالب بھی کسی کا نہ

Marfat.com

تھا، مگر وہ عاشقِ صادق نہ تھا ـــــ وہ محبت سے کھیلتا تھا، اس لئے اس کو سب نے یاد رکھا ـــــ ظاہر پرستوں کو شراب و کباب اور جھوٹی محبت میں بہت مزہ آتا ہے ـــــ سچی محبت میں ان کے لئے کوئی کشش نہیں ـــــ اور علماء نے اس لئے چھوڑا کہ وہ سچی محبت کی بات کرتا تھا ـــــ وہ اپنے محبوب کا فدا کار اور جاں نثار تھا ـــــ سیاست دانوں نے اس لئے چھوڑا کہ وہ جذبات کی رو میں نہیں بہتا تھا ـــــ وہی کہتا تھا جو اس کا مولیٰ کہتا تھا ـــــ اور اپنوں نے اس لئے چھوڑا کہ وہ صف سے باہر نکل کر حملے کیا کرتا تھا ـــــ وصف در اور صف شکن تھا ـــــ وہ غلامِ حیدرِ کرار تھا ـــــ غرض سب نے چھوڑا ـــــ مگر اس کے رب نے اس کو نہ چھوڑا ـــــ اس کے محبوب نے اس کو نہ چھوڑا ـــــ ہاتھ پکڑا اور ایسا اٹھایا کہ ہند و پاک کے گلی کوچوں اس کے نغموں سے گونج اٹھے ـــــ سنو سنو ـــــ ذرا یہ آواز تو سنو!

مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

غافلوں نے آواز سنی مگر دھیان نہ دیا ـــــ ادیبوں سے کہا "دیکھو دیکھو، ذرا اس کو دیکھو!" ـــــ شاعروں سے کہا "سنو سنو، ذرا اس کو سنو"! ـــــ نہ کسی نے سنا اور نہ دیکھا ـــــ جس کا سکہ چلتا ہے، وہی چمکتا ہے ـــــ بازارِ عالم کا یہی دستور ہے ـــــ مگر دستورِ عشق نرالا ہے ـــــ کھرے سکوں کی چمک اپنی طرف متوجہ کر کے ہی رہتی ہے ـــــ کتنے ہی پرانے ہو جائیں ـــــ پرانے نہیں ہوتے ـــــ ان کا حسن سدا بہار ہے ـــــ ہزار سال گزر جانے کے بعد بھی نکالے جاتے ہیں ـــــ اور عالی شان محلوں میں سجائے جاتے ہیں ـــــ اور پھر ایک عالم ان کی دید کے لئے امنڈ پڑتا ہے ـــــ تو جب وہ چمکا جس کو دبا دیا

Marfat.com

گیا تھا ـــــ سب دیکھنے لگے ـــــ سب بولنے لگے ـــــ بلّٰہ الحمد کہ آج وہ مسندِ عزّت پر بٹھا دیا گیا ہے ـــــ

فرزانوں کی بستی میں وہ ایک دیوانہ تھا جس نے محبت کے چراغ روشن کئے ـــــ جس نے سونی محفلوں کو باغ و بہار بنایا ـــــ جس نے کشت ویراں کو لالہ زار کیا ـــــ جس نے آندھیوں میں دیے جلائے ـــــ جس نے طوفان میں کشتیاں چلائیں ـــــ وہ بداللہ تھا ـــــ اس کے ہاتھ کی بے پناہ قوت بتا رہی ہے کہ وہ اس کا ہاتھ نہیں تھا وہ خدا کا ہاتھ تھا ـــــ

"میرا بندہ جب مجھ سے قریب ہوتا ہے تو میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے" ـــــ بے شک وہ خدا کا ہاتھ تھا ـــــ ایک انسان کے ہاتھ میں اتنی قدرت کہاں کہ جدھر بڑھے سیلِ رواں کی طرح ـــــ اور جدھر اٹھے ابرِ باراں کی طرح ـــــ

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com